بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ

رسائلِ عشرہ

المعروف

گلدستۂ مضامین

(از تصانیف)

حضرت العلام مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری

سشن جج پٹیالہ و مصنف رحمۃ للعالمین

(باہتمام)

المکتبۃ الاثریۃ جامع اہلحدیث باغ والی

سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھٰذا بصائر للناس وھدًی وموعظۃ للمتقین

رسائل عشرہ

المعروف

گلدستہ مضامین

(از تصانیف)

حضرت العلام مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری

سشن جج پٹیالہ و مصنف رحمۃ للعالمین

(باہتمام)

المکتبۃ الاثریۃ جامع اہلحدیث باغ والی

سانگلہ ہل ـــــ ضلع شیخوپورہ

نام کتاب	رسائل عشرۃ المعروف گلدستہ مضامین (یعنی خطبات سلیمانی)
نام مصنف	حضرت العلام مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصورپوری مصنف رحمۃ للعالمین
ناشر	المکتبۃ الاثریۃ جامع اہلحدیث باغوالی سانگلہ ہل ـــــــــ ضلع شیخوپورہ
تاریخ اشاعت	مارچ ۱۹۶۲ سنہ
تعداد اشاعت	پانچ صد ـــــــــ ۵۰۰
نام کاتب	ریاض احمد شعیب (حضرت کیلیانوالہ)
مطبع	دین محمدی پریس لاہور
قیمت مجلد	نو (۹) روپے
لاہور میں ملنے کا پتہ	اسلامی اکیڈمی لاہور (اردو بازار)

فہرست مضامین رسائل عشرہ ثنا

کتبہ۔ ریاض احمد شعیب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

حضرت العلام مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ، سیشن جج پٹیالہ، رحمۃ للعالمین کے شہرہ آفاق مصنف محتاج تعارف نہیں۔ ان کے متعلق مجھ ایسے ہیچمدان کے لیے کچھ عرض کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔

آپ نادر روزگار ہستیوں میں سے ایک گوہر نایاب تھے۔

آپ کے علم حدیث میں سلف امت، قرآن مجید کی تفسیری نکتہ آفرینی میں امام رازی جملہ مذاہب پر عبور میں امام ابن حزم، علم تاریخ میں امام طبری وغیرہ اور تبلیغ حق میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی جھلک نظر آتی ہے۔

آپ کی ساری زندگی خدمت خلق اور تبلیغ حق میں گزری ہے۔

آپ عدالت میں مظلومین کی دادرسی بھی کرتے اور طالبان علم کو اپنی تصانیف لطیفہ سے بہرہ ور بھی کرتے۔ ملک کے اطراف و اکناف میں جہاں کہیں تبلیغ اسلام کے لیے اجتماعات ہوتے آپ کو نہایت اعزاز سے مدعو کیا جاتا تھا۔ آپ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوصف وہاں شرکت فرماتے اور مختلف موضوعات پر خالص علمی روشنی میں ایسی تقاریر ارشاد فرماتے کہ دنیا عش عش کر اٹھتی۔

آپ کی تقریروں اور خطبوں میں، اسلام، اسلام کے فضائل، اسلام کی عالمگیریت اسلام اور دیگر مذاہب باطلہ کا مقابلہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عامہ ایسے اہم موضوعات ہوتے تھے۔ جب بیان فرماتے تو بحر بے کنار بہتا نظر آتا۔ عوام و خواص

برابر محفوظ ہوتے تھے۔

مرحوم قاضی صاحب کے بعض خطبات کو افادہ عام کے پیش نظر بعض تبلیغی اداروں نے علیحدہ علیحدہ بھی طبع کیے۔ اور آپ کی حیات مبارکہ میں بھی طبع ہوئے۔

زیر نظر کتاب رسائل عشرہ وہی خطبات ہیں جن کے عنوانات ۱ مذہب اہلحدیث ۲ اہلحدیث کے فرائض تبلیغ اسلام ۳ اصول تبلیغ ۵ کیا اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ۶ الاسلام فی الہند ان خطبوں میں قاضی صاحب نے تاریخی معلومات کے دریا بہائے ہیں کہ بڑی بڑی تاریخ کی کتابوں میں ملنے مشکل ہیں۔

(۷) پیام اسلام (۸) فضائل اسلام (۹) خطبہ صدارت (یہ خطبہ آپ نے آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے پندرھویں سالانہ جلسہ آگرہ ۳ رجون ۱۹۲۶ء کو پڑھا۔ اس خطبہ کو حاضرین نے نہایت توجہ سے سنا اور جماعت میں بہت پسند کیا گیا)

۱۰۔ تعریف مسلم

یہ خطبات پہلے علیحدہ علیحدہ طبع ہوتے تھے۔ بعد ازاں مولانا عبدالمجید سوہدروی ؒ نے رسائل عشرہ کی صورت میں طبع کرائے اور ختم ہو گئے۔ چونکہ یہ رسائل بے بہا علمی حقائق و معارف کا ایک گنجینہ ہیں اس لیے ضرورت تھی کہ انہیں طبع کرایا جائے۔

اللہ تعالیٰ کی خاص نوازش ہے کہ اب کی بار ان رسائل کی طباعت کی سعادت "المکتبۃ الاثریہ" کو حاصل ہو رہی ہے۔ ضرورت تھی کہ ایسی مایہ ناز کتاب کی طباعت عام ہوتی لیکن کاغذ کی مہنگائی کے پیش نظر بہت قلیل تعداد میں طبع کی جا سکی۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

طالب دعا

عبدالشکور اثری (سانگلہ ہل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
واُصلّی علی رسولہ الکریم

مذہب اہل حدیث

یہ علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب مرحوم کا وہ خطبہ صدارت ہے جو آپ نے انجمن خادم المسلمین اہل حدیث بٹالہ کے دوسرے سالانہ جلسہ پر ۲۹ نومبر ۱۹۲۹ء کو پڑھا تھا۔ اس میں آپ نے اہل حدیث کے اُصولی مسائل نہایت وضاحت سے بیان فرمائے ہیں اس لیے ناظرین کو یہ خاص توجہ سے پڑھنا چاہیے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَحْمَدُہٗ وَھُوَ الْمَحْمُوْدُ اَبَدًا اَبَدًا۔ وَاَسْتَعِیْنُہٗ وَ ھُوَ الْمُنْعِمُ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ مُؤَیِّدًا۔ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، اِلٰھًا وَاحِدًا اَحَدًا۔ فَرْدًا صَمَدًا۔ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ نَبِیٌّ مَا ضَلَّ وَمَا غَوٰی، وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی۔ فَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَخُلَفَائِہٖ وَاَصْحَابِہٖ صَلٰوۃً دَائِمًا سَرْمَدًا۔

اَمَّا بَعْدُ! معشر المسلمین و بزرگانِ بٹالہ! آپ کے پریذیڈنٹ انجمن جناب شیخ دین محمد صاحب کا خط مجھے ملا جس میں انھوں نے بسبیل تذکرہ مجھے اطلاع دی تھی کہ وہ فلاں فلاں مضامین کو اپنی انجمن کے لیے انتخاب کرتے ہیں۔ اور علماء سے درخواست کرنے

والے ہیں کہ انہی مضامین پر ان کے مواعظ اور تقریریں ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے اصولی مسائل کو بھی لیا ہے، اور ان مسائل کو بھی جن کے متعلق اہل حدیث کو مناظرات کرتے پڑتے ہیں، یا اہل حدیث سے مناظرات ہوتے ہیں۔

میں انہی مضامین کے متعلق اپنے خطبہ میں مختصراً عرض کروں گا۔

اوّل توحید

اسلام کا سب سے بڑا مسئلہ توحید ہے۔ اور جب سے اسلام نے مسئلہ توحید کو دلائل و براہین بینہ کے ساتھ ظاہر کر دیا ہے تب سے دنیا کے تمام ادیان و مذاہب نے اسے قبول کرتے ہوئے یہ کوشش شروع کر دی ہے کہ وہ بھی اپنے مذاہب کے اندر توحید کا موجود ہونا ثابت کریں۔

ایک مورتی پوجنے والا اور ایشر کو کبھی انسان، کبھی شیر، کبھی کچھوا وغیرہ کی شکل میں مجسم ماننے والا بھی اب اپنی مورتیوں کو صرف ابتدائی تصور قائم کرنے کا ذریعہ بتانے لگا ہے۔ اور ان مورتیوں کو خود ایشر بتانے سے انجمن عالم کے سامنے رُک جاتا ہے۔

وہ عیسائی جو باپ قدیم، بیٹا قدیم، روح القدس قدیم۔ خدا قادر مطلق " اور روح قادر مطلق ہونے کا راگ کنیسہ میں الاپتا ہے، وہ بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ مسیحؑ نے اپنی رات نماز اور دعا میں پوری کر دی تھی۔ اور مسیح نے صلیب پر چڑھائے جانے کے وقت بھی "ایلی ایلی لما سبقتنی" کو بآواز بلند کہا تھا۔

"اے اللہ! اے اللہ! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا"۔

آج پراٹسٹنٹ اس عقیدہ سے اپنی برأت ظاہر کرتے ہیں جو رومن کیتھولک

کا ہے۔ اور آج یونی ٹیرین اس اعتقاد سے اپنے آپ کو بری ظاہر کرتے ہیں جو پراٹسٹنٹ کا ہے ۔ یہ تغیر توحید اسلام کے فیضان کا نتیجہ ہے۔

مہاتما گوتم کو ارہم کہنے والے بھی رُک گئے ہیں۔ اور اسے بودھ (بیدار یا روشن رواں) کہنے پر اکتفا کرنے لگے ہیں۔

ثنویہ کے نزدیک اگرچہ یزدان و اہرمن کی جنگ ہنوز جاری ہے تاہم یزدان کے درجہ کی برتری ان میں بھی مسلم ہو گئی ہے۔

دہریہ اگرچہ خدا کے نام کا منکر ہے لیکن وہ علۃ العلل کے نام سے ان صفات الٰہیہ کا انکار نہیں کر سکتا جو اس کے حی القیوم ہونے کے لیے ضروری ہیں۔

برہمو سماج، کبیر پنتھی، دادو پنتھی بھی توحید کے راگ گایا کرتے ہیں۔ آریہ بھی تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو مختصر کرتے کرتے تین کو قدیم بالذات کہنے تک پہنچ گئے ہیں۔ اور معہذا سرب شکتی مان وغیرہ الفاظ کا مصداق صرف ایک ہی کو بیان کرتے ہیں۔ اقوام ادیان کا توحید کی طرف یہ شوق، یہ ارتقا یقین دلاتا ہے کہ وہ ایک روز ضرور "اسلامی توحید" کی نعمت تک بفضلہٖ تعالیٰ فائز ہو جائیں گے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ان قوموں نے توحید خالص تک پہنچنے کے لیے ایک لمبا نصاب طے کرنا ہے۔

اسلام کی توحید صرف وحدت عددی ہی پر ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ اسلام توحید فی الذات، توحید فی الصفات، توحید فی العبادت، توحید فی الاستعانت، توحید ربوبیت، توحید خالقیت، توحید مالکیت، توحید فی العلم، توحید فی القدرت کے اسباق بھی سکھلاتا ہے۔ اور جب تک اس سارے نصاب تعلیم کو ختم نہ کر لیا جائے

اس وقت تک مسئلہ توحید کی تکمیل نہیں ہوتی۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّنِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا "یقین کرو کہ میں ہی اللہ ہوں، میں ہی معبود ہوں اور کوئی معبود نہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ ہر ایک نبی و مرسل کی تعلیم اللہ تعالیٰ ہی کی الوہیت اور استحقاق عبادت کا یقین دلانا تھا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ	آپ سے پہلے بھی جتنے رسول آئے ان کو ہم نے
رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ	یہی وحی بھیجی کہ میں ہی معبود ہوں میرے سوا اور
لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (الانبیاء)	کوئی معبود نہیں لہٰذا تم میری ہی عبادت کرو

(۳) فرمایا:

هُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ	وہی اللہ ہے، وہی معبود ہے اور کوئی نہیں۔
الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ وَ	کمال اور جمال اور جلال کے صفات کا مالک
لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝	ازل سے ابد تک وہی ہے۔ اسی کا حکم چلتا
(قصص)	ہے اور اسی کی جانب سب کو لوٹ کر جانا ہے

(۴) فرمایا:

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ	اللہ واحد کے سوا جو سب پر حکمران ہے اور
الْقَهَّارُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ	کوئی معبود نہیں۔ وہی آسمانوں اور زمینوں
الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ	اور ان کی درمیانی مخلوق کا پروردگار ہے، وہی
الْغَفَّارُ ۝ (ص)	قدرت اور غلبہ والا ہے اور وہی گناہوں
	کو معاف کرنے والا ہے۔

(۵) اس سورہ مبارکہ میں جسے نماز پڑھنے والا ہر روز کم از کم چالیس بار ضرور پڑھ لیتا ہے، بندہ کو یہ عرض کرنے کی تعلیم دی گئی ہے:

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ	ہم سب خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور
نَسْتَعِیْنُ ۝	ہم سب خاص تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

سورۂ یوسف میں ہے: وَھُوَ الْمُسْتَعَانُ "اسی کی مدد کی آرزو رہتی ہے، اور وہی مدد دیتا ہے۔

عبادت اور استعانت ہی کی ذیل میں مندرجہ ذیل امور آجاتے ہیں: استعانت، دعا، قسم، ذبح، نذر وغیرہ غایت احتقار، سجدہ، رکوع، یا قیام بشکل نماز۔ یہ سب اللہ ہی کے لیے خاص ہیں۔ اس کے سوا اور کسی کو یہ استحقاق نہیں۔

توحید فی العلم کی آیات پر غور کرو:

(۱) وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ	غیب کے خزانے اسی کے پاس ہیں، ان کو اللہ
لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ، وَیَعْلَمُ مَا	کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اسی کو ان سب اشیاء
فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ، وَمَا تَسْقُطُ	کا علم ہے جو میدانوں اور سمندروں میں ہیں
مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ	درخت کا پتہ بھی ٹوٹتا ہے تو وہ اسے
فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ	جانتا ہے۔ زمین کے تاریک مقامات میں
وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ	اگر کوئی دانہ بھی پڑا ہے یا کوئی رطب یا بس
مُّبِیْنٍ ۝ (انعام)	شے موجود ہے تو وہ اس روشن کتاب میں موجود
(۲) اَللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰی	اللہ کو علم ہے کہ ہر ایک مادہ کا حمل کیا ہے
وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ	ارحام کا سکڑنا، بڑھنا اس کے علم میں ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ۔ اس کے ہاں ہر شے کی مقدار معلوم ہے
عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ ۔ جو چھپی کھلی کو جانتا ہے۔ وہی برتر و بلند تر
الْمُتَعَالِ ۔ (رعد۔ ع ۲) ہے۔

توحید فی التدبیر کی آیات :

(۱) يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ۔ (سجدہ) آسمان سے زمین تک کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے۔

(۲) يُدَبِّرُ الْأَمْرَ وَيُفَصِّلُ الْآيٰتِ ۔ (رعد) ہر معاملہ کی تدبیر کرتا ہے اور اپنی آیات کو کھول کھول کر بتاتا ہے۔

توحید فی الملک کی آیات :

(۱) أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۔ (بقرہ) اے انسان! کیا تجھے خبر نہیں ہوئی کہ آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔

(۲) مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ (آل عمران) ساری سلطنت کا مالک تو ہے۔ جسے تو چاہے ملک دے جس سے تو چاہے ملک چھین لے۔ جسے چاہے عزت بخشے جسے چاہے ذلیل۔ بہبودی کی سب اقسام تیرے ہاتھ میں ہیں۔

(۳) تُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں۔ اور زندہ سے بے جان کو نکالتا ہے اور بے جان سے زندہ کو نکالتا ہے اور

مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

دوم، شرک اور ردّ شرک

جب اللہ تعالیٰ کی صفات کو کسی مخلوق میں ثابت کیا جاتا ہے، یا کسی مخلوق کی صفات کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں بتایا جاتا ہے تو اسے شرک کہتے ہیں۔ جب کسی اور کو خالقیت یا رازقیت یا تدبیر ارض وسما میں اللہ تعالیٰ کا ساتھی بنایا جائے۔ یا جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کی جائے، یا اسے استعانت دہندہ سمجھا جائے یا اس کے نام کی ندا اسے حاضر ناظر سمجھ کر کی جائے، یا اس کے علم وقدرت اور اختیار کو اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت واختیار کے برابر سمجھا جائے یا اس سے دعا مانگی جائے یا اس کی نذر مانی جائے، تو یہ سب شرک کے اقسام ہیں۔ رد شرک کے متعلق آیاتِ ذیل پر غور کرو:

(۱) إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِن يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ (حج۔ع۔۱۰)

جو لوگ اللہ کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں وہ تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کرسکیں گے۔ خواہ سب کے سب مل کر ایسا کرنا چاہیں۔ اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے جائے تو اسے چھڑا بھی نہ سکیں گے۔ طالب بھی ضعیف اور مطلوب بھی ضعیف۔ ان لوگوں نے اللہ کی قدر کو اس کی قدر کے موافق سمجھا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا اور غلبہ والا ہے۔

(۲) وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝

(سورہ فاطر۔ آیت ۱۴)

یہ لوگ جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ تو اس چھلکے کے بھی مالک نہیں جو کھجور کی گٹھلی پر ہوتا ہے۔ اگر یہ لوگ ان کو پکاریں تو وہ اس دعا و پکار کو نہ سنیں گے۔ اگر سن بھی لیں تو تمہاری فریاد رسی نہ کر سکیں گے اور قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کریں گے۔ اے انسان! تجھے خبیر (اللہ تعالیٰ) کے برابر اور کوئی بتا بھی نہیں سکتا۔

(۳) وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝

جس روز ہم ساری مخلوق کو جمع کریں گے تو شرک کرنے والوں سے کہیں گے کہ تم بھی اور وہ بھی جن کو شریک بنایا گیا یہاں ٹھہرو۔ پھر دونوں کو الگ الگ کیا جائے گا۔ اس وقت وہ جن کو شریک بنایا گیا تھا اپنے شرک کرنے والوں سے کہیں گے کہ تم تو ہماری عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔ ہاں اللہ تعالیٰ ہمارے تمہارے درمیان شہادت کے لیے کافی ہے۔ کہ ہم کو تمہاری عبادت کی کچھ خبر نہیں۔

قرآن پاک میں اثبات توحید اور رد شرک کی آیات سینکڑوں ہیں۔ اس لیے میں مندرجہ بالا آیات ہی پر اقتصار کرتا ہوں۔

سوم، سنت و بدعت

سنّت وہ طریق ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بہ تھا، یا جس پر حضورؐ کے سامنے عمل کیا جاتا تھا۔ یا جس کے کرنے کا حکم حضورؐ نے کسی کو دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین کا معمول بہ بھی اسی لفظ سنت میں داخل ہے۔

بدعت کی تعریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی ہے:

مَنْ اَحْدَثَ فِی اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔

جو کوئی شخص ہمارے دینی کام میں کوئی بات نکالتا ہے جو اس دینی کام میں پہلے سے موجود نہیں وہ نئی بات مردود ہے۔

صاحبان! لوگوں نے بدعت کی تعریف میں بھی تازہ بدعت کی ہے اور اس کی تقسیم بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کہہ کر اور پھر کسی بدعت کو حسنہ جان کر اس پر عملدرآمد جائز سمجھ لیا گیا ہے۔ اس بارہ میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد لکھ دینا کافی ہوگا:

"سنت مرضیٔ رحمان است و بدعت مرضیٔ شیطان است۔ مرضیٔ شیطان را با حسنہ چہ کار۔"

بدعت کے متعلق شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ "الصباح الحق الصریح" قابل دید ہے اور التماس ہے کہ اُس کا مطالعہ ضرور کیا جائے۔

چہارم، اتباع و تقلید

لفظ اتباع اور اس کے مشتقات کا قرآن مجید میں ۹۲ مقامات پر استعمال فرمایا گیا ہے۔ تبع کے معنی پیروی ہیں۔ تبیع بکری کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو ماں کے پیچھے پیچھے لگا رہتا ہو۔ جس شفقت سے ماں بچہ کو ساتھ ساتھ لیے پھرتی ہے، اور جس محبت سے بچہ ماں کے ساتھ لگا رہتا ہے پیروی رسول صلعم میں بھی وہی شفقت، وہی محبت، وہی خلوص مقصود ہے۔ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ (ترجمہ اسے ہمارے رب! ہم ایمان رکھتے ہیں تیرے نازل کردہ کلام پر، اور ہم نے پیروی اختیار کرلی ہے تیرے رسول پاک صلعم کی، لہٰذا ہمارا نام سچی شہادت دینے والوں کی فہرست میں لکھ لیا جائے۔

لفظ تقلید اور اس کے مشتقات میں سے کسی مشتق کا ذکر قرآن مجید میں کسی ایک مقام پر بھی نہیں ہوا۔ اور اسی طرح اس لفظ کا استعمال سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر نہیں ہوا۔ یہی فرق ہر دو الفاظ کی حیثیت ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے۔

تقلید کے لغوی معنی کسی حیوان گھوڑے، اونٹ وغیرہ کی گردن میں پٹہ پہنا دینا ہے انہی معنی میں ہے قَلِّدُوا الْخَيْلَ وَلَا تُقَلِّدُوْهَا الْاَوْتَارَ۔

پنجم، مذہب اہل حدیث

اہلحدیث کا مذہب وہی ہے جو خلفائے راشدین کا تھا۔ اہلحدیث کا مذہب

وہی ہے جو انصار اخیار کا تھا۔ اہل حدیث کا مذہب وہی ہے جو اصحاب بدر و اُحد کا تھا۔ اہل حدیث کا مذہب وہی ہے جو مبائعین بیعت رضوان کا تھا۔ اہل حدیث کا مذہب وہی ہے جو تابعین و تبع تابعین کا تھا۔ اہل حدیث کا مذہب وہی ہے جو ائمۂ دین کا تھا۔ اہلحدیث کا مذہب وہی ہے جو محدثین کرام کا تھا۔

(۱) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول صلعم کی اطاعت کرو اور اپنے صاحبان حکم کی۔ پھر اگر تمہارا آپس میں جھگڑا ہو جائے تب جھگڑے کو اللہ اور رسول صلعم کی طرف لے جاؤ اگر تم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ ایسا کرنا تمہارے لیے بہتر ہے اور اچھی حقیقت (یا انجام) ہے۔

(نساء، ع ۸)

اُولی جمع ہے ولی کی، اور اس کے ترجمہ میں "صاحبان" حکم لکھا گیا ہے، ائمۂ تفسیر میں سے بعض نے اولی الامر اسلامی حکام کو تبلایا اور بعض نے مسلمانوں کے اماموں کو۔ ترجیح قول آخر کو ہے۔ یہ لفظ ثابت کرتا ہے کہ اہل اسلام میں ایسے بزرگ بھی ہوں گے جن کی اطاعت تحت اطاعت رسول صلعم کی جائے۔ یہ لفظ ثابت کرتا ہے کہ مومنین کا ایسے بزرگوں کے ساتھ کسی مسئلہ پہ تنازع کرنا صحیح ہوگا۔ یہ لفظ ثابت کرتا ہے کہ اُس تنازعہ کے فیصلہ کی صورت یہی ایک ہے کہ امام و ماموم دونوں اپنے دلائل کو رسول صلعم اور اللہ تعالیٰ سے فیصلہ کرالیں۔

کیونکہ اطاعت مستقل اللہ کے لیے ہے یا رسول صلعم کے لیے۔ اور اسی لیے آیت میں اسم پاک اللہ سے پیشتر اطیعوا موجود ہے اور اسم پاک رسول سے پیشتر بھی لفظ اطیعوا موجود ہے۔ لیکن اُولی الامر سے پیشتر بار سوم لفظ اطیعوا کو نہیں دہرایا گیا۔ بلکہ صرف واوٴ عطف موجود ہے۔

بس یہی مذہب اہلحدیث ہے۔ اسی آیت کے تمسک سے بڑھیا عورتیں اور اعرابی اور باروی بھی ایک خلیفہ راشد کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے اس فعل کو نہ تو خود امیر المومنین اور نہ دیگر مجمع مسلمین چشم منکر سے دیکھتا تھا۔

(۲) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى	نہیں، نہیں۔ تیرے رب کو اپنی ذات کی قسم
يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ	ہے کہ یہ لوگ مومن نہ بنیں گے جب تک کہ اپنے
ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا	باہمی اختلافات میں تجھے حکم نہ بنا لیں گے۔
مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا	(ب) اور پھر تیرے فیصلہ سے دل میں ذرا
(نساء - ۹۶)	تنگ نہ ہوں گے (ج) اور جب تک کہ اسے
	پوری طرح سے تسلیم نہ کریں گے۔

آیت اوّل میں صاحبانِ امر اور مومنین کے باہم اختلاف کا ذکر ہے۔ آیت دوم میں عام اختلافات مومنین کا ذکر ہے۔ اس دوسری آیت میں تین امور کو بطور شرطِ ایمان بیان فرمایا گیا ہے۔ اور پھر ان شروط میں سے کسی ایک شرط کے نہ پائے جانے کی صورت میں ان لوگوں کے ایمان ہی کی نفی کر دی گئی ہے۔

شرط اوّل اختلافی مسئلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حَکَم اور حاکم تسلیم کرنا ہے۔
شرط دوم حضور کے فیصلہ سے دل میں ذرا سی بھی کدورت کا پیدا نہ ہونا ہے۔

شرط سوم اس فیصلہ کو کامل رضا جوئی کے ساتھ انشراح صدر سے مان لینا ہے یہی مذہب اہلحدیث ہے۔

(۳) یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۔

ان کی دعا یہ ہے کہ اے ہمارے رب ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ایمان میں ہم سے سبقت والے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کوئی کینہ کپٹ باقی نہ رہنے پائے۔ اے رب تو بڑی شفقت اور رحم والا ہے۔

اسی آیت پر عمل کرنا اہلحدیث کا مذہب ہے۔

ششم، ضرورتِ حدیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ابتدائے عہد نبوت سے لے کر آج تک جملہ فرق و مذاہب اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث الرسول صلعم کی ضرورت مسلمہ ہے۔ ضرورتِ حدیث سے خوارج وغیرہ نے بھی کبھی نہیں انکار کیا۔ رہا فرقہ اہل السنت والجماعت (جو اہل ظواہر و اہل حدیث و حنفیہ، مالکیہ و شافعیہ و حنبلیہ کا جامع ہے) وہ ضرورت حدیث کو دل و جان سے تسلیم کرتا ہے۔

ان مسائل میں بھی جن پر ابواب فقہیہ مشتمل ہیں حدیث کی ضرورت ہے اور ان جملہ علوم شرعیہ میں بھی جو ابواب فقہ کے علاوہ ہیں حدیث کی ضرورت ہے۔ معجزات، غزوات و سرایا و سیرت الرسول، مکارم اخلاق، محاسن اعمال اور اوراد و اذکار

اور اثبات توحید، اثبات نبوت، دلائل حشر و نشر، جنت و نار کا بیان، موازینِ اعمال اور فضائل اعمال کا ذکر، جملہ علوم مابعد الطبیعیہ، تزکیۂ باطن، تصفیہ قلب، تنویر روح کے وسائل سب کے سب علم الحدیث کے محتاج ہیں۔ امراض قلوب اور ان کی شناخت اور ان کے معالجات روحانی کا مدار حدیث پر ہے۔ مراتب اخلاص و صدق اور منازلِ قرب و رضوان کا بیان علم الحدیث ہی پر موقوف ہے۔ الغرض سرمہ بصارت ایمان حدیث ہے اور ضیاء دیدۂ ایقان حدیث ہے۔

ہندوستان کی کسی اسلامی درس گاہ میں چلے جاؤ نصاب تعلیم میں کتب حدیث کا درس ضرور شامل ہوگا۔ دیوبند، سہارن پور، ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعہ ملیہ دہلی وغیرہ سب جگہ درس حدیث کا جدا ہونا پایا جائے گا۔

ہاں حدیث کی اس لیے ضرورت ہے کہ حدیث کے بغیر فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ پر عمل نہیں ہوسکتا۔ ہاں، حدیث کی اس لیے ضرورت ہے کہ مِمَّا قَضَيْتَ کی کیفیت حدیث کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتی۔ ہاں، حدیث کی اس لیے ضرورت ہے کہ "تحکیم رسول پاک" کا حال حدیث کے بغیر منکشف نہیں ہوتا۔ ہاں حدیث کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ (نساء، ع ۱۵) کی تحت میں کیا فیصلہ فرمایا اور آیت لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ کی تحت میں کلام منزل کی تبیین کیا فرمائی۔

یہ حدیث پاک ہی ہے جس کے اسماء الرجال نے دنیا کے جملہ مذاہب کو نظیر پیش کرنے سے عاجز کر دیا ہے۔ یہ حدیث پاک ہی ہے جس نے ہر ایک مبتدع کی ہوا و ہوس کو خاک میں ملا دیا ہے۔ یہ حدیث پاک ہی ہے جو اہل علم کی وسعت یا کمی معلومات کا فیصلہ

کرتی ہے۔

حیاتِ مسیح ۔ نبوّتِ قادیانی ۔ الہاماتِ مرزا

ان ہر سہ مسائل پر مجھے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ان مسائل پر اور ان سے بھی بڑھ کر دیگر مسائل متعلقہ مرزا صاحب پر میں اپنی کتابوں غایتُ المرام، تائیدُ الاسلام مرزا اور نبوت میں بہت کچھ لکھ چکا ہوں۔ اور یہ کتابیں اس وقت شائع کی گئیں جب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب فاضل بٹالوی (اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ) ہی اس میدان کے مرد تھے۔ اب تو ہم میں ایسے ایسے بزرگوار موجود ہیں جو ان مسائل کے متعلق متعدد کتب مفیدہ کے مصنف ہیں اور جنہوں نے متعدد مناظرات میں علَمِ امتیاز بلند کیا ہے۔

ہفتم، تناسخ

ہندو جاتی بالاتفاق اس مسئلہ کو مانتی ہیں۔ لیکن اس مسئلہ کا ثبوت آج تک وید کی شرتی سے پیش نہیں کیا گیا۔ جو کوئی اس مسئلہ کا مدعی ہو۔ اول تو اس کو اپنے دعویٰ کا ثبوت بھی پیش کرنا چاہیے۔ جواب کا موقعہ ثبوت ادعائے کے بعد ہوتا ہے۔

اہل تناسخ سے میں عرض کرتا ہوں کہ کیا انہوں نے سپرچولزم کا مطالعہ بھی کیا ہے؟ یہ علم اب تمام یوروپ اور امریکہ کے فلاسفروں، پروفیسروں اور عالموں کو بقائے روح کا قائل بنا رہا ہے۔ منکرین اور مادہ پرستوں کو ہستی باری تعالیٰ کا یقین دلا رہا ہے ان لوگوں کے تجربات اور مشاہدات نے تناسخ کو ایک طفلانہ خیال ثابت کر دیا ہے۔ لازم ہے کہ اہل تناسخ اوّل ان کے مشاہدات کے بطلان کی طرف قدم اُٹھائیں۔ علمائے

اسلام کے دلائل و براہین تو ان سے بھی اعلیٰ ہیں انہیں پھر کسی وقت ٹھنڈے دل سے سن لینا۔

ہشتم، نکاح آریہ

میں اس پر کچھ کہنا نہیں چاہتا۔

نہم، الہام وید

اگر وید الہامی ہے تو کسی مسلمان کو پرخاش کی ضرورت نہیں مسلمان توراۃ و زبور و انجیل کو آسمانی کتب تسلیم کرتے ہیں اور بایں ہمہ اس کا کوئی ضرر و نقصان ہمارے معتقدات کو نہیں پہنچتا۔ کیونکہ قرآن مجید کی برتری اس تفضیلت سے آشکارا ہے۔

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا (فرقان ع ۳)

الہامی کتابوں والے، آسمانی کتابوں والے حقائق علمی معارف روحی کا کوئی مسئلہ اپنی کتاب سے نکال کر دکھلائیں اور پھر دیکھ لیں کہ وہی مسئلہ قرآن مجید میں مکمل حقانیت اور خوب ترین تفصیل کے ساتھ موجود ملے گا۔

مسلمانوں کے نزدیک کسی کتاب کے الہامی یا آسمانی ہونے کے لیے ضروری شرط ہے کہ وہ خالص توحید سکھلانے والی ہو۔ خود اس کتاب میں منزل من اللہ ہونے کا ثبوت موجود ہو۔ جب ہم ۳۳ کروڑ ستاتنیوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ وید کو الہامی بھی کہتے ہیں۔ اور اس میں مورتی پوجن کا ہونا بھی ثابت کرتے ہیں تو اس کے مقابلہ میں بہت تھوڑی شہادتیں رہ جاتی ہیں جو وید کا مورتی پوجن سے پاک ہونا بیان کرتی ہیں۔

میں شیدایان وید سے باادب عرض کروں گا کہ وہ وید کا کوئی ایسا متفقہ مسئلہ

ترجمہ ہمارے سامنے پیش کردیں جو تمام ہندوجاتی کا مقولہ ہو جب تک وہ ایسا نہ کریں اس وقت تک ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ وید کی کوئی خدمت سرانجام نہیں دی گئی۔ اور دیگر مذاہب سے اس کے الہامی ہونے کا اقرار لینے میں قبل از وقت تعجیل کی گئی ہے۔

دہم، اعتراضات ستیارتھ و قرآن شریف

مولینا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب فاضل امرتسری کی کتاب حق پرکاش پڑھو۔ اس بارہ میں وہ کافی ووافی ہے۔

یازدہم، حالات حجاز

سلطان ابن سعود ایدہ اللہ بنصرہ کی سلطنت و امارت حجاز میں مستقل ہورہی ہے۔ امن عام قائم ہوگیا ہے۔ سلطان خانہ بدوش قبائل کو مستقل رہائش اختیار کرنے پر آمادہ کر رہا ہے۔ اسی سلسلہ میں کئی سو دیہات آباد ہو چکے ہیں، اطراف و جوانب کے مخالفین کم ہو رہے ہیں۔ فوج مضبوط ہے، ابھی خزانے بھرپور نہیں۔ اس لیے بہت سی تمدنی اصلاحات کا نفاذ تعویق میں ہے۔ سلطان معصوم نہیں۔ اس کی طرز حکومت میں بھی خامیاں ہوں گی، مگر سلطان کی حسن نیت اور روشن دماغی سے امید ہے کہ سب کی اصلاح رفتہ رفتہ ہو جائے گی۔ ہندوستان کے مسلمان اگر دعائے خیر سے یاد کرتے رہیں تو بہتر ہوگا۔

دوازدہم، ملک کے حالات حاضرہ

ممکن ہے کہ میں اس عنوان کے تحت میں سار دا بل کا ذکر کرنے لگوں یا ڈومینین

گورنمنٹ کا، یا وائسرائے کے اعلان کا، یا ہندوستان سے ملحق الحدود اسلامی سلطنت کابل کا۔ لیکن یہ وہ معاملات ہیں جن پہ روزنامہ انقلاب لاہور روز روز بصیرت افروز مضامین لکھ رہا ہے، حاضرین اس کا مطالعہ کیا کریں۔

ہاں، ایسے حالات حاضرہ بھی ہیں جن کی آواز خالص اسلامی انجمنوں کی طرف سے بلند ہونی چاہیے۔

(الف) از انجملہ مسلمانان پنجاب میں یہ رواج وبائے عام کی طرح پھیلا ہوا ہے کہ وہ بیٹیوں کو حصہ شرعی نہیں دیتے۔ اور جب عدالتوں میں جاتے ہیں تو نہایت بے باکی بلکہ بے حیائی کے ساتھ لکھوا دیتے ہیں کہ وہ رواج کے پابند ہیں اور شریعت کے پابند نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اہل حدیث میں بھی یہ مرض پایا جاتا ہوگا۔ میں اہل اسلام سے عموماً اور اہل حدیث سے (جن کی سٹیج پر یہ خطبہ پڑھا جا رہا ہے) خصوصاً عرض کروں گا کہ اس شعار کفر سے فوراً علیحدگی اختیار کریں، اور اس فریضہ کی ادائیگی میں جو کلام اللہ نے صحیح الفاظ میں ہم سب پر فرض کیا ہے کربستہ ہو جائیں۔

ان کو یہ شبہ نہیں کرنا چاہیے کہ بیٹی کے پاس جائیداد چلی جانے سے وہ گھاٹے میں رہیں گے۔ نہیں، ہرگز نہیں۔ اگر بیٹی اپنا حصہ لے جائے گی تو بہو اپنا حصہ ضرور آپ کے گھر میں لائے گی۔

عذر کیا جاتا ہے کہ اکثر مقامات پہ کاغذات بندوبست ایسا کرنے سے روک پیدا کر رہے ہیں اور اس لیے گورنمنٹ سے استدعا کرنی چاہیے کہ ہماری مدد کرے۔ میں نہیں سمجھتا کہ مسلمان کس کس کام کے لیے گورنمنٹ سے مدد مانگا کریں گے۔ ہبہ کا طریقہ کھلا ہوا ہے، اور دینے والے بیٹی کو بذریعہ ہبہ اس کا واجب حصہ دے سکتے

ہیں۔ اور جب دیگر ورثاء بازگشت بھی ایمان باللہ کی صفت سے رنگین ہو کر اس کاغذ پر دستخط کر دیں گے تو جھگڑا آئندہ پیدا نہ ہوگا۔

(ب) ازاں جملہ خاوند بیوی کے تعلقات ہیں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ مرد اپنی بیوی کی قدر نہیں کرتے اور اسے شریک زندگانی نہیں سمجھتے۔ حدیث صحیح میں ہے:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهٖ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيْ۔ — تم میں سے نیک وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ نیک ہے، اور میرا سلوک اپنے گھر والوں سے تم سب سے بہتر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب گھر میں آتے تو گھر والوں کو پہلے سلام کیا کرتے۔ اگر کبھی بڑی رات کے بعد حضور صلعم کا آنا ہوتا تو سلام آہستہ آواز سے فرمایا کرتے اس لیے اگر بیوی بیدار ہے تو سن ہی لے گی، اور اگر سو گئی ہے تو میری آواز سے اس کی نیند میں خلل نہ آئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں زن و شو کے تعلقات کو اس طرح ظاہر فرمایا ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ — بیویاں اپنے شوہروں کے لباس ہیں اور شوہر اپنی بیویوں کا لباس ہیں۔

لباس سے ہر ایک انسان کی تمیز و شعور کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ اس لیے وہی بیوی عقل و شعور والی ہے جو اپنے شوہر کے لیے باعث زینت و فخر ہو۔ اور وہی شوہر عقل و شعور والا ہے۔ جو اپنی بیوی کے لیے سبب عزت و آبرو ہو۔

لباس انسان کو گرمی سردی کی تکلیف سے بچاتا ہے۔ اس لیے وہی بیوی اچھی بیوی ہے جو دکھ سکھ میں اپنے شوہر کا ساتھ دے۔ اور وہی شوہر اچھا شوہر ہے جو بیوی کی حفاظت

گرم سرد زمانہ میں کرے۔

میں سب دختران اسلام سے درخواست کروں گا کہ وہ پاک صاف رہنے کی عادت اختیار کریں، اپنے گھر کو شوہر کی دلچسپی کا مقام بنائیں۔ جو آرائش بیوی اپنے شوہر کے لیے کرتی ہے اس پر اس کو ثواب ملتا ہے۔ اور جو آرائش مرد اپنی بیوی کے لیے کرتا ہے اس پر اس کو ثواب ملتا ہے۔

ہر ایک عورت کو اللہ تعالیٰ نے مرد کے مقابلہ میں نرم جسم اور نرم آواز عطا فرمائی ہے گویا قدرت نے ہر ایک بیٹی کو یہ سمجھایا ہے کہ وہ آہستہ بولے، اپنے خلق و عادت کو نرم بنائے۔ صبر و برداشت سے کام لے۔ اس طرح وہ اپنے شوہر پر قابو حاصل کر سکتی ہے۔

ہر ایک مرد کو اللہ تعالیٰ نے عورت کے مقابلہ میں مضبوط جسم عطا فرمایا ہے۔ گویا قدرتِ الٰہیہ ہر ایک مرد کو سمجھا رہی ہے کہ مشکل کاموں کو وہ خود کیا کرے اور اپنی بیوی کا سارا بوجھ خود برداشت کرے۔ اس طرح پر شوہر اپنی بیوی کا دل اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہے۔

مبارک ہے وہ گھر جہاں میاں بیوی پیار و محبت سے رہتے ہیں۔

اے دختران اسلام! آج سے اپنے اپنے دل میں عہد کرو کہ اپنے اپنے شوہروں کو اپنی خدمت سے، اپنے سلیقہ سے، اپنی نرمی سے خوش رکھا کریں گی۔

اور اے فرزندانِ اسلام! تم بھی غور کرو کہ تم نے تمام برادری کے سامنے اپنے احباب کے سامنے، اپنے بزرگوں کے سامنے بیٹھ کر بیوی کو بیوی بنانے کا اقرار کیا تھا۔ تمہارا قبضہ اپنی بیویوں پر اللہ تعالیٰ کے کلام اور اللہ تعالیٰ کے پاک حکم سے ہوا ہے۔ اس لیے اپنے عہد و پیمان کو یاد رکھو۔ مرد وہ ہے جو قول کا پورا ہے، جو اقرار کا سچا ہے۔

عورتوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ زیور یا لباس کی خاطر جس کا مہیا کرنا شوہر پر دشوار ہو، اپنے شوہروں کو تنگ نہ کیا کریں۔

اور مردوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ عورتوں کی دلداری کے لیے پوری کوشش کیا کریں۔

جب ان باتوں پر عمل ہو جائے گا تو ہمارے گھروں میں برکت نظر آئے گی۔ اللہ کی رحمت نازل ہوگی، اور میاں بیوی دونوں مل کر اسلام کی بہترین خدمت کر سکیں گے اولاد بھی نیک اور دیندار ہوگی۔

(۳) مسائل حاضرہ میں سے مسلمانوں کا افلاس بھی نہایت غور طلب ہے، افلاس کی وجوہات میں سے دو وجوہ سب سے بڑی ہیں۔

اوّل، مردوں کا کمائی سے جی چرانا۔ دوم، قرض اٹھانے میں دلیر ہونا۔

کاش، ہر ایک مرد اس امر کو سمجھ لے کہ حلال روزی کا حاصل کرنا اس پر فرض ہے۔ کاش، ہر ایک مسلمان اس بات کو ہر وقت، ہر لحظہ یاد رکھے کہ مسلمان کی شان مقروض ہونے سے بہت بلند ہے۔

ذرا غور سے سنیے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقروض مسلمان کے جنازے کی نماز خود نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اس سے زیادہ برائی قرض کی اور کیا ہوگی۔

مسلمانو! قرض لینے سے بچو اور اپنی سب ضروریات کو اپنی آمدنی کے اندر اندر پورا کرو۔ اب مجھے صرف ایک بات کہہ دینی ہے۔ وہی سب سے بڑی بات ہے، وہی راز کی بات ہے۔

ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اپنا رابطہ قلبی اللہ تعالیٰ کے ساتھ درست رکھے۔ رات کے آخری حصہ میں کم از کم ایک گھنٹہ ایسا نکال لے جب بندہ اپنے خالق، اپنے رازق

کے سامنے پورے خلوص اور پوری راست بازی سے حاضر ہو، دل کا سارا سچ، دکھ درد مالک سے عرض کرے، ہر ایک حاجت کا سوال کرے، دین و دنیا کی ہر ایک نعمت اُس سے مانگ لے۔ گناہوں کا اقرار کرے اور ان کی معافی کی درخواست کرے۔

ایسی عادت روزمرہ سے انسان خود بخود محسوس کرنے لگے گا کہ انسان کا دل روشن ہو رہا ہے، تیرگی اُٹھ رہی ہے، اور ہر ایک کام میں اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد اس کے شاملِ حال ہو گئی ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو تو ہی توفیق دے اور تو ہی صراطِ مستقیم کی ہدایت فرما۔ یا اللہ! ہمارا جینا، ہمارا مرنا تیرے لیے ہو۔ ہماری عبادتیں اور منتیں دل کی عاجزی اور دماغ کی ہمواری تیرے لیے ہو۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

صاحبان! شیخ دین محمد صاحب کے تجویز کردہ مضامین میں سے دو مضمون رہ گئے ہیں جن کی بابت میں نے اس خطبہ میں کچھ ذکر نہیں کیا۔ (۱) مسئلہ ختم نبوت (۲) مسئلہ تہذیبِ اخلاق۔ ان شاء اللہ ہر دو مسائل کی بابت زبانی تقریر گزارش کروں گا۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔

سلمان منصور پوری

فرائض اہل حدیث

یہ علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب مرحوم کا وہ خطبہ صدارت ہے جو آپ نے انجمن اہلحدیث جہلم کے دسویں سالانہ جلسہ پر ۲۲ دسمبر ۱۹۲۳ء کو ارشاد فرمایا تھا۔ اگرچہ اس میں مخاطب اہل حدیث کو کیا گیا ہے۔ مگر آپ نے فرائض (ذمہ داریاں) اور نصائح وہ ارشاد فرمائی ہیں جو تمام مسلمانوں کے لیے یکساں مفید ہیں۔ امید کہ اسے دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ اور عملی جامہ بھی پہنایا جائے گا۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاءُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ۔ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ عَلَيْهِ۔

بزرگان جہلم! آپ کا پروگرام دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ جلسہ کی صدارت کی عزت بھی مجھے ارزانی فرمائی گئی اور فرائض اہل حدیث کی توضیح پر خطبۂ افتتاحیہ کی توقع بھی

مجھ ہی سے کی گئی۔ بے شک یہ سوال تو اہم ہے اور ضروری بھی۔ مگر کاش کہ اس سوال کا مجیب کوئی اور ہوتا۔ جو شخص خود اپنی ہی اصلاح اور درستی میں غلطاں و پیچاں اور درماندہ و حیران ہو وہ دوسرے کو کیا بتائے اور کیا بنائے اور کیا سنائے۔

مزید برآں، رب العالمین کا یہ فرمان بھی دل ہلا دینے والا اور جملہ دعاوی خودنمائی کی کمر توڑ دینے والا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ؕ

اے ایمان لانے والو! وہ باتیں منہ سے کیوں نکالا کرتے ہو جن پر تمہارا عمل نہیں۔ اللہ کو سخت بیزاری ہے اس بات سے کہ کہا تو کرو اور عمل کچھ بھی نہ کیا کرو۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً[1] کا ارشاد موجود نہ ہوتا، اور اگر اس ارشاد کے ساتھ سرور کائنات، فخر موجودات کی یہ دعا بھی شامل حال نہ ہوتی جو حدیث پاک کے سنانے پہنچانے والے کے حق میں فرمائی گئی ہے، تو کم از کم مجھے تو یہ جرأت نہ ہو سکتی کہ میں آپ صاحبان کو آپ کے فرائض بتانے میں اپنی زبان کو جنبش دے سکتا۔ وہ حدیث پاک یہ ہے:

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَا فَاَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا۔

اللہ تعالیٰ اس بندے کو تر و تازہ رکھے جس نے میرا کلام سنا، پھر اسے اپنے دل میں محفوظ رکھا اور پھر اسے دنیا کے سامنے پیش بھی کر دیا۔ ٹھیک اسی کے مطابق جیسا کہ سنا تھا۔

صاحبان! حدیث بالا میں جو لفظ نَضَّرَ اللّٰهُ واقع ہوا اس کے معنی سمجھنے کے لیے قرآن پاک کی اس آیت پر غور فرمائیے:

---

[1] میری طرف سے تبلیغ کرتے رہو خواہ ایک ہی فقرہ (آیت) کی ہو۔

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ   اللہ نے ان لوگوں کو قیامت کی سختیوں سے بچایا
الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝   نیز ان کو نضرت و سرور بھی عطا فرمایا۔

معلوم ہوا کہ عطائے نضرت سے پیشتر یہ ضروری ہے کہ اس شخص کو گوناگون تکالیف روز محشر سے مصئون کر دیا جائے۔ مطمئن بنا دیا جائے اور بعد ازاں اسے ان نعم متکاثرہ سے سربلند کر لیا جائے جس کا چہرہ پر بھی نمایاں اثر ہو اور جس کی تاثیر دل میں بھی جانشین ہو۔ نضرت و سرور دو الفاظ کا اجتماع نعمت ہائے ظاہری و باطنی اور جسمانی اور روحانی پر حاوی ہے۔ ایک اور آیت ہے:

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ عَلَى   ابرار نعمتوں میں ہوں گے شاہانہ تخت پر جلوہ آرا
الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝ تَعْرِفُ فِيْ   دردلکش جلووں کے نظارہ فرما۔ ان کے چہروں
وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝   سے کامرانی و شادمانی نمایاں ہوگی۔ ان کا انعام
یافتہ ہونا ان کے دیدار سے آشکارا ہوگا۔

الغرض اس آرزو و تمنا نے کہ اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی حضور پرنور صلعم کی دعا کا حصہ دار بنا دے مجھے حوصلہ دلایا ہے کہ میں آپ کی استدعا کے مطابق چند سطور قلمبند کروں۔ اس اختصار کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ میرے اوقات گوناگوں مصروفیتوں سے لبریز ہیں۔ اور دوسری وجہ یہ کہ اپنے خطبہ فرائض (یعنی ذمہ داری) کو بالاستیعاب بیان کرنا دشوار بھی ہے۔

معشر مسلمین! فرائض اہل حدیث میں سے اولین فرض اور بالاتر از فرض خود حدیث پاک کی خدمت کرنا ہے۔

یہ آپ کو معلوم ہوگا کہ جملہ مؤرخین عالم کا دستور یہ ہے کہ جب وہ کسی مشہور اور

نامور ہستی کی لائف یا حیات پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں تو ان کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اس کی تقریر کے چند فقرات یا اس کی تحریر کا کوئی حصہ بھی اپنی کتاب میں ضرور درج کریں کیونکہ ایک شاعر یا مدح نگار کے الفاظ کی بہ نسبت جو حقیقت اصلیہ خود اس شخص کے الفاظ میں مرکوز ہوتی ہے اس کی شان ہی نرالی ہوتی ہے۔

مسیح علیہ السلام کے مشہور شاگرد جناب متی نے بھی اپنی انجیل لکھتے وقت اس مدعا کو پیش نظر رکھا اور چاہا کہ دنیا کے سامنے اس مقدس شخص کے الفاظ بھی پیش کر سکے۔ مگر اسے صرف ایک ہی فقرہ ملا جو یہ ہے:

ایلی ایلی لما سبقتنی۔ عربی الفاظ ہیں اگر ان کو تحویل کیا جائے تو یہ لفظ ہوں گے

الٰھی الٰھی لم سبقتنی ۔ اے خدا، اے خدا، تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ الفاظ حضور نے اس وقت فرمائے تھے جب ان کو صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس فقرہ کو جناب متی نے صرف اسی شوق کے پورا کرنے کی غرض سے کہ جناب مسیح کے چند الفاظ متبرکہ سے اس کی تصنیف مزین ہو جائے نقل کر دیا جائے۔ اور یہی ذوق و شوق بعد دیگر پادری صاحبان کو بھی اس امر پر مجبور کرتا رہا ہے کہ وہ اس انجیل کو ہر زبان کے ترجمہ میں بھی اس کو بعینہٖ نقل کرتے چلے آئے ہیں ان بیچاروں نے آج تک یہ غور نہیں کیا کہ سیدنا مسیح کے یہ اصلی الفاظ کیوں کر پادریوں کے مبتدع عقیدہ کفارہ کے لیے ضرر رساں ہے۔ بھلا غور تو کرو۔ کہاں یہ دعویٰ کہ حضور کو اللہ نے خود اس لیے بھیجا کہ وہ گنہ گاروں کا بوجھ اُٹھا کر ملعون ہو کر جہنم میں جا کر ان کی نجات کا سبب ٹھہریں چنانچہ اسی مقصد کو پورا کرنے کی غرض سے مسیح

آئے اور انہوں نے خوشی خوشی ان تمام ایذاؤں تکلیفوں کو برداشت کیا جو ظالم یہودیوں اور بت پرست رومی افسروں نے ان کو پہنچائی تھیں اور کہاں حضور کے یہ الفاظ کہ وہ ان حالات ناپسندیدہ سے متاثر ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کرتے ہیں اور ظالموں کی اس کامیابی کو اس امر کا نتیجہ قرار دیتے ہیں کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو چھوڑ دیا اور ان کی حفاظت اور صیانت سے منہ موڑ لیا ہے۔

خیر، میں دور جا نکلا۔ میرا مدعا یہ تھا کہ کسی بزرگ ہستی کے الفاظ کا محفوظ رکھنا اور ان کی نقل کرنا ابتدائے عالم سے ہر ایک اہل علم کے نزدیک پسندیدہ اور معمول بہ رہا ہے۔ اور اسی سنت قدیم کے احیاء کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عظیم ہے مَنْ سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا۔

لوگ کہتے ہیں کہ زمانہ رسالت میں حدیث لکھی نہ جاتی تھی۔ لیکن یہ فقرہ کن بزرگوں کو کہا جاتا ہے؟ کیا انہی کو جو ایک ایک رجز یا ایک ایک فقرہ موجز یا ایک ایک شعر برجستہ کو سن کر کہا کرتے تھے:

اُكْتُبُوْهَا عَلَى الْحَنَاجِرِ وَلَوْ بِالْخَنَاجِرِ۔ — اس کلام کو اپنی شہ رگ پر لکھ لو خواہ تم کو خنجر کے ذریعے سے لکھنا پڑے۔

کیا یہ فقرہ انہی لوگوں کے حق میں کہا جاتا ہے؟ جن کا مسلمہ اعتقاد شاعر نے اس شعر میں ادا کیا ہے ؎

علم در جلد خویش می باید
نہ کہ در جلد ہیش می باید

برادران دین! اول تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام معجز نظام جس پر حقیقتاً یہ مصرعہ

صادق آتا ہے ؎

سخن کاز دل آید بود دلپذیر

پھر سننے والے وہ لوگ جو اپنی یاد کے مقابلہ میں تحریر کی کوئی اہمیت نہ سمجھتے تھے۔ اس شبہ کی وقعت کیا رہ جاتی ہے۔

ہاں آپ اہل قانون سے دریافت کیجیے کہ کیا کوئی تحریری شہادت جو ڈیبنل مثل پر لائی جا سکتی ہے جب تک کہ اس کے ساتھ زبانی شہادت موجود نہ ہو؟ آپ کو جواب ملے گا کہ تحریری شہادت کو مثل پر لانے کے لیے تقریری شہادت کا ہونا لازمی ہے۔ اب معلوم ہو جائے گا کہ تقریری شہادت قانوناً کتنی باوقعت و اعلیٰ ہے۔ بعدازیں آپ مقدمات فوجداری پر اپنی توجہ منعطف کریں جہاں اکثر و بیشتر مقدمات حتیٰ کہ قصاص و حبس دوام کے مقدمات کا انفصال بھی زبانی شہادت پر ہی ہوتا ہے پس جب شہادت زبانی کا درجہ یہ ہے تو تعجب ہے کہ احادیث کی صحت پر حملہ کرنے والے کس سمجھ کے لوگ ہوتے ہیں۔

صاحبان! صحت روایات اور جمع روایات کے جو طریقے اور قواعد و ضوابط محدثین کرام نے مدون کیے ہیں۔ اور صحت روایت کی جانچ کے لیے جیسی اندرونی و بیرونی شہادت کی موجودگی کو لازم قرار دیا ہے۔ اگر ان متشککین کو اس کا علم ہو جائے تو ان کا جوش قطعاً ٹھنڈا ہو جائے۔ اور ان کو پتہ لگ جائے کہ وہ اب تک کن حقائق کا انکار کرتے رہے ہے۔

الغرض اہلحدیث کا اولیں فرض خود علم حدیث کی صیانت و حفاظت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارتحال کے بعد یہ فرض ہمیشہ ہی مہتم بالشان رہا ہے۔ لیکن

اس زمانہ میں بالخصوص ہماری ذمہ داری بڑھ گئی ہے۔ جبکہ علوم اسلامیہ سے خود مسلمان بھی غافل ہو گئے ہیں، اور جبکہ جہالت نے ان میں جمود پیدا کر دیا ہے۔ اور جمود نے ان کو خمود تک پہنچا دیا ہے۔

اہل حدیث کا دوسرا فرض اپنی زندگی سیرت نبی کریم صلعم کے ماتحت بنا دینا ہے

صاحبان! میں بار ہا یہ غور کیا کرتا ہوں کہ کیوں اہل حدیث کے مذہب کو اس ملک میں اس قدر کامیابی نہیں ہوئی جس قدر کہ ہونی ضروری تھی۔ دیکھا جاتا ہے کہ جب اس مذہب کو ان لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے ہیں جو حضورؐ کی محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں، پھر بھی کامیابی حسب توقع نہیں ہوتی۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس کی وجوہات مختلف ہیں اور از انجملہ ایک یہ بھی ہے کہ خود ہم نے اپنے اخلاق کو خلق محمدی کا تابع نہیں بنایا۔ اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کبریٰ کی حقیقت و غایت کو نہیں سمجھا۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔

یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو نرم خو بنایا۔ اگر آپ سخت دل اور کرخت خو ہوتے تب لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔

اس اظہار رحمت اور اعلام منت کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نعمت کے شکرانہ میں کیا کچھ کرنا چاہیے؟ ارشاد ہوتا ہے:

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔

(ترجمہ) لہٰذا آپ ان تین باتوں پر عمل کیجیے: (۱) ان کی خطاؤں اور گستاخیوں کو معاف

کر دیا کیجیے (۲) ان کی بخشش کے لیے دعا کیجیے (۳) کاروبار میں ان کو شریک مشورہ بنالیا کیجیے۔

صاحبان! غور فرمائیے کہ اگر اہل حدیث بھی ہر سہ امور بالا کو اپنے فرائض میں داخل کرلیں، اپنے بھائیوں کی نادانیوں کو شوخیوں اور گستاخیوں کو معاف کر دیا کریں۔ ان کی بخشش کے لیے رب العالمین سے دعا بھی کیا کریں تو کیسا شاندار نتیجہ نکلے۔

احد کا واقعہ یاد کرو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو پتھروں سے اور دانت سنگباری سے مضروب کیے جاتے ہیں۔ ضربات کی وجہ سے مغفر کی آہنی کڑیاں فرق اقدس میں کھب جاتی ہیں۔ بدن اور لباس خون سے لتھڑ جاتا ہے۔ بعض صحابہ نے موقعہ کی نزاکت کا خیال کرکے عرض کیا "حضور آج تو ان نافرمانوں کے لیے ضرور بددعا فرما دیجیے"۔ ایسی باموقعہ عرضداشت کے بعد کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے کہ فدائیوں کی چشمداشت یہ تھی کہ حضور پرنور صلعم بالضرور ان کی التماس کو منظور فرمالیں گے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور زبان مبارک سے فرمایا تو یہ فرمایا جو رحمۃ للعالمین کی شان بلند کے لیے شایاں تھا:

رَبِّ اهْدِ قَوْمِي إِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۔ اے رب، میری قوم کو ہدایت فرما دے ان کو علم نہیں

یہ دعا اپنا کام کر گئی۔ خالد جیسا جرنیل جس کے سر پر کفار نے فتح احد کا سہرا باندھا تھا نخوت فتح کو چھوڑ کر اور قائد عسکر قوم کے منصب سے منہ موڑ کر عاشقانہ وفدایانہ رنگ میں پا پیادہ چل کر مدینہ حاضر ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ قدر دانی فرمائی کہ اب اسے اسلامی عسکر میں رسالہ فوج کا جرنیل بنا دیا۔

ابوسفیان اموی احد میں جو کفار کو چڑھا کر لایا تھا وہ فتح مکہ کے دن داخل اسلام ہو گیا۔ علیٰ ہٰذا سینکڑوں اشخاص اس دعوت محمدیہ کی برکت سے مشرف بایمان ہوئے۔

اہل حدیث ایسا کر دیکھیں، ان شاء اللہ وہی کامیابی حاصل ہوگی جو متبعین رسول پاک صلعم کو حاصل ہونی ضروری ہے۔

فرائض اہل حدیث میں سے ہے کہ وہ تجارت پر توجہ کریں۔ اپنی وجہ معیشت کسی پاک اور طیب اصول پر قائم کرنا ضروری ہے۔ رزق حلال کی تلاش فرض ہے۔ اور جب کوئی انسان اپنی روزی کو طیب نہیں بناتا تو وہ لذت عبادت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اور قبولیت دعا سے مہجور ہو جاتا ہے۔ صحیح مسلم و ترمذی میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ	لوگو! اللہ پاک ہے اور پاک شے ہی قبول فرماتا
لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ	ہے۔ اللہ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو
الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ	انبیاء کو دیا۔ دیکھو! ایک آیت میں ہے اے
فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ	رسولو! پاک چیزیں کھایا کرو اور عمل صالح کیا کرو۔
كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا	دوسری آیت میں ہے "اے ایمان والو! اللہ
فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا	کے دیئے ہوئے رزق میں سے پاک چیزیں کھایا
كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ثُمَّ	کرو۔ بعد ازاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ	کہ کوئی شخص لمبا سفر کر کے آتا ہے۔ میلا کچیلا غبار
أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ	آلودہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے، یارب!
يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ	یارب کے نعرے لگاتا ہے۔ اور اس کا کھانا پینا

حَرَامٌ وَّمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَّغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ۔
لباس حرام کا ہوتا ہے، حرام کھا کر پلا ہے پھر ایسے شخص کی بات کیونکر قبول ہو سکتی ہے۔

اس حدیث سے اکل حرام کی برائی اور اکل حلال کی اہمیت بخوبی آشکارا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مکاسب و مطاعم میں سب سے بہتر کون سا کسب ہے۔ اس کا جواب یقیناً یہ ہے کہ "تجارت"۔

(۱) تجارت ہی وہ شے ہے جس کا احسان اللہ تعالیٰ نے قریش پر جتایا ہے۔
لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۔
قریش کو یاد کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گرمائی و سرمائی کاروانوں کے کامیاب بنانے میں ان کے اندر کیسے ایلاف و اتفاق کو مضبوط کر رکھا تھا۔

(۲) تجارت ہی کے لفظ کو ایمان کا مشبہ بہ ٹھیرا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ۔
خوش ہو جاؤ اس خرید و فروخت پر جو تم نے کی ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے اس قبولیتِ اعمال کو جو مخلصین کی جان نثاریوں کی درجہ افزائی کا موجب ہے اس اسلوب بدیع سے ظاہر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود کو مشتری ظاہر کیا اور مومنین کو بائع بنایا۔
اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔
اللہ نے مومنوں کی جانوں کو جنت کے عوض میں خرید لیا۔

(۴) مومنین کی اس سرگرمی کا ذکر فرمایا جو تجارت اور بیع کے اندر ان کو ہونی چاہیے۔ اس انہماک کا تصور دلایا جو مومنوں کو کاروبار خرید و فروخت میں سب سے بڑھ کر

ہونا چاہیے حتیٰ کہ صرف ذکر الٰہی ایک ایسی شے رہ جاتی ہے جو ان کے اس انہماک اور سرگرمی پر غالب آسکتی ہے۔ اور اس کے سوا کوئی شے بھی اہل ایمان کو مشاغل تجارت سے روکنے والی نہیں ہوسکتی۔ فرمایا:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ — وہ ایسے مردان خدا ہیں کہ تجارت اور خرید و فروخت ان کو اللہ کے ذکر سے دور نہیں کرسکتی۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے مومنین کے اس عہد و میثاق کا نام بھی جو انہوں نے حدیبیہ میں رسول اکرم و نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بانشراح صدر محکم کیا تھا بیعت ہی رکھا ہے اور صحابہ کو مبائعین کے نام سے نامزد فرمایا ہے اور اسی خرید و فروخت کے معاملہ کو تشکل فی الذہن فرمانے کے لیے يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ سے ان کو مشرف فرمایا ہے اور یہ غایت شرف ہے۔

(۶) سیرت النبی پر غور کرنے والے اور سنت نبویہ پر عمل کرنے والے کو جلد پتہ لگ سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ معیشت کے لیے محنت یا زراعت یا ملازمت کو اختیار نہیں فرمایا تھا بلکہ تجارت ہی کو پسند فرمایا تھا۔ کھلی تجارت بھی اور مضاربت بھی۔

لہٰذا اہلحدیث پر جو سنت نبویہ کے متفحص اور اس پر عمل کرنے کے شائق ہیں لازم ہوجاتا ہے کہ وہ تجارت کی طرف پورے ذوق و شوق اور پوری رغبت سے متوجہ ہوجائیں اہل حدیث کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ مقروض زندگی سے نفرت کرنا سیکھیں صحیح نسائی میں حدیث موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک جنازہ لایا گیا حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ وہ اس مسلم بھائی کا جنازہ ادا کریں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں گے۔ کیونکہ وہ قرض چھوڑ کر مرا ہے۔

معشر مسلمین! اس زمانہ کے قرض اور صحابہ کرام کے قرض بالکل قرض حسنہ ہوا کرتے تھے۔ قارض نے مقروض سے سود تو کیا لینا تھا، وہ قرض دہی پر نہ احسان جتایا کرتا اور نہ اس سے کوئی اخلاقی فائدہ حاصل کیا کرتا تھا۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے قرض کو بھی اتنا ناپسند فرماتے تھے جس کا اظہار مقروض کی نماز جنازہ کے ترک کر دینے سے فرمایا۔

کیا گمان کر سکتے ہیں وہ اہل اسلام اور وہ اہل حدیث جو حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے جان و مال قربان کر دینے کی آمادگی ظاہر کرتے ہیں، مگر اپنے آپ کو قرض سے سبکدوش کرنے اور بری الذمہ رکھنے کے لیے کوئی سعی نہیں کرتے۔ یہ حال تو قرض حسنہ کا تھا۔ رہ گیا سود والا قرض، اس پر طول طویل کلام کی ضرورت نہیں۔ حدیث پاک میں سود لینا اور سود دینا، دونوں برابر کے گناہ بتائے گئے ہیں۔ لہٰذا آیت ذیل دونوں پر صادق آتی ہے۔

فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ   اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ جنگ کا اعلان ہے

اہل حدیث کے فرائض میں سے ہے کہ وہ اسلام کے ارکان خمسہ میں کامل ہوں۔

(۱) اقرار شہادتین (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج۔ اگر کوئی بھائی صرف پہلے تین ارکان کا عامل رہتا ہے، اور زکوٰۃ و حج کے ادا کرنے کی نہ اُمنگ اپنے دل میں رکھتا ہے اور نہ اس مقصد عظمیٰ کے لیے کچھ تگ و دو، محنت اور کاروبار کرتا ہے تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ کس قدر نقصان میں ہے۔ اہل حدیث عقیدتاً ایک مکمل مسلم بننے کا شائق ہے لہٰذا اسے عملاً بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اہل حدیث کو سوال، بے کاری سے

دوسروں کی کمائی پر بھروسہ کرنے سے، اپنا بوجھ دوسرے بھائیوں پر ڈالنے سے بکلی پرہیز کرنا چاہیے۔ یہ خلاصہ ہے ان بیسیوں حدیث کا جو ان ابواب میں مروی ہوئی ہیں۔

اہل حدیث کے فرائض میں سے ہے کہ وہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بکثرت پڑھا کریں اور صلوٰۃ بر نبی پر مزاولت رکھیں۔ ترمذی میں بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضورؐ کا یہ ارشاد ہے:

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً۔ — قیامت کے دن سب لوگوں میں مجھے دوست تر وہ ہوگا جو سب سے زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا۔

اہل حدیث کے لیے میں کوئی تعداد وظیفہ کی مقرر نہیں کر سکتا۔ پڑھنے والا جس قدر محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ترقی کرتا رہے گا۔ اس کے ورد میں ترقی ہوتی جائے گی۔ اور پڑھنے والا جس قدر زیادہ ذوق و شوق سے پڑھنے کا التزام کرے گا اسی قدر اس پر حُبّ النبیؐ کا غلبہ و تسلط ہوتا جائے گا۔ حتیٰ کہ وہ محبت کے اسرار تک پہنچ جائے گا۔

محدثین عظام اور صوفیائے کرام کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ دربار الٰہی تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ اور محفوظ ترین راستہ صلوٰۃ بر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

شیخ الاولیاء، پیران پیر، سید الشیخ عبد القادر جیلانی الحسنی والحسینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَجَدْنَا مَا وَجَدْنَا مِنْ كَثْرَةِ الصَّلٰوةِ۔ — جو کچھ ہم کو ملا ہے وہ درود شریف بکثرت پڑھنے ہی سے ملا ہے۔

اہل حدیث اس امام الاولیاء کے اعتقاد و عمل کو سند مانتے ہیں اور ان کی تصنیفات کو سرچشمہ علم سمجھتے ہیں۔

اہل حدیث کے فرائض میں سے یہ بھی ہونا چاہیے کہ محلہ کی مسجد میں نماز صبح یا عشاء کے بعد گھنٹہ آدھ گھنٹہ حدیث کی تلاوت کی جائے۔ ایک صاحب کتاب کو سامنے رکھ کر پڑھیں اور باقی سب سنیں۔ عربی متن کے بعد اردو ترجمہ پڑھ دیا جایا کرے اور پھر ترجمہ کی تشریح میں زیادہ وقت صرف نہ کیا جائے حتیٰ کہ حدیث پاک کے ساتھ قلب کو خود ایک رابطہ پیدا ہو جائے اور فہم روشن و قلب منور ہو جائے اور باریک باریک نکات سمجھ میں آنے لگیں۔

اہل حدیث کے فرائض میں سے ہے کہ حدیث پاک کے مضمون کی صراحت میں جن بزرگان دین اور ائمہ مجتہدین کے اقوال کو بطور شرح بیان کیا جا سکتا ہے اس کا تذکرہ بھی کر دیا کریں۔ ائمہ مجتہدین اور اکابر محدثین و دیگر بزرگان دین مثلاً خواجہ فضیل بن عیاض (سلسلہ چشت کے پیر اعظم) اور سلطان الطائفہ جنید بغدادی اور امام الورع سفیان ثوری، خواجہ بزرگ سید معین الدین حسن سنجری اجمیری، حضرت نظام الدین اولیاء اور حضرت پیران پیر اور خواجہ شہاب الدین سہروردی، شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمہم اللہ و امثالہم ایسے بزرگ ہیں جن کے اقوال میں بہت سی احادیث کا ذکر اور اُن کے معانی کی بحث آتی ہے اور اُن اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب بزرگ اہل حدیث ہی تھے، لہٰذا ان کا احترام اور اولیائے رحمٰن کے لیے دعا کا التزام (وَالَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ) کے تحت میں لازم ہے اس سے فرقہ وارانہ منافرت کی بجائے اسلامی محبت و موانست کو ترقی ہوتی ہے اور مسلمانوں میں علم حدیث پر غور و تامل اور تعظیم و تفاعل کی روح بیدار ہوتی ہے۔

اے بزرگو اور دوستو! فرائض اہل حدیث میں سے ایک فرض جو ضروری و لابدی ہے، یہ بھی ہے کہ وہ اپنی جماعت کی تنظیم کی طرف توجہ کریں۔

اہالیانِ جہلم نے اپنے قصبہ میں انجمن کو قائم کر لیا ہے۔ اسی طرح دیگر قصبات میں دیگر انجمنوں کا انعقاد ہو چکا ہے اور وہ کم و بیش شاہراہِ عمل پر گامزن ہو گئے ہیں سب انجمنوں کو لازم ہے کہ وہ اپنے اپنے صوبہ میں انجمن مرکزیہ کے ماتحت رہ کر کام کریں اور اسے اپنی ترقیات دینی سے مطلع کرتے رہیں (پنجاب والوں کے لیے صدر انجمن اہل حدیث صوبہ پنجاب لاہور میں موجود ہے)

جملہ صوبجات کی انجمنیں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس (دہلی) سے اپنے روابط دینی کو مستحکم کریں اور انہی مقاصد پر عمل پیرا رہیں۔ اس طرح قوم صحیح معنوں میں قوم کہلانے کی مستحق ہو جائے گی اور یہ سب کے سب فرمانِ ربانی (وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ) کے تحت ایک دوسرے کے آئینہ دار اور غمگسار بن جائیں گے ؎

یارب ایں آرزوئے من چہ خوش ست
تو بدیں آرزوئے خوش برساں

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

محمد سلیمان عفی عنہ

اُصُولِ تبلیغ

یہ علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب مرحوم کا وہ خطبہ ہے جو آپ نے انجمن تبلیغ الاسلام چونڈہ کے لیے ارقام فرمایا مگر ایک خاص مجبوری کی وجہ سے آپ جلسہ پر تشریف نہ لے جا سکے اور آپ کی عدم موجودگی میں یہ خطبہ پڑھا گیا جس کا حاضرین پر بہت اثر ہوا۔

الحمد للہ المحمود بصفات الکمال۔ والمنعوت بمحامد الجلال واشهد ان لا الٰه الا اللہ وحدہٗ لا شریک لهٗ واشهد ان عبدہٗ و رسولهٗ حبیبه وصفیه سید ولد آدم رحمة للعالمین وخاتم النبیین محمدًا صلی اللہ علیه وآله وسلم فصلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وازواجه وذریاته واهل بیته وخلفاءه واتباعه اجمعین۔

معشر المسلمین! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔

اپنے رب کی راہ پر لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور پاکیزہ وعظ کے ساتھ بلایا کر اور بحث کے وقت بھی بہترین طریق اختیار کیا کر۔

آیت بالا میں دعوت کا حکم ہے ــــــ دعوت ہی کو تبلیغ کہتے ہیں۔

دعوت کا مقصد بھی بتایا گیا ــــــ کہ سبیل رب کی طرف ہو۔

دعوت کا طریق بھی سمجھایا گیا ــــــ کہ (۱) بذریعہ حکمت (۲) بذریعہ موعظہ حسنہ۔

دعوت کے دوران میں بعض اوقات کچھ کش مکش پیدا ہو جایا کرتی ہے، اُس کا نام جدال بتلایا ہے۔

جدال کے موقع پر بہت لوگ جوش میں آجاتے ہیں۔ اُس سے منع کیا گیا ہے۔

صورت جدال کے دفعیہ کے لیے بہتر سے بہتر تدابیر اختیار کرنے کے لیے ارشاد فرمایا ہے۔ ذرا ان جملہ امور پر غور تو کرو کہیں کسی مذہب نے دعوت و تبلیغ کے متعلق ایسے مختصر الفاظ میں محکم اصول بیان بھی کیے ہیں۔

دعوت کے اندر یہ بھی شامل ہے کہ بنی نوع انسان کی ہمدردی تم پر غالب آجائے اور اس ہمدردی کا اقتضاء یہ ہو کہ وہ بہتر سے بہتر جو آپ کے پاس ہے اس سے اکیلے آپ ہی بہرہ ور نہ ہوں، بلکہ تمام نوعی بھائیوں کو بھی بوجہ حق برادرانہ اپنا حصہ دار بنائیں جس دعوت کا آغاز ایسی دل سوزی اور ہمدردی اور محبت کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ بہتر در انجام رس بھی ہوتا ہے اس کا نفع زیادہ پائیدار و محکم ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ لوگ تو جہنم کی آگ پر اس طرح گرے پڑتے ہیں جیسے پروانہ شمع پر گر گر کر جلتا جاتا ہے۔ میں ان کو پکڑ پکڑ کر جہنم سے پرے ہٹا رہا ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اقوام و قبائل کو مخاطب فرمایا کرتے تو ارشاد کیا کرتے کہ لوگو! میں تمہارے پاس وہ چیز لے کر آیا ہوں جس میں صلاح دنیا اور فلاح آخرت موجود ہے جس میں سعادتِ دارین ہے جس میں بہبود و سود عالم روح و جسد ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے اسلام کا تحفہ اپنے عزیز ترین اقارب کے پاس لے کر جایا کرتے تھے ماں، باپ، بیوی، بیٹا، بیٹی، بہن بھائی کو دعوتِ اسلام دیا کرتے۔ کیوں کہ وہ یہ برداشت نہ کر سکتے تھے کہ جن لوگوں کے ساتھ ان کا تعلق خون کا اور دودھ کا ہے وہی

دوزخ میں جائیں۔

اے مسلمانو! جب آپ تبلیغ اسلام کا کام اختیار کریں تو سب سے پہلے اپنے دل میں ایسی محبت، ایسی شفقت، ایسی نفع رسانی کا جوش قائم کریں جس میں دوسرے کا نفع اپنے نفع کے برابر ہوجائے۔ آج کل ہم لوگوں میں جس چیز کی کمی ہے وہ محبت ہے۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف الفاظ میں فرمایا ہے:

لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا — تم جنت میں جا ہی نہیں سکتے جب تک ایمان نہ

وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا۔ — ہو اور ایمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک باہمی محبت نہ ہو

لہٰذا دعوت کا پہلا زینہ باہمی محبت کو ترقی دینا ہے۔

آہ! یہ کیسی مصیبت ہے کہ آج کل یہی گراں بہا چیز مفقود ہے۔ تھوڑے سے اختلاف پر ہم اپنے بھائیوں سے بدظن ہوجاتے ہیں۔ ذرا سے فروعی مسائل کے اختلاف پر ہم نفرت باہمی کو اصولاً قائم کرلیتے ہیں۔

جب تک ہمارے اخلاق کا معیار بلند نہ ہوگا، جب تک باہمی رواداری ہمارا شیوہ نہ بن جائے گا اس وقت تک تبلیغ میں بھی اچھی کامیابی نہ ہوگی۔

دعوت کا دوسرا طریق ذاتی عمل ہے یعنی ہم اپنے اعمال و اخلاق سے ایک ایسا نمونہ دنیا کے سامنے قائم کریں جو یہ ظاہر کرتا ہو کہ جس دین پر یہ شخص یقین رکھتا ہے فی الواقعہ وہ دین بھی صداقت کا دین ہے۔

بزرگانِ من! آیتِ زیبِ عنوان میں دعوت کا مقصد سبیل رب کو بنایا گیا ہے۔ یہ اس امر کی تلمیح ہے کہ وجود باری تعالیٰ کے متعلق ہماری گفتگو کا آغاز اس کی صفت الوہیت سے ہونا چاہیے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ میں جو

ترتیب رکھی گئی ہے۔ وہ بھی اسی راز دقیق پر مبنی ہے۔

اُلوہیت کا جلوہ آپ جمادات ہیں، نباتات ہیں، حیوانات ہیں، نوعِ انسان کی پیدائش کے جملہ مراتب حمل، ولادت، رضاعت، طفلی، جوانی، پیری میں اپنے مخاطب کو دکھلا سکتے ہیں۔

اُلوہیت کی تاثیر آپ زمین و آسمان اور عناصر کی تاثیر میں دکھلا سکتے ہیں۔ آپ مخاطب پر بآسانی ثابت کر سکتے ہیں کہ ہر شے اپنے وجود اپنی ہستی کے لیے ایک بالاتر ہستی کی محتاج ہے۔ اور وہ ہی بالاتر ہستی ہے جو بری مخلوق کو ان کی ضروریات کے موافق اور بری مخلوق کو ان کی احتیاجات کے مطابق پرورش کر رہا ہے۔ ہوا میں اُڑنے والے، زمین کے اوپر رہنے والے، زمین کے اندر چھپ کر بسنے والے اسی بالاتر ہستی کی پرورش سے پل رہے ہیں، بڑھ رہے ہیں، زندہ ہیں اور زندگی سے متمتع ہیں۔ اسلام ایسی بالاتر ہستی کو "رب" بتاتا ہے۔ اسلام کا منشا ہے کہ ہم جس کا دیا ہوا رزق کھائیں، اس کی حمد کریں۔ اس کی ستائش کریں۔ اسم "رب" کے تحت میں انسان کو خود اس کا دل اس کا دماغ، اس کا فہم، اس کا جسم، اس کی رُوح مجبور کرے گا کہ سجدہ و عبادت کے لائق، ثنا و حمد کے لائق اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ یہاں تک پہنچنے کے بعد یہ شخص باب توحید سے قریب تر پہنچ جاتا ہے اور خارزارِ شرک سے جس کے کانٹے ہر ایک مسافر کے دامن سے اُلجھتے ہیں جو ہر ایک راہرو کے اقدام کو زخمی کرتے ہیں، صاف نکل جاتا ہے۔

اب آیت بالا پر مکرر غور کرو۔ جہاں رَبُّكَ فرمایا گیا یعنی کاف خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتِ مقدس کی طرف ہے۔

میں اس کا بیان علامہ سر اقبال کے ایک واقعہ سے پیش کرتا ہوں۔ مجھے کئی دوستوں

نے بتلایا ہے کہ سر اقبال یہ کہا کرتے ہیں کہ جب وہ یورپ کو حصول تعلیم کے لیے جا رہے تھے اس وقت ذات باری تعالیٰ کی نسبت ان کے دل میں گوناگوں شکوک تھے لیکن ان دنوں میں بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ اُن کی دل میں ایک خاص کشش اور خاص جذبہ موجود تھا میں کہتا ہوں کہ اصولاً یہ واقعہ بالکل مبنی بر صحت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات برتر از خیال و وہم وگمان ہے۔ ہمارے علوم اور معلومات میں شائبہ مادیات شامل رہتا ہے۔ اور عرفان الٰہی روحانیت سے بھی بالاتر ہے۔ اس لیے عجز ادراک، عجز معلومات کے بعد اگر ذات باری تعالیٰ کی جانب عرفان کی ترقی کے خواہاں ہوں تو ایمان لانے کے واسطے صرف یہی ایک نقطہ کافی ہے کہ وہ "رب محمد" ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

میں پوچھتا ہوں کہ جب سے آفتاب زمین پر نور افگن ہوا ہے، اس وقت سے لیکر آج تک کوئی انسان تو ایسا بتاؤ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر نہیں، بڑھ کر نہیں، بلکہ برابر برابر کامل تر و مکمل تر ہو۔

علماء و فضلاء و حکماء کی تحدید نہیں۔

ان سب کمالات کا انتخاب کیجیے جسے آج تک دنیا نے بالاتفاق کمال انسانی قرار دیا ہو اور ہر ایک کمال میں اس کامل ہستی کا نام لکھتے جائیے جو مسلمہ طور پر اس کمال کے لیے خصوصی امتیاز رکھتے ہوں۔

سیدنا آدم و نوح اور ابراہیم خلیل اور اسمٰعیل ذبیح اور اسحاق حکیم و موسیٰ کلیم اور داؤد و سلیمان، ایوب و ذکریا و یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام کی صداقت و تقدس پر میرا ایمان ہے ان کی نعوت کمال و جمال کا بیان کرنا میری زندگی کا ماحصل ہے۔ لیکن یہ سب بزرگوار خود

اپنے فرمان سے، اپنی اپنی پیشین گوئیوں میں سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ ﷺ، حبیب کبریا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ستائش کرتے رہے ہیں، حضورؐ کے منصب علیا کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ حضورؐ کی آمد کی بشارت دیتے رہے ہیں۔ لہٰذا میرا وہ ایمان جو ان انبیاء اکرام کی صداقت و تقدس پر ہے مجھے یہ عرفان صحیح عطا فرماتا ہے کہ میں حضور کو سید المرسلین اور مطاع الاولین و الآخرین یقین کروں۔

جن لوگوں کے نزدیک کسی مصلح کی شان کا اظہار قواعد تمدن اور قوانین حقوق کے ساتھ ہوتا ہے: وہ سب مسرور ہوں اور چین و ہندوستان کے قواعد تمدن کو سامنے رکھ کر اس کا تدمیقیہ کریں۔

جن لوگوں کے نزدیک صاحب کمال کی فضیلت کا ثبوت بیان علوم و معارف سے ہوتا ہے۔ وہ علوم و معارف کا حضور کے ظاہر کیے ہوئے علوم سے مقابلہ کریں۔

جن لوگوں کے نزدیک کسی مالک تاثیر اعظم کی فوقیت مادیات کو روحانیت سے منور کر دینے میں مضمر ہو وہ حضور کے تصفیہ قلب و تزکیہ نفس اور تنویر رُوح کے ارشادات کو دیکھیں۔

جن لوگوں کے نزدیک عملی کامیابی اور ملک و قوم کو ارتقا بخشنا کسی افضلیت کی دلیل ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ سالہ کامیابی کی جلوہ گری جو ارتقائے عالم کا سبب اوّلیں بنتی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

دنیا میں جمود کلیہ کے بعد جو تحریک ترقی، بلکہ حرکت حیات پیدا ہوئی ہے۔ اُس کا کوئی شمہ حضور صلعم سے پیشتر بھی تھا؟

ہر ایک وہ مذہب و ملت جو آج توحید کا مدعی ہے، جو اصلاح کا دعویدار ہے، جو

اپنے اپنے قوم و ملک میں امام یا رشی، استاد یا مصلح کے نام سے موسوم ہے۔ وہ یقیناً حضور کے خرمن کا خوشہ چین ہے۔

لہٰذا "سَبِیلِ رَبِّکَ" کا لفظ بتلاتا ہے کہ جس معبودِ مطلق نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا، جس مسجودِ خلائق نے حضور صلعم کو اپنے عرفانِ خاص سے ممتاز بنایا ہے، مجھے اُس کی راہ درکار ہے۔

صاحبان! سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتلائی ہوئی راہ وہ ہے جو ہموار ہے، سیدھی ہے، مختصر ہے، مسافت کم اور مقصود قریب۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی راہ میں ذات پات کے وہ اونچے اونچے پہاڑ نہیں آتے جن پر چند شخص چڑھ گئے ہیں۔ اور پھر دوسروں کو اچھوت کہہ کر چڑھائی سے روک دیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی راہ میں وہ گڑھے اور خندقیں اور غاریں اور رسوم رواج کی دیواریں نہیں ہیں جن میں لاکھوں کروڑوں انسان گرتے رہے ہیں۔ کالے گورے کی تفضیل، برہمن شودر کا فرق، عربی عجمی کا امتیاز، ملکی غیر ملکی کی خصوصیت کو اس راہ سے دور کر دیا گیا ہے۔

یہ راستہ تمدن کی زمین پر تیار کیا گیا ہے۔ اس راستہ کو انسانیت نے پختہ بنایا ہے۔ یہ راستہ اخلاقِ صحیحہ کی حفاظت میں ہے۔ یہ راستہ اپنی شادابی، وادیوں اور سرسبز میدانوں اور خوشبودار ریحانوں اور رنگ برنگ کے پھولوں سے چلنے والے کی دلربائی کرتا ہے، اسے آگے چلنے اور تیز قدم اٹھانے کی ہمت دلاتا ہے اور بالآخر انسان کو مطلوبِ اصلی تک پہنچا دیتا ہے۔

انسان کا اور روحِ انسان کا مقصد اصلی اپنے مالک کا قرب ہے اور دنیا کے ہر ایک مذہب نے بشرطیکہ وہ مذہب کے نام سے موسوم و معلوم بھی ہو اس قرب کا ذکر کیا ہے۔ لیکن عملاً دیکھو کہ وہ ٹھیک مالک تک پہنچا بھی دیتا ہے۔

کیا وہ مورتی پوجنے والے جن کی تمام عمر ایک مادی مورتی بنانے والے الیشر کو اپنی صفات و ذات میں یگانہ و بے ہمتا سمجھ سکیں گے؟

کیا خدا کو جامۂ انسانی میں ملبوس کرنے والے، پھر اس خدا کے صلیب پر لٹک جانے کو اپنی نجات قرار دینے والے اللہ تعالیٰ کے حیّ القیوم کی حقیقت کو دریافت کر سکیں گے؟ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ”اللہ پاک سب مشرکوں کی سمجھ اور عقل سے بالاتر ہے۔

بیشک ”سبیل رب“ وہی ہے جو ادھر اُدھر کی بیٹھاؤں اور پگڈنڈیوں کی طرف نہ لے جاتی ہو۔ بلکہ براہ راست ربّ القیوم ہی کے پاس لے جانے والی ہو۔

دنیا بھر کے تمدّن و تدیّن کی تاریخ پر جن اصحاب کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ ایسا راستہ صرف نبینا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا راستہ ہے، جو اپنے لیے کچھ بھی نہیں چاہتا۔ نہ اجر، نہ مدح، نہ ثنا، نہ کوئی ٹیکس، نہ جزیہ۔ انہوں نے صرف اپنے لیے اور اپنے خاندان کے ہر فرد کے لیے صدقہ کو حرام کر دیا تھا۔ بلکہ ان کے موالی کے لیے بھی صدقہ حرام تھا جو حضور صلعم کے ساتھ نسبت صحیحہ رکھتے تھے۔

الغرض اس راہ کی دعوت دینا خود سرور کائنات سید الخلائق پر بھی فرض تھا، اور ہم سب پر بھی یہی فرض عائد ہوتا ہے۔ البتہ طریق دعوت یا تو (۱) بذریعہ حکمت چاہیے اور یا (۲) بذریعہ ”وعظ خوش آئند“ لفظ حکمت کے تحت میں یونانیوں کے شاگرد الفاظ نظری و عملی کا استعمال کیا کرتے ہیں۔ لیکن کلام الٰہی کو اصطلاحات انسانیہ کا شارح قرار دینا غلط

ہے۔ لفظ حکمت اس سے زیادہ وسیع معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ جو معنی عام طور پر سمجھے جاتے ہیں۔ حکمت کے اندر اصول محکمہ، براہین حقہ، دلائل انفسی و آفاقی جو انسان کے دل و دماغ اور قوائے ذہنیہ و باطنیہ کی راہبری کرتے ہیں، داخل ہیں۔ حکمت کے تحت میں وہ جملہ مکارم اخلاق اور محاسن اعمال داخل ہیں جن کی بابت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ وَمَحَاسِنَ الْاَعْمَالِ۔ میں اس لیے نبی بنایا گیا ہوں کہ اخلاق کی بزرگ ترین باتوں اور اعمال کی نیک ترین صورتوں کی تکمیل کروں۔

دعوت الی اللہ کے ضمن میں جو مصائب و مشکلات انسان کو لاحق ہوتی ہیں اور جن دشواریوں کا سامنا اُسے کرنا پڑتا ہے یہ سب حکمت میں داخل ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خلق عظیم ہی تھا جو خدا کے گروہ عظیم کو گرویدہ و شیفتہ بنا دیتا تھا رسولِ اعظم کے وہ محاسن اخلاق ہی تھے جو بدترین خلائق کو ائمہ صالحین بن جانے کی طرف کھینچ لے جاتے تھے۔

تبلیغ والوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جس قدر چشم پوشی اور عفو اور کرم کی عادت تھی آج اس کے فقدان نے ہمارے وعظوں کو پھیکا اور بے اثر کر دیا ہے۔ منبر وعظ پر کھڑا ہونے کے بعد تمام جہان کو بُرا بتاتا ہے۔ ہر ایک کی عیب چینی کرنا ہمارا شیوہ ہو گیا ہے۔ اور ابھی یہ امید بھی ہے کہ یہ لوگ راہِ راست پر آ جائیں گے۔

پیارے مبلغو! سب سے پہلے اپنے دل کو تبلیغ کرو۔ اپنے دل میں بلند حوصلگی پیدا کرو۔ طعن و تشنیع کے سننے کا اسے عادی بناؤ۔ ہر ایک بات کہنے کا موقع و محل سب نگاہ میں رکھو۔

آپ نے سنا ہے کہ ایک اعرابی مسجد نبوی صلعم میں پیشاب کرنے لگ گیا تھا۔ لوگوں نے اسے سخت وسست کہنا شروع کیا۔ مگر حضور نے فرمایا کہ اسے اپنی حاجت پوری کر لینے دو۔ حصن بن عیینہ ایک سردار تھا۔ وہ حضور کے زمانہ میں بلا اطلاع و اجازت داخل ہو گیا اور حضورؐ نے اسے اس وقت کچھ بھی نہ کہا۔

ایک یہودی نے حضورؐ سے قرض کا روپیہ لینا تھا۔ وہ سامنے آیا اور سخت و سُست کہنے لگا۔ وہ یہاں تک کہہ گیا کہ عبدالمطلب کی ساری اولاد ہی نادہند ہوتی ہے۔ عمر فاروق نے اُسے جھڑکا تو حضور صلعم ہنس پڑے۔ فرمایا:

"عمرؓ تم نے اسے جھڑکا بھی ہے۔ جاؤ اس کا قرض ادا کرو اور بیس سیر غلہ زیادہ بھی دینا کہ اس کے ساتھ سختی ہوئی"۔

اسلام کے ابتدا ہی میں حرمتِ خمر، حرمتِ سود کے احکام نہیں سنائے گئے۔ روزہ اور زکوٰۃ کے احکام بھی نبوت سے پندرہ سال بعد سنائے گئے تھے۔ یعنی آہستہ آہستہ طبائع کو مانوس بنایا گیا۔ ان کو تعمیل حکم کے لیے تیار کیا گیا۔ تب وہ حکم دیا گیا جو طبیعت اور رواج کے خلاف تھا۔ اس حکمت کا اثر یہ ہوتا تھا کہ فوراً تعمیل ہوتی تھی۔

اب ہمارے واعظ چاہتے ہیں کہ جو شخص ان کے وعظ میں پہلی مرتبہ آئے۔ اس کی داڑھی منڈی ہوئی نہ ہو، اس کی لبیں بڑھی ہوئی نہ ہوں۔ اس کا پاجامہ ٹخنے سے نیچے نہ ہو۔ ان کا تمام غصہ انہی باتوں پر ختم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اس سے بھی بدرجہا زیادہ دیگر امور نہ یادہ ضروری ہوتے ہیں۔

ان سب امور کا سمجھنا دعوت بحکمت کا لازمہ ہے

اب رہا موعظت حسنہ کا ذکر۔ کوئی وعظ تب ہی حسن کہلائے گا جس میں سننے والوں

کی قابلیت واستعداد کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔ اگر کسی دیہاتی کے سامنے منطقی دلائل سنائے جائیں تو وہ وعظ حسن کے درجہ سے گر جائے گا۔ اور اگر کسی تعلیم یافتہ کے سامنے حکم شرعیہ کی وجہ اور خوبی کا ذکر نہ کیا جائے تو وہ موعظت حسنہ نہ رہے گی۔ ہاں موعظت حسنہ کے لیے ضروری ہے کہ جھوٹے قصے، بے سروپا داستانیں، بے سند روایات، اسرائیلیوں کے عجائبات وغیرہ وعظ میں شامل نہ کیے جائیں۔ صرف وہی باتیں سنائی جائیں جو خدا اور رسول خدا نے ہم کو سنائیں۔ اور صرف انہی چیزوں کی صحت پر زور دیا جائے جن کی صحت اہل علم کے نزدیک مسلمہ ہو۔ جنوں پریوں کے قصے، حاضرات وغیرہ وغیرہ کا بیان مضحکہ خیز ہوگا۔ زہد و ورع کے بیان میں جوگیانہ خیالات کی اشاعت تمدن اسلامی کو برباد کرنے والی ہوگی۔ نرم آواز اور کشادہ پیشانی کے ساتھ جو کچھ کہا جاتا ہے وہ زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ محبت و خیر خواہی کے لہجہ میں جو کچھ بتایا جاتا ہے وہ بخوبی دل نشین ہو جاتا ہے۔

لفظ جدال کے معنی شاید ہم لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ آنکھیں سرخ ہوں، چہرہ تمتماتا ہوا ہو، منہ پر کف ہو، اور زبان پر وہ گولیاں ہوں جسے کوئی مہذب سوسائٹی سننا پسند نہیں کرتی ــــ لیکن یہ معنی اور یہ فہم بالکل غلط ہے۔

لغت عرب میں جدال ایسی بات پر اصرار کرنے کو کہتے ہیں جس کے انجام کی اطلاع پوری نہ ہو۔ قرآن مجید نے اس لفظ کا استعمال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں کیا ہے:

يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ — وہ قوم لوط کے باب میں ہم سے جدال کرتا رہا۔

یہ ظاہر ہے کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بارگاہِ رب العزت میں کچھ عرض کرنا اس شکل میں ہو ہی نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں موعظہ حسنہ کا نمونہ بھی ہم کو بتلایا اور جدال احسن کا

طریقہ بھی سکھلایا:

(۱) موعظت حسنہ کا طرز:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ۔

اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسے امر پر اتحاد کر لیں جو ہم تم دونوں کے لیے مساوی ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کی جائے اللہ کے ساتھ ذرا سا شرک بھی نہ کیا جائے ہم انسانوں میں سے کسی کو اللہ کے سوا اپنا پرورش کنندہ نہ سمجھیں

جدال فرقانیہ کی مثال:

أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

وہ مالک جس نے زمین کو ٹھیراؤ بنایا۔ اور اس کے اندر دریا بہائے اور پہاڑ بٹھائے اور سمندروں کے درمیان جزیرے بنائے۔ کیا اس کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ نہیں، ان لوگوں میں بہت وہ ہیں جو بے علم ہیں۔

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۗ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ۝

وہ مالک جو گھبرائے ہوئے تلملاتے ہوئے کی پکار کو قبول کرتا۔ اور اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے جس نے تم کو زمین پر ٹھیرا رکھا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ بہت کم ہیں جو غور کرتے ہیں۔

اَمَّنْ یَّھْدِیْکُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ	وہ مالک جو میدانوں اور سمندروں میں راہ نمائی
الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ	کرتا ہے جو بارش سے پہلے بشارت دینے والی
بُشْرًاۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ ءَاِلٰہٌ	ہواؤں کو بھیجتا ہے۔ کیا اس کے ساتھ کوئی اور
مَّعَ اللّٰہِ تَعٰلَی اللّٰہُ عَمَّا	معبود ہے۔ اللہ کی شان ان مشرکوں کے شرک
یُشْرِکُوْنَ ۔	سے بلند ہے۔
اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ	وہ مالک جس نے خلقت کو ابتدا میں پیدا کیا پھر
یُعِیْدُہٗ وَمَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِّنَ	ان کو موت کے بعد زندہ کرے گا۔ وہ جو زمین اور
السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَاِلٰہٌ مَّعَ	آسمان سے تمہارے لیے رزق بھیجتا ہے۔ اس کے
اللّٰہِ قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ	ساتھ کوئی خدا ہے؟ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر تم
کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔	سچے ہو تو اپنی برہان پیش کرو۔

آیات بالا پر غور کرو! کہ دلائل پیش کیے گئے ہیں حقیقی دلائل جن کا جواب نہیں ہو سکتا۔ اور پھر ان کو ملزم ٹھیرایا گیا ہے۔ یہی جدال احسن ہے۔

اسے جدال کہنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ دشمن کے لیے حجت ہے، اور لاجواب کرنے والی دلیل ہے۔ ورنہ دراصل تو یہ حقائق ہیں اور معارف صحیحہ ہیں اور دلائل صادقہ ہیں یہی طریق ہم کو اختیار کرنا چاہیے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر جلد عمل شروع ہو جاوے گا۔

مبارک ہے انجمن تبلیغ الاسلام چوہڑہ جس نے تبلیغ کے ساتھ ساتھ تعلیم کا انتظام بھی کیا ہے۔ بے شک جب تک تعلیم کا انتظام نہ ہو اُس وقت تک تبلیغ کی بنیاد بالکل ریت پر سمجھی جائے گی تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ضروری ہے۔ اس لیے انجمن کے مڈل سکول میں

کے ساتھ بورڈنگ کا ہونا ضروری ہے جہاں ان کی اخلاقی نگرانی کی جائے جہاں نماز کی پابندی کرائی جائے۔ جہاں ورزش کا سامان بھی ہو۔ دیسی طریقہ کی ورزشیں۔ گتکا وغیرہ کی مہارت کم خرچ زیادہ مفید ہیں۔ ہاں سررشتۂ تعلیم کی جاری کردہ ورزشیں بھی اچھی ہیں اور ان سب میں سکاؤٹ کا طریقہ اور بھی زیادہ مفید ہے۔

بہت سے طالب علم جو لکھنے پڑھنے میں سست ہوتے ہیں وہ سکاؤٹ میں داخل ہونے کے بہت آرزومند ہوتے ہیں۔ لیکن اساتذہ کو چاہیے کہ سکاؤٹ میں بھی وہی طالب علم لیے جائیں جو لکھنے پڑھنے میں ہوشیار ہوں۔ استادوں کو سخت نگرانی رکھنی چاہیے کہ ورزشیں تعلیم پر بُرا اثر نہ ڈالیں۔

طالب علموں کی زندگی کو سادہ رکھنا اور ان کو فیشن کے جادو سے بچانا اساتذہ کا اوّلین فرض ہے۔ طلبا کو صبح کے وقت جلد بیدار ہونے اور رات کو جلد سو جانے کی عادت ڈلوانا ان کی صحت کی نگرانی ہے۔

اب میں اپنی مختصر عرض کو ختم کرنے والا ہوں۔ میں اپنی قوم اور بچوں سے سب سے بڑی تمنا یہ رکھتا ہوں کہ وہ قرض سے اپنے آپ کو بچائیں۔ جو لوگ قرض لینے پر دلیر ہو جاتے ہیں وہ ساری عمر خستہ و خراب رہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ قرض نہیں لیتے وہی آسودہ حال اور آسودہ دل ہوتے ہیں۔

مسلمان شاید اس بات سے واقف ہیں یا نہیں کہ سرورِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقروض جنازہ کی نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔

اس سے اندازہ لگاؤ کہ قرض کتنی بُری بلا ہے۔

قوم سے، قوم کے بچوں سے میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ بے کاری اور

بے ہنری کو اسلام کے خلاف اور مسلمانوں کی شان کے خلاف سمجھا کریں۔ مسلمان خواہ کاسب ہے، خواہ تاجر ہے، اس کی بڑی تعریف احادیث میں کی گئی ہے۔ لیکن بے کاری اور بے ہنری کو سخت معیوب سمجھا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حالات پڑھو کہ وہ سب ہنر والیاں اور ہاتھ سے کام کرنے والیاں تھیں۔ کیا ایماندار اپنی مادران ایمانی کا اتباع نہ کریں گے۔

معشر مسلمین! آپ دیکھتے ہیں۔ کہ جواز و عدم جواز سود کے متعلق آج کل کتنی بحثیں ہو رہی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس خارزار میں گھسنے کی ضرورت نہیں۔ جملہ اہل علم کے نزدیک یہ صحیح اور مسلمہ ہے کہ سود کا ادا کرنا بھی اتنا ہی حرام ہے جس قدر سود کھانا۔ اس لیے برادران دین! سب سے پیشتر سود ادا کرنے کی بدترین عادت کو چھوڑ دیں۔ وہ تھوڑے سے ہی عرصہ میں دیکھ لیں گے کہ ان کے گھروں میں برکت ہے۔ وہ آسودہ ہیں اور عزت کی زندگی بسر کرنے لگے ہیں۔

امید ہے کہ میری اس طول سرائی کو معاف کیا جائے گا۔

ثُمَّ الصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ فَاِنَّہٗ

یَهْدِی بِهِ الذِّکْرُ الْجَمِیْلُ وَیُخْتَمُ

۲۰ رمضان ۱۳۴۶ھ — محمد سلیمان سلمان عفی عنہ
پٹیالہ

تبلیغ الاسلام

واضح ہو کہ تبلیغ کے معنی زبانِ شرع میں اوروں تک پہنچانا ہے۔

ایک قوم کا دیگر اقوام و ملل کو اپنے مذہب کی دعوت دینا اور ان کو اپنے مذہب میں شامل کر لینا اس لفظ کے مفہوم میں داخل ہے۔

(۲) تبلیغ خصوصیات اسلام میں سے ہے اور اسلام کے سوا جس قدر مذاہب عالم ہیں۔ وہ تبلیغ کا وجود اور ثبوت پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

تبلیغی مذہب کے دو اصول:

(۳) کسی اہل مذہب کا یہ دعویٰ کہ اُس کا مذہب تبلیغی ہے۔ دو امور کے ثابت ہونے پر منحصر ہے۔

اوّل۔ خود اس مذہب کے پاک نوشتوں میں تبلیغ کرنے کا حکم موجود ہو۔

دوم۔ خود اس مذہب کے ہادی اور داعی نے اُس حکم کی تعمیل کر کے دکھلائی ہو۔

مذاہب دنیا کی تقسیم:

(۴) دنیا میں بہت سے ایسے مذاہب ہیں۔ جنہوں نے کبھی اپنے آپ کو تبلیغی مذہب نہیں بتلایا۔

یہودی۔ پارسی۔ صابئی۔ جینی۔ سناتن دھرمی۔ ہندوستان کی اصلی ہندو اقوام

نے نہ کبھی اپنے مذہب کو تبلیغی بتلایا۔ اور نہ کبھی تبلیغی مذہب کی صورت میں خود کو جلوہ گر کیا۔

(۵) بودھ مت اور عیسائیت ایسے دو مذہب رہ جاتے ہیں۔ جن کا تبلیغی ہونا زیادہ تر گمان کیا جاتا ہے۔

بُدھ مذہب :

(۶) اگر بدھ مت کی تاریخ کا مطالعہ بغور کیا جائے۔ اور مہاتما گوتم کے چھ خاص شاگردوں سے لے کر اس مت کے تمام دور اقبال کو دیکھ لیا جائے۔ تو پتہ لگ جائے گا۔ کہ یہ مذہب کبھی ہندوستان سے باہر غیر زبان بولنے والوں یا کسی دوسرے مذہب مستقل رکھنے والوں کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔ اس مذہب کو ہندوستانیوں کے سامنے پیش کیا گیا اور ہندوؤں ہی نے اسے قبول کیا اور بس۔ اسی وجہ سے خود بدھ ازم کے مصنفین کے اندر یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے کہ بودھ ازم کوئی مذہب ہے یا اخلاقی انجمن ہے۔

آریہ سماج اور بدھ مذہب :

آریہ سماج کا یہ کہنا کہ مہاتما گوتم بھی ویدمت ہی کی حفاظت و حمایت کے لیے پیدا ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے ممکن ہوا کہ خود بدھ ازم نے کسی مستقل مذہب ہونے کا نہ دعویٰ کیا اور نہ اس میں وہ شان پیدا ہوئی۔

سنسکرت نہ پڑھنے کا حکم :

جب ہم مہاتما گوتم بُدھ کا یہ حکم پڑھتے ہیں۔ کہ اس نے سنسکرت زبان کے پڑھنے کی ممانعت کر دی تھی۔ اور پالی زبان کو مقدس زبان قرار دیا تھا۔ تب

سماج کا دعویٰ بالکل کمزور رہ جاتا ہے۔

الغرض بدھ ازم کبھی تبلیغی مذہب نہ تھا۔

عیسائیت :

(۷) اب عیسائیت کو لیجئے۔ اس مذہب کی تاریخ سے واضح ہوتا ہے۔ کہ ۱۹ صدیوں سے برابر اس مذہب کی اشاعت کا کام ہو رہا ہے۔ اور پورے شغف اور کوشش سے ہو رہا ہے۔

ہم اس مذہب کے تبلیغی دعویٰ کو ان ہی دو اصولوں پر طے کرنا چاہتے ہیں۔ اوّل کیا مقدّس کتاب میں حکم موجود ہے۔ دوم کیا صاحبِ مذہب نے اس پر عمل کیا۔

الف۔ دیکھو خود مسیح اپنی نسبت کیا فرماتے ہیں۔

متی ۱۵ باب ۲۴ درس "میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا"

اس صاف اعلان کے بعد مسیح کو کل دنیا کے لیے بتلانا خدا کے راستباز کو جھٹلانا ہے۔

ب۔ مسیح توراۃ کی بابت کیا فرماتے ہیں۔

متی ۵۔ باب ۱۷ درس "یہ خیال مت کرو۔ کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے آیا۔ میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں"

$\frac{5}{18}$ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جاویں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توراۃ کا ہرگز نہ مٹے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔

اس صاف اعلان کے بعد عیسائیت کو موسویت سے علیحدہ کسی مستقل اصول یا نئی تعلیم کا مذہب قرار دینا بالکل باطل ٹھہرتا ہے۔

مسیح کا حکم:

ج۔ مسیح نے شاگردوں کو تبلیغ کی بابت کیا حکم دیا"

متی۔ ۱ باب ۵ درس۔ ان بارہوں کو یسوع نے فرما کے بھیجا۔ کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا۔ اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔

۶ بلکہ پہلے اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ۔

اس حکم پر غور کرنا چاہیے۔ مسیح نے شاگردوں کو غیر قوموں کی طرف جانے سے قطعاً روکا ہے۔ اور پھر سامریوں کی آبادی میں بھی جانے سے روکا۔

سامری بھی حضرت یعقوبؑ کی نسل سے ہیں۔ مگر بوجہ طغیان وعصیان ان کو بنی اسرائیل سے علیحدہ کر دیا گیا۔

حضرت مسیح نے شاگردوں کو سامریوں کے پاس جانے سے بھی روکا۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا منشا شاید کبھی سامریوں تک تبلیغ کو وسعت دینا بھی ہو گا۔ لفظ "پہلے بنی اسرائیل" سے یہ معنی اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

مسیح کا ذاتی عمل:

(د) مسیح نے اپنی تعلیم کے لیے بارہ شاگردوں کا انتخاب کیا۔ وہ سب بنی اسرائیل ہیں۔ انہوں نے اسرائیلی بستیوں سے باہر جا کر کبھی تبلیغ نہیں کی۔ اگرچہ ایسی بستیاں یروشلم اور ناصرہ اور کفرناحم کے قریب قریب بہت آباد تھیں انہوں نے اپنی تعلیم کو روٹی سے، بنی اسرائیل کے بچوں سے۔ اور دیگر اقوام کو

کتوں سے تشبیہ دی۔

اس تشبیہ کے بعد انہوں نے سمجھایا کہ لڑکوں کی روٹی کتوں کو کون دے دیا کرتا ہے۔

یہ تعلیم یہ ارشاد یہ عمل بالاتفاق ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے مذہب کو دیگر اقوام میں (تبلیغ) پہنچانے والا کبھی بھی نہیں سمجھا۔

مسیح کا زندہ ہونے کے بعد تبلیغ کا حکم دینا:

یہ عیسائی مبلغ بتایا کرتے ہیں کہ مسیح نے مر کے جی اٹھنے کے بعد شاگردوں کو عام تبلیغ کا حکم دیا تھا۔

(الف) یہ تعجب انگیز ہے۔ کہ مر کے جی اٹھنے کے بعد مسیح کوئی تعلیم دیں جو انہوں نے اپنی زندگی میں نہ دی تھی۔

(ب)۔ اب یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ مر کے جی اٹھنے کے بعد جو حکم دیا گیا۔ اس کے متعلق اناجیل اربعہ میں باہمی اتفاق بھی موجود ہے؟

متی باب ۲۸۔ ورس ۱۹۔ اس لیے تم جا کر سب قوموں کو شاگرد کرو۔ اور انہیں باپ، بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو۔"

یوحنا باب ۲۰۔ ورس ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳ یسوع نے انہیں کہا۔ سلام تم پر جس طرح باپ نے مجھے بھیجا۔ میں بھی تمہیں بھیجتا ہوں۔ یہ کہ کے اس نے اُن پر پھونکا اور کہا کہ تم روح القدس لو۔ جن کے گناہ بخشو گے اُن کے گناہ بخشے جاویں گے۔ جنہیں تم نہ بخشو گے نہ بخشے جاویں گے۔

متی اور یوحنا مسیح کو جی اُٹھنے کے بعد (بقول عیسائیاں) خود ملنے والے

ہیں۔اب دونوں کی عبارت کا مقابلہ کرو۔کہ یہ دونوں اس ایک ضروری حکم کو منفقہ الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

متّی کا بیان ہے۔کہ باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دینا" فرمایا گیا تھا۔

یوحنا کا بیان ہے۔کہ پھونک مار کر شاگردوں کو روح القدس دی گئی تھی۔ باپ، بیٹے، روح القدس کے نام سے بپتسمہ دینے کا ذکر تک نہیں ہوا۔

یوحنا شاگردوں کو بخشش و معافی کے جن اختیارات کا دیا جانا بیان کرتا ہے متّی اس سے خاموش ہے۔

میں یوحنا کے اس فقرے کو صحیح تسلیم کرتا ہوں۔کہ جس طرح باپ نے مجھے بھیجا۔میں بھی تمہیں بھیجتا ہوں" اور اس امر کی شرح کہ باپ نے مسیح کو کس طرح بھیجا۔متی ۱۵ باب ۲۴ درس میں موجود ہے۔کہ میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا" نتیجہ صاف ہے۔کہ عیسائیت کی تعلیم محض اسرائیلیوں کے لیے تھی۔اور متی ۲۸/۱۹ کے الفاظ "سب قوموں" کا مفہوم بھی اسباط اسرائیل ہیں۔مرقس و لوقا شاگردوں کے شاگرد ہیں۔انہوں نے متّی و یوحنا کی عبارات کو دیکھ کر سمجھا اور اپنے مدعا کے لیے ناکافی پایا۔تو انہوں نے اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے۔

مرقس ۱۶ باب ۱۵، ۱۶ درس۔اس نے انہیں کہا کہ تم تمام دنیا میں جا کے ہر ایک مخلوق کے سامنے انجیل کی منادی کرو۔جو کہ ایمان لاتا اور بپتسمہ پاتا۔ نجات پاوے گا۔

جناب مرقس نے تمام دنیا۔ ہر ایک مخلوق کے الفاظ کا خوب استعمال کیا یہ الفاظ متی اور یوحنا کو یاد ہی نہ رہے تھے۔

لوقا ۲۴۔ باب ۴۷ درس میں ہے۔ یروشلم سے لے کر ساری قوموں میں توبہ اور گناہوں کی معافی کی منادی اس کے نام سے کی جاوے۔

ہر ایک شخص جو مختلف الفاظ اور ان کے معانی پر غور کر سکنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ وہ چاروں انجیلوں کو دیکھے۔ اور غور کرے کہ کیا فی الواقع یہ عبارات مسیح کی اپنی تعلیم اور رائے اور ساری زندگی بھر کے عمل کو منسوخ کر سکتی ہیں۔ یہ تو آپس میں ہی متفق نہیں۔

اختلافات پولوس اور برنباس:

مسیح کے بعد جو پہلا اختلاف ختنہ کے متعلق پولوس اور برنباس میں معہ شاگردان دیگر ہوا۔ اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ اگر حضرت مسیح کے وقت میں عیسائیت کو تبلیغی مذہب قرار دیا گیا ہوتا تو شاگردوں کو فوراً ہی اسرائیلیوں اور غیر اسرائیلیوں کے لیے جداگانہ احکام اور قواعد بنانے کی ضرورت لاحق نہ ہوتی۔

میں ان جملہ سندات سے اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہوں۔ کہ مسیحیت خود حضرت مسیح کی نگاہ میں تبلیغی مذہب نہ تھا۔ اور انہوں نے اس امر کا کسی جگہ دعویٰ بھی نہیں کیا۔

شدھی۔ اور شدھی کا حکم نہ ہونا:

(۸) ہمارے زمانہ میں "شدھی" کا وجود ظہور میں لایا گیا ہے۔ قانوناً ہر ایک قوم اپنے مت کا پرچار کر سکتی ہے۔ مگر مضمون ہذا میں قانونی بحث مراد نہیں۔

منوسمرتی اور چار ورن:

آج تک کسی اچارج نے کسی وید۔کسی شاستر سے ایسا کوئی صاف حکم پیش نہیں کیا۔جو منوجی مہاراج کی سمرتی کو اور ان کی تعلیم کو غلط ٹھہراتا ہو۔اب منوجی مہاراج کا چار ورنوں کی تقسیم فرمانا۔اور ہر ایک ورن کے جداگانہ فرائض قرار دینا اور کھتری کے دیگر اقوام کا وید سے محروم رکھا جانا اس امر کی کافی دلیل ہے۔کہ ہندو مت (یا ویدمت اور سناتن دھرم) کبھی بھی تبلیغی مذہب نہیں سمجھے گئے۔وہ ایک ارب کئی کروڑ سال کا زمانہ جسے آریہ سمت ظاہر کر رہا ہے۔ایسے طریق عمل کے پیش کرنے سے خاموش ہے۔کہ کہیں دیگر اقوام میں بھی وید کا پرچار کیا گیا ہو۔رواج اور عمل کا یہ مضبوط سلسلہ ان لوگوں کی دیانت داری سے برابر اپیل کرتا رہے گا۔جو آج کل ویدوں اور شاستروں کو ان کے صحیح مسلک سے علیحدہ کر کے اس کا مفہوم حسبِ دلخواہ بنا رہے ہیں۔

شدھی اور روٹی بیٹی کا سوال:

اب بھی جب کہ "شدھی کی ضرورت کو ہندوؤں نے تسلیم کر لیا ہے"۔اور اس کے لیے اندرونی و بیرونی پروپیگنڈا جاری ہے"۔ روٹی اور بیٹی کا سوال حل طلب باقی ہے۔اور یہ ہی وہ امور ہیں جو ظاہر کرتے ہیں۔کہ ہندو مت کبھی تبلیغی مذہب نہ تھا۔

تبلیغ اسلام:

(۹) اسلام کے تبلیغی مذہب ہونے یا نہ ہونے کو بھی ہم اُن ہی اصول بالا کے مطابق دیکھنا چاہتے ہیں۔الف۔حکم۔ب۔عمل

"احکام تبلیغ"

(الف)۔ مندرجہ ذیل احکام پر غور کرو۔

۱۔ وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ۝ (شعراء۔ ع ۱۱)

مشہور ہے کہ اصلاح اپنے گھر سے شروع ہوتی ہے۔ آیت بالا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی حکم ملا ہے۔ کہ جو لوگ قرابت میں تجھ سے نزدیک تر ہیں۔ اُن کو تبلیغ کی جائے۔

۲۔ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا۔ (شوریٰ۔ ع ۱)

اقربین کے بعد خاص شہر کے باشندوں۔ اور شہر کے بعد اطراف و نواحی کے باشندوں کا نمبر آتا ہے۔ حکم بالا میں یہی ہدایت ہے۔ کہ تبلیغ کو مکہ اور اطراف مکہ تک پہنچاؤ۔

۳۔ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ۔ (انعام۔ ع ۲)

یہاں حاضرین کے علاوہ غائبین تک تبلیغ کے پہنچانے کا حکم دیا گیا۔

۴۔ اِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ۔ (مائدہ۔ ع ۱۲)

رسول کا فرض ہی یہ ہے۔ کہ وہ تبلیغ کو روشن اور واضح طریق سے عام کرے۔

۵۔ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ۔ (ابراہیم۔ ع ۷)

یہ قرآن مجید جملہ نوع انسان کے لیے پیامِ الٰہی ہے۔

۶۔ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَاْ ۨالَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کہہ دے۔ کہ اے نسل انسانی کے گروہ میں تم سب کے سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ وہ اللہ جو آسمانوں اور

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ زمین کا مالک ہے۔ جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ (اعراف۔ پ ۹۔ ع ۲۰)

یہ ایک زبردست اعلان ہے۔ اور جملہ اصناف و انواع بشری کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے۔

لفظ ناس تو خود ہی جمع کا لفظ ہے۔ اور اصناف انسانی پر حاوی۔ اس پر بھی الف لام استغراق موجود ہے۔ اس کے بعد بھی لفظ جَمِیْعًا توضیح مفہوم کے لیے ساتھ لگا ہوا ہے۔

اعلان کے ساتھ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کے کلمات طیبات بھی موجود ہیں۔ تاکہ پتہ لگ جاوے کہ حکم بالا کی وسعت میں آسمان و زمین سب داخل ہیں۔ اور تاکہ ذہن نشین ہو جائے۔ کہ جس طرح تمام مخلوق کا معبود واحد ہے۔ اسی طرح تمام مخلوق کے لیے اللہ کا رسول بھی واحد ہے صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

اختصار مضمون کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں انہی اسناد پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور ہر ایک مذہب سے التماس کرتا ہوں۔ کہ اگر ان کا مذہب بھی تبلیغی ہے۔ تو وہ بھی فرضیتِ تبلیغ کے لیے ایسے ہی اسناد اپنے مقدس نوشتوں سے نکال کر پیش کر دیں۔

عمل تبلیغ:

ب۔ اب میں صورت عملیہ کا ذکر کروں گا۔

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدائے نبوت ہی سے تبلیغ عام کا کام

شروع کر دیا تھا۔ کبھی کوہ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر یَآ اَھْلَ فِھْرٍ وَیَآ اَھْلَ غَالِبٍ کا آواز لگاتے۔ اور کبھی وادی بطحا اور کبھی منیٰ کے بلند میدانوں میں دعوت الی الحق کا وعظ فرماتے۔

وہ سب سالانہ منڈیاں اور میلے جن میں باشندگان عرب کا اجتماع کلی ہوتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وعظ و دعوت کے مرکز بن گئے تھے۔ عکاظ۔ مجنہ۔ ذوالمجاز ایسے میلے ہیں۔ جن میں ہزاروں کا اجتماع ہوتا اور کئی کئی ہفتہ تک یہ ملکی نمائش گاہیں کھلی رہتیں۔

لوگ تو لہو و لعب۔ کھیل کود۔ اظہار و تفاخر و تکاثر کے لیے آیا کرتے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے ناآشنا کانوں میں اُلوہیت و عبودیت کے حقوق و فرائض کے معارف پہنچاتے۔

عرب میں مستقل آبادیاں بہت کم تھیں۔ اکثر قبیلے خانہ بدوش تھے۔ جہاں کہیں ان کے مواشی کے لیے پانی اور چارہ مل جاتا وہیں ڈیرہ ڈال دیتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان خانہ بدوشوں کا پتہ لگاتے اور جہاں یہ اترے ہوتے ہوتے وہیں پہنچتے۔ اور تبلیغ فرمایا کرتے۔ اسی کوشش میں یمن و نجد اور حجاز کا کم کوئی قبیلہ باقی رہ گیا ہو گا۔ جن کو توحید و رسالت کی منادی نہ کر دی گئی تھی۔

مندرجہ ذیل وہ قبائل ہیں۔ جن کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس پہنچے اور ان کو پیغام الٰہی پہنچایا۔ ان سفروں میں صرف ابوبکر صدیقؓ حضورؐ کے ہم رکاب ہوتے تھے

قبائل جن میں تبلیغ نبویہ کی گئی:

۱۔ کندہ ۲۔ کلب ۳۔ بنو حنیفہ ۴۔ بنو عامر بن صعصعہ ۵۔ بنو عبس۔

۶-بنی سلیم ۷-غسان-۸ بنو محارب-۹-فزارہ-۱۰-بنو نصر-۱۱ مرہ-۱۲-غذرہ
۱۳-حضارمہ-۱۴-بنو شیبان-۱۵-بنو بکر بن وائل-وغیرہ

میدان میں تبلیغ :

اگر عرب کے قدیم نقشہ پر نظر ڈالی جائے۔ اور ہر ایک قبیلہ کا وہ رقبہ جس کے اندر اندر ان کی نقل و حرکت ہوا کرتی تھی۔ معلوم کر لی جائے تو فوراً واضح ہو جائے گا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے گوشہ گوشہ میں اپنی صدائے پاک کے پہنچانے کا اہتمام فرمایا تھا۔

پہاڑ پر تبلیغ :

یہ قبائل تو خشک وادیوں کے رہنے والے تھے۔ حضورؐ نے کوہستانی آبادی کو بھی دعوت الی اللہ پہنچانے کا اہتمام فرمایا طائف پانچ ہزار فیٹ کی بلندی پر سرد سرسبز اور شاداب مقام ہے۔ حضورؐ وہاں بھی پہنچے۔ اور دامانِ کوہ پر بسنے والی آبادیوں کو بھی اپنے قدوم سے مشرف فرمایا۔

ساحل پر تبلیغ :

بحرۂ قلزم کے بندرگاہوں۔ سعیدہ۔ جدہ۔ ینبوع کے ساحل پر بسنے والوں کو بھی حضورؐ نے بنفس نفیس اسلام کے ارکان و اصول سے روشناس فرمایا۔ تبلیغ کا یہ سلسلہ اتنا وسیع ہو گیا تھا۔ اور روزانہ کام اس قدر بڑھ گیا تھا۔ کہ حضورؐ جزیرہ نمائے عرب سے باہر تشریف نہ لے جا سکے۔

ممالک بعیدہ میں تبلیغ :

۱۱۔ لہٰذا ممالک بیرونی کے لیے ایسے مبلغین کا انتخاب فرمایا۔ جو اس ملک

کی زبان اور وہاں کے مذہب اور رسم و رواج سے بخوبی آگاہ تھے۔ ان مبلّغین نے وہاں کے حکمرانوں کو حضورؐ کے فرامین پہنچائے۔ اور ان کو ملک و قوم کی ہدایت کے فرض سے آگاہ کیا۔ اور پوری پوری ذمہ داری ان پہ عائد کرنے کے بعد پھر رعایا و برایا کو بھی احکام ربانی سنائے گئے۔ اور دین حقّہ کا پیغام سب تک پہنچا دیا گیا۔

بادشاہ حبش اصحم بن ابجر کے پاس۔۔۔۔۔۔ عمرؓو بن امیہ الضمریؓ سفارت لے گئے۔
شاہ بحرین بن منذر بن ساوی کے پاس۔۔۔ علاؓ بن الحضرمیؓ " " "
ملک عمان جیفر بن جندی کے پاس۔۔۔۔ عمرؓو بن العاص اموئیؓ " " "
شاہ اسکندریہ جریج بن متی کے پاس۔۔۔۔ حاطب بن ابی بلتعہؓ " " "
شہنشاہ روما ہرقل کے پاس۔۔۔۔۔۔ دحیہ بن خلیفۃ الکلبیؓ " " "
شاہ ایران خسرو کے پاس۔۔۔۔۔۔۔ عبداللہ بن حزامؓ " " "
فرمانروائے یمامہ ہوزہ بن علیؓ کے پاس۔۔۔ سلیط بن عمروؓ " " "
فرمانروائے دمشق ابن حارث کے پاس۔۔۔ شجاع بن وہب الاسدیؓ " "
وغیرہ وغیرہ۔

یہ تمام سعی و کوشش اس امر کا عملی ثبوت ہے۔ کہ اسلام تبلیغی مذہب ہے۔

۱۲۔ ان مساعی جمیلہ کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی حیات قدسیہ میں یہودی۔ عیسائی۔ بت پرست۔ پارسی۔ صابئی۔ دہریہ۔ آزاد خیال وغیرہ وغیرہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے۔

فیوضِ اسلام اور ادیانِ متعددہ:

علمائے نصاریٰ	علمائے یہود
تمیم داری	عبداللہ بن سلام (از نسل یوسف علیہ السلام)
جارود العبدی	یوسف بن عبداللہ
طلق بن علی	اُسید و ثعلبہ فرزندان سعید
طہفہ بن زید نہدی	اُسید بن عُبید
عدی بن حاتم۔	اوس بن سمعان
صرمہ بن ابی انس	اسد بن عبد القرظی
بشر بن معاویۃ البکانی	کعب بن سلیم القرظی

بُت پرست:

بت پرستوں کے سرداروں لات، منات، شعری، وقار، ہبل، اُم انس وغیرہ کے پرستاروں کی فہرست پیش کرنا بے سود ہے۔ جبکہ معلوم ہے۔ کہ عرب قبل از نبوت محمدیہ قاطبۃً بت پرست تھا۔ اور حضور ہی کی حیات طیبہ میں ایک بھی بت پرست باقی نہ رہا تھا۔

۱۳۔ تبلیغ کا جو پاک اثر مختلف ممالک اور مختلف اقوام میں جاگزیں و دلنشیں ہوگیا تھا۔ اسی کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ مختلف ممالک سے مختلف زبانوں کے بولنے والے مختلف ادیان سے نسبت صحیحہ رکھنے والے مرکز اسلام میں اور ہادی اسلام کے حضور میں حاضر ہوگئے تھے۔

حبش سے......(۱) اسلم الاسود (۲) ایمن بن عبید۔ (۳) ذومخمر ابن اخی النجاشی۔

روم سے ———— (۱) باقوم۔ (۲) صہیب بن سنان

افریقہ سے ———— منذر

قبط سے ———— اسلم ابورافع

یمن سے ———— (۱) یاسر بن عامر۔ (۲) ابوموسیٰ اشعری وغیرہ

عمان سے ———— مازن بن الخضوب الخطامی

فلسطین سے ———— بشیر بن عقربیہ

نوبہ (سوڈان) سے ———— یسار مولی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرموت سے ———— وائل بن حجر بن ربیعۃ الحضرمی

ایران سے ———— سلمان فارسی وغیرہ

خراسان سے ———— فیروز دیلمی

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فدائیوں پر نظر اگر اُن کے اختلاف مراتب کے لحاظ سے ڈالنا چاہو۔ تو دیکھو۔

شاہان :

اصحمہ نجاشی شاہ حبش۔ اکیدر شاہ دومۃ الجندل۔ جیفر شاہ عمان۔

گورنران ممالک :

(۱) باذان سلطنت ایران کا وائسرائے ماموره یمن۔ (۲) فروہ سلطنت روما کا وائسرائے ماموره شام۔

حکمرانان ملک :

(۱) ثمامہ بن اثال والیء نجد۔ (۲) جرشب بن طلحۃ الجمیری۔ (۳) ذوالکلاع حمیری

(۴) وائل بن حجر - (۵) صعصعہ بن صوحان ۶ طفیل بن عمرو ذوالنور -

قائد بن عساکر :

(۱) سعود بن رخیلہ - (۲) حصین بن علبینہ - (۳) خالد بن ولید - (۴) نعمان بن منقرن مزنی

اہل فضل و کمال :

(۱) لبید عامری - (۲) حُمید بن ثور ہلالی - (۳) ابو درداء - (۴) نابغہ - (۵) حبان بن قیس جیحدی - (۶) دغفل بن حنظلۃ العلامۃ الشیبانی (۷) عروہ بن مسعود بن ادس (۸) حارث بن حارث ثقفی - (۹) اعشی مازنی - (۱۰) ابو رہم بن مطعم - (۱۱) ارجی الہدانی

ائمہ مذاہب متعددہ :

عثمان بن طلحہ ———— کلید بردار کعبہ

عدی بن حاتم ———— اسقف عیسائیاں

صُرمہ بن ابی انس ———— عیسائیان عرب کا ولی اللہ

عبداللہ بن سلام ———— امام یہود

عمرو بن مسیح بن کعب ———— اسقف یمن

ابو مریم ندیر ———— اسقف غسان

فاتحین و کشور کشا :

عامر بن جراح ———— فاتح شام

خالد بن ولید ———— فاتح عراق

عبدالرحمن بن ثمرہ ———— فاتح کابل وسجستان

سعد بن ابو وقاص ———— فاتح ایران

عمرو ابن العاص ———— فاتح مصر

عتبہ بن غزوان جابر مازنی ———— فاتح حیرہ و بانی بصرہ

(۱۴) میں اس فہرست کو بنظر اختصار ختم کرتا ہوں۔ ناظرین دیکھیں گے۔ کہ میں نے خلفائے راشدین مہدیین کا ذکر نہیں کیا۔ اور مہاجرین اولین اور سابقین اولین میں سے ابھی صرف دو ایک نام آئے ہیں۔ میرا مقصود یہ ہے۔ کہ یہ بزرگوار تو فلک رفعت اور سماء عزت کے مسلمہ کواکب دُرّیہ ہیں۔ ان کے بعد بھی صحابہ کرام میں ایک ایک کی شان نرالی ہے۔ اور ایک ایک کے فضائل محیّر العقول ہیں۔

جملہ مذاہب کے اہل علم ذرا آگے بڑھیں اور اپنے مذہب کو تبلیغی ثابت کرنے کے لیے فہرستیں لکھ کر دکھلائیں۔ سامعین معاف فرمائیں۔ شائد ان میں سے بعض تو یہ مختصر فہرست سنتے سنتے ہی اکتا گئے ہوں گے۔ لیکن یہ ایک ایسی برہان جلی اور دلیل قوی ہے۔ کہ کوئی شخص بھی عیسائی ہو۔ یا یہودی ہو، یا ہندو ہو یا پارسی۔ صابئی ہو، یا بدھمت خود بانی مذہب کے عہد کی ایسی فہرست پیش نہیں کر سکے گا۔

صحابہ کی قوت ایمانیہ کا مقابلہ پہلی اقوام کے ساتھ

(۱۵) اگر میں ان صحابہ کی قوت ایمانیہ کے واقعات بھی بیان کرنے لگوں۔ اور اُن کے واقعات کا مقابلہ یہودا اسکریوطی سے جس نے ۱۹ روپے رشوت لے کر مسیح کو گرفتار کرایا تھا۔ اور پطرس سے جس نے مسیح کے سامنے مسیح کا انکار کیا تھا۔ اور باقی شاگردوں سے جن میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان نہ ہونے کی شہادت راستبازِ مسیح نے دی ہے۔

یا ان چھ شاگردوں سے جو مہاتما گوتم کو درخت کے نیچے اکیلا چھوڑ کر ان کی رفاقت سے علیحدہ ہو گئے تھے۔

یا سرداران موسیٰ میں سے قرح۔ داتن اور ابیرام کے ساتھ کر کے دکھلاؤں تو ہر ایک شخص کو جو سر میں دماغ اور دماغ میں مادۂ فہم رکھتا ہے۔ جلد تر یہ مصرعہ پڑھتا ہوگا۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

عالمگیر مذہب میں ہمہ گیری کی وسعت:

(۱۶) میں اس دلیل کو اسی جگہ چھوڑ کر بیان کرتا ہوں۔ کہ کوئی مذہب تمام دنیا کے لیے تبلیغی نہیں ٹھہر سکتا۔ جب تک کہ اس کی تعلیم میں وسعت اور ہمہ گیری اور فطرت انسانی کی ترجمانی موجود نہ ہو۔

ناظرین با تمکین!

(الف) پورے غور سے مسیح کا یہ ارشاد پڑھیں:

دولتمند اور آسمانی بادشاہت:

متی ۱۹۔ باب ۲۳۔ درس۔ جب یسوع نے شاگردوں سے کہا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ دولتمند کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے۔ (۲۴) درس بلکہ میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزر جانا اس سے آسان ہے۔ کہ ایک دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو۔

میں یورپ اور امریکہ کے کروڑپتی اُمراء سے عرض کروں گا۔ کہ اب وہ خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کا کوئی اور راستہ تلاش کریں۔ کیونکہ دولتمند کا

عیسائیت میں گذر نہیں۔

نوامیس قدرت کے توڑنے کی طاقت:

(ب) ہاں عیسائیت کی بنیاد یہ ہے۔ ہاں پر رکھی گئی، جس کا وجود جناب پاپائے روم کی بزرگ ہستی میں بھی مفقود ہے۔ مثلاً۔ مسیح کے ارشاد ذیل پر غور کرو۔

میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ جو کوئی اس پہاڑ کو کہے اُٹھ اور دریا میں گر پڑ وہ اپنے دل میں شک نہ لاوے۔ بلکہ یقین کرے۔ کہ یہ باتیں جو وہ کہتا ہے۔ ہو جائیں گی۔ تو جو کچھ کہے گا سو ہو گا۔

میں کہتا ہوں کہ آج پچاس کروڑ عیسائیوں میں کسی ایک کا بھی درجہ یقین پر نہ ہو نہایت سخت اور نہایت تلخ تجربہ ہے۔ مسیحؑ نے تو سچ فرمادیا۔ اب اس کو سچ کر دکھانے والا بھی کوئی عیسائی ہونا چاہیئے؟

لامحدود اختیارات کا شخص واحد میں جمع ہونا:

(ج) ہاں تبلیغی مذہب اس طرح کے شخص لامحدود اختیارات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ جس کی تعلیم مندرجہ ذیل مقام میں دی گئی ہے۔

متی ۱۶۔ باب ۷ آتا ۱۹ درس۔ یسوع نے جواب میں اسے کہا۔ اے شمعون بریونس مبارک ہو۔ کیونکہ جسم اور خون نے نہیں بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے، تجھ پر یہ ظاہر کیا۔ میں یہ بھی تجھ سے کہتا ہوں۔ کہ تو پطرس ہے۔ اور میں اس پتھر پر اپنی کلیسیا بناؤں گا۔ اور دوزخ کا اختیار اس پر نہ چلے گا۔ اور میں آسمان کی بادشاہت کی کنجیاں تجھ کو دوں گا۔ جو کچھ تو زمین پر بند کرے گا، آسمان پر بند کیا جاوے گا۔ اور جو کچھ تو زمین پر کھولے گا۔ آسمان پر کھولا جاوے گا۔

مارٹن لوتھر اور پوپ :

صاحبان! یہی وہ لامحدود اختیارات تھے۔ جن سے لوتھر مصلح چیخ اٹھا تھا۔ اور اُس نے پوپ کی شخصیت کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا تھا۔ مگر اس کا علاج مارٹن لوتھر کے پاس کیا تھا۔ کہ مسیح کا یہ ارشاد برابر انجیل میں موجود ہے۔ اور اسی لیے رومن کیتھولک کی تعداد اب تک پراٹسٹنٹ سے زیادہ ہے۔

ترکِ ازدواج :

(د) ہاں عیسائیت دنیا کا تبلیغی مذہب نہیں بن سکتی۔ کیونکہ اس میں ترکِ ازدواج کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے۔ متی ۱۹ - ۱۰ تا ۱۲ درس میں ہے۔

"اس کے شاگردوں نے اُس سے کہا۔ کہ اگر مرد کا حال جورو کے ساتھ یہ ہے۔ تو جورو کرنا اچھا نہیں۔ اُس نے اُن سے کہا۔ کہ سب اس بات کو قبول نہیں کر سکتے ہیں۔ مگر وہ جنہیں دیا گیا۔ کیونکہ بعضے خوجے ہیں۔ جو ماں کے پیٹ ہی سے ایسے پیدا ہوئے۔ اور بعضے خوجے ہیں جنہیں لوگوں نے خوجہ بنایا۔ اور بعضے خوجے ہیں۔ جنہوں نے آسمان کی بادشاہت کے لیے آپ کو خوجہ بنایا۔ جو اس کو قبول کر سکتا ہے سو کرے۔"

صاحبان! وہ ہزاروں لاکھوں نن اور منک جو تمدن کے لیے عار، اور شہریت کے لیے بار ہیں۔ اسی ایک فقرے کا نتیجہ ہیں۔ یہ مسئلہ اس سے زیادہ سنگین ہے۔ جو ایک سے زیادہ جورو کرنے کا سمجھا جاتا ہے۔

مسیح اور تلوار:

ہاں عیسائیت اس لیے بھی دنیا کا تبلیغی مذہب نہیں ہو سکتی کہ اس میں اتحاد و محبت نام کو نہیں۔ بلکہ افتراق کو مسیحؑ کی آمد کا مقصد بتایا گیا ہے۔

متی ۱۔ باب ۱۰، ۳۴ و ۳۵ درس میں ہے

"یہ مت سمجھو۔ کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا۔ صلح کروانے نہیں، بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔ کیونکہ میں آیا ہوں۔ کہ مرد کو اُس کے باپ اور بیٹی کو اس کی ماں اور بہو کو اس کی ساس سے جُدا کروں"

مسیح اور ظالم کا مقابلہ نہ کرنے کی تعلیم:

(۹) ہاں مندرجہ ذیل حکم بھی عیسائیت کو دنیا کا تبلیغی مذہب ہونے سے روکتا ہے:

متی ۵۔ باب ۳۸ تا ۴۱ درس

"تم سُن چکے ہو۔ کہ کہا گیا ہے۔ کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت، پر میں تم سے کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کر۔ بلکہ جو تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے۔ دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی چاہے کہ تجھ پر نالش کر کے تیری قبا لے۔ کُرتے کو اسے دے دے۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار لے جاوے۔ تو اس کے ساتھ دو کوس چلا جا"

۱۹۱۴ تا ۱۹۱۸ء کا جنگ یورپ:

ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ برطانیہ عظمیٰ نے جو لڑائی جرمن کے ساتھ ۱۹۱۴-۱۹۱۸ میں

کی ہے۔ وہ مبنی برحق تھی۔ اس لیے کہ جبر مِنی کا ظالم ہونا ثابت ہو چکا تھا۔

لہٰذا ہم حیران ہیں۔ کہ مسیح کے اس حکم کو دنیا کے جملہ قوانین اور آئین اور ضروریات کے مقابلہ میں کیا درجہ دیا جائے گا۔

مہاتما بدھ کا طرزِ معیشت :

عیسائیت کے بعد جب ہم مہاتما گوتم بدھ کو دیکھتے ہیں۔ کہ وہ ہاتھ میں کشکول لیے ہوئے چپ چاپ ایک دروازے کے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ اور جب گھر والے اُس کی کشکول میں کوئی خوردنی چیز ڈال دیتے ہیں۔ تو وہ آہستگی کے ساتھ وہاں سے چل پڑتا ہے۔ تو ہم بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں۔ کہ دنیا اس اصول پر نہیں چل سکتی اور اُس نامور ہستی نے جو نمونہ اپنی زندگی کا دکھلایا ہے۔ اُس پر عمل نہیں کیا جا سکتا لہٰذا نتیجہ صاف ہے۔ کہ بدھ ازم دنیا کا تبلیغی مذہب نہیں ہو سکتا۔

ایک بدھ فاضل نے تحریر کیا ہے۔ کہ بدھ ازم کی ناکامی کا سبب خود اس کے اپنے اُصول تھے۔ (کتاب بدھ مصنفہ مسٹر اس کا اردو ترجمہ ص ۲۰۵)

جب ہندوستان اُن فقیروں کا بوجھ نہ برداشت کر سکا۔ جو خود مہاتما بدھ کی زندگی میں سینکڑوں کی شمار میں۔ اور من بعد ہزاروں کی تعداد میں ہو گئے تھے، تب اُن کو مجبوراً ہندوستان چھوڑنا پڑا" یہ ظاہر ہے۔ کہ جو مذہب خود اپنی مولد و مسکن میں قائم نہیں رہ سکتا، وہ دنیا کا تبلیغی مذہب ہونے کی صلاحیت سے بہت دور ہے۔

صراطِ مستقیم کے قیام میں اسلام کی مساعی :

اسلام نے خود کو دنیا کا مذہب عام مشتہر کرنے سے پہلے پہلے اُن غاروں

مغاکوں کو بھر دیا ہے۔ جو اُسے اپنی شاہراہ اعظم تیار کرنے میں حائل تھے۔

اسلام نے معلوم کر لیا ہے۔ کہ دنیا میں امتیاز و احتقار کی بنیاد کن چیزوں پر رکھی گئی اور پھر ذلّت و عزت کی تعمیر اُن سے کی گئی۔

(الف) اختلاف زبان کے کرشمے:

ان میں سے ایک اختلاف زبان ہے۔ کالیداس کا شکنتلا ناٹک پڑھو۔ معلوم ہو جائے گا۔ کہ امراء سنسکرت بول رہے ہیں، اور خدام پراکرت میں جواب عرض کر رہے ہیں۔ والمیک جی کی رامائن میں سری رام چندر جی سنسکرت بول رہے ہیں۔ اور سیتا جی پراکرت میں گفتگو کرتی ہیں۔ یعنی خادموں اور عورتوں کا یہ درجہ نہیں کہ وہ سنسکرت بول سکیں۔ خدام میں شودر، چنڈال سب داخل ہیں

ملکہ ایلیات کی بہن مقتولہ میری انجیل کو عبرانی زبان میں پڑھ رہی ہے۔ اور انگلستان کا افسر اُسے بکواس بتلاتا ہے۔

مہاتما گوتم بدھ سنسکرت کو اُس کے درجہ عُلیا سے گرا دیتا ہے۔ اور تعلیم سنسکرت کی ممانعت کر دیتا ہے۔ اور یہی امر اُس مذہب کی مخالفت شدیدہ کا موجب بن جاتا ہے۔ قرآن مجید نے ایک ہی حکم کے ساتھ اس اختلاف کو بالکل محو کر دیا۔ اور محو کرنے میں وہ اسلوب بدیع اختیار کیا جس میں سب کی عزت رہ گئی۔ فرمایا: وَمِنْ اٰیٰتِهٖ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ (سورہ روم آیت نمبر ۲۲) بولیوں کا بھانت بھانت ہونا، لغات کا الگ الگ ہونا بجائے خود اللہ کی آیات (نشان) میں سے ہے۔

(ب) اختلاف رنگ کے کرشمے:

از آنجملہ اختلاف رنگ تھا۔ جس نے بیسیوں اقوام کے دلوں بیسیوں اقوام کی حقارت محض اختلاف رنگ کی وجہ سے ڈال رکھی ہے۔

امریکہ اپنی زبان سے تہذیب و انسانیت کے دعاوی جس قدر چاہے الاپا کرے، مگر امریکہ کے سیاہ فام باشندوں کے ساتھ جو نفرت و عداوت اُن کو اب تک ہے۔ اور بعض کالی رنگت والے مجرموں کے ساتھ جو سخت ترین وحشیانہ سلوک وہ کر گزرتے ہیں، وہ سب کو معلوم ہے۔

رگ وید:

رگ وید منڈل چہارم منتر ۱۶۔ رچا ۱۔ ایں ہے

"اس نے پچاس ہزار سیاہ فام دشمنوں کو لڑائی میں تباہ و غارت کیا"

نو آبادی ہائے کا سلوک:

کنیا۔ نٹال، افری سٹیٹ وغیرہ نو آبادیوں میں سفید رنگ والوں نے جو جو ضوابط و قواعد سیاہ رنگ والوں کے لیے بنا رکھے ہیں۔ وہ بھی معلوم ہیں۔ عجیب تر یہ ہے کہ حبشی لوگ اپنے گھروں میں جب شیطان کی تصویر بناتے ہیں۔ تو اسے سفید رنگ کا انسان ظاہر کرتے ہیں۔

اسلام کا فیصلہ:

ہاں اسلام ہی نے یہ حکم سنایا کہ لَا فَضْلَ لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ کہ کسی سرخ رنگت والے کو کسی کالے کلوٹے پر اور کسی کالے کلوٹے کو کسی سرخ و سفید پر کوئی فضیلت نہیں۔

(ج) خصوصیات مُلکی کے اختلاف

ازانجملہ خصوصیات ملکی کا امتیاز بھی باعث اختلاف تھا۔ گوڑ برہمن سارَسْت پر۔ اور سارَسْت برہمن گوڑ پر فضیلت رکھنے کے دعویدار ہیں۔ کشمیری پنڈت دکھشنی پنڈتوں پر، اور دکھشنی پنڈت کشمیری پر امتیاز خاص کے مدعی ہیں۔ وجہ صرف یہ کہ ایک شخص دریائے سرستی کے ورلے کنارے کا رہنے والا ہے اور دوسرا سرستی کے پرلے کنارے کا ہے۔ یا دکن قدیم آباد یا کشمیر زیادہ پرانا ہے۔

بنی اسرائیل میں بھی امتیاز دریائے جارڈن کے متعلق سمجھا جاتا تھا۔ ایبر دے جارڈن کے باشندے آنرو سے جارڈن والوں سے خود کو اعلیٰ سمجھا کرتے تھے۔

ہندوستانی آریہ ورت کے رقبہ کے اندر رہنے والے کو زیادہ معزز سمجھتے اور جنوبی و شمالی ہند کے باشندوں کو اپنے سے کمتر سمجھتے۔

منوجی نے بھی ہمالیہ اور بندھیاچل کے درمیانی رقبہ میں رہنے والوں کو خاص عزت سے مشرف فرمایا (ادھیائے)

اہل عرب نے ماسوائے عرب کا نام عجم رکھا ہوا تھا۔ اور وہ اہل عجم کی انساب کی کوئی وقعت نہ سمجھتے تھے۔

اسلام نے اس اختلاف کو بھی مٹایا۔ اور یہ فرمان نبوی سنایا گیا: لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا عَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ کسی عرب والے کو عجم والے پر، کسی عجم والے کو کسی عرب والے پر کوئی فضیلت نہیں، قرآن مجید نے پہلے تو یہ حکم دیا: فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ (نجم ع ۲) تم اپنی پاکیزگی اور برتری کا دعویٰ نہ کرو۔ اور پھر وہ خاص وجہ فضیلت بھی بتلا دی، جو جملہ اصناف و افراد انسانی کے ساتھ مساوی نسبت رکھتی ہے۔ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ

عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (حجرات آیت ۱۳) جو کوئی شخص معرفت ربانی میں بڑھا ہوا ہے۔ وہ اللہ کے ہاں بڑی عزت والا ہے۔

بلالؓ و باقوم ابو جہل و ابو لہب:

بلالؓ کا حبشی اور باقوم کا رومی ہونے میں کیا درجہ گھٹ گیا۔ اور ابو لہب کا ہاشمی اور ابو جہل کا قریشی مکی ہونے سے کون سا اعزاز بڑھ گیا۔

(د) پیدائشی حقوق:

اختلاف و تباغض و تحاسد کے ان بڑے اصولوں کی سر بفلک عمارت کو خاک نشین کر دینے کے بعد بھی اسلام نے اپنی کوشش مصالحت و مفاہمت کو جاری رکھا اور معلوم کیا کہ قریباً ہر مذہب نے اپنے اندر ایک خاص قوم کو ایسے پیدائشی حقوق دے رکھے ہیں جن کو دیگر اقوام کے لوگ اعلیٰ ترین قابلیت و ریاضت کے بعد بھی حاصل نہیں کر سکتے۔

یہود میں بنو لاوی	ہندوؤں میں برہمن
پارسیوں میں موبد	عیسائیوں میں پوپ

اور ان کے اعمال ہی تقرب الی اللہ کا واسطہ سمجھے جاتے۔ انہیں کے ذریعہ مردوں کو سورگ و نرگ میں دھکیلا جاتا۔ انہی کے توسل سے بخشش و معافی حاصل کی جاتی تھی۔ اور اسی کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ یہ لوگ نسل انسانی کے اندر طاقت برتر از طاقت بشری کے مدعی بن جاتے تھے۔

(ھ) اقوام دیگر میں معیار نبوت:

اب اسلام نے جملہ مذاہب کے دعوٰی روحانیت و تقرب و عرفان پر

نگاہ کی، اور یہ مسئلہ بھی دنیا کی جملہ اقوام میں آج تک بیگانگی و تنافر کا موجب تھا۔

بنی اسرائیل کا دعویٰ تھا، کہ نبوت ربانی کا منصب صرف اسرائیلیوں میں پایا جاتا ہے۔ اور جملہ ادیان و اقوام اس شرف سے محروم ہیں۔

ایرانیوں کا دعویٰ تھا۔ کہ جاماسب اور زرتشت کی اولاد کے سوا سروشِ یزدانی کی عزت اور کسی قوم کو نہیں ملی۔

ہندوؤں کا دعویٰ تھا۔ کہ آریہ ورت میں رہنے والے آریہ نیوں کے سوا آکاش بانی کے درشن اور کسی کو نہیں ملی۔ مصریوں، چینیوں وغیرہ کا رویہ بھی اس بارہ میں ایسا ہی تھا۔ اس دعویٰ سے صرف یہی نتیجہ نہیں نکلتا تھا۔ کہ کوئی ایک قوم اپنے تنہا شرف پر اکتفاء کرے۔ بلکہ اس کا لازمہ یہ بھی تھا۔ کہ ہر ایک قوم باقی دیگر ادیان و اقوام کو گمراہی و ضلالت اور جہل و غوایت کا الزام لگاتی تھی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ بھی ہوتا تھا، کہ اپنی قوم کے چند بزرگوں کے علاوہ باقی دنیا بھر کے دیگر بزرگ مقدسین و ہادی مہدیین کو ناپاک الفاظ سے یاد کیا کرتے تھے۔

اسلام نے سب سے پہلے اپنی کتاب کا کام مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ (بقرہ رکوع ۱۲) تجویز کیا۔ اور اپنے سے پہلوں کو راست باز ہونے کا اعلان فرمایا۔ بعد ازاں (وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ) ۔ کا منشور ربانی جاری فرمایا۔ اور بتلایا کہ اپنے اپنے عہد میں ہر ایک قوم اور ہر ایک مذہب میں اللہ کا پیام سنانے والے، راہ ہدایت دکھانے والے، نوعِ انسان کو گمراہی و ضلالت سے بچانے والے ہو چکے ہیں۔

یہ ایک بالکل جدید علمی انکشاف تھا اور اس کا مدعا باہمی منافرت و عداوت

ومشاجرت کا دور کر دینا تھا چنانچہ یہ مدعا پورا ہوا، اور باحسن وجوہ پورا ہوا۔

(۳) ان جملہ ابتدائی انتظامات کے بعد اسلام نے اس جہانگیر تعلیم کو پیش کیا جو سادہ، آسان اور سہل العمل تھی۔ اس نے ملکی ومقامی خصوصیات کو جو پیشتر ازیں ہر ایک مذہب میں بہت زیادہ ملحوظ و مرعی تھیں، نظر انداز کر دیا۔ اور ہمہ گیری کے طریقوں کو ترجیح دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خیمہ عبادت:

سیدنا موسیٰ علیہ السّلام نے عبادت گاہ کے لیے جیسے پردے، صندوق، سامان روپہلی سنہری برتن چپڑاسیں اور بعد ازاں کاہن اور کاہن کے ماتحتوں کی وردیاں مقرر کی تھیں۔ اس کی تفصیل کتاب الخروج میں موجود ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہود میں عبادت گاہوں کا قیام نہایت دشوار ہو گیا۔

اچارج دیانند اور سندھیا:

پنڈت دیانند سرستی مہاراج نے سندھیا کے لیے ہَون ضروری ٹھہرایا۔ ہر ایک ہَون میں گھی کے اچھے ہر ایک چمچہ ہماشہ کا تجویز کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سندھیا کا قیام اچھے اچھے گھروں میں بھی نہ ہو سکا، ادھر گھی کا نرخ بڑھتا گیا۔ اور ادھر مشکلات کا اضافہ ہوتا گیا۔

سندھیا تین وقت ہونی چاہیئے، اور دو وقت تو لازی ہے۔ دو وقتوں میں ۱۶ تولہ گھی صرف ہَون میں جلانے کے لیے ہونا ضروری ہے۔ اب یہ مشکل کیونکر پوری ہو۔ کیونکہ اتنا گھی تو ہندوستان میں میسر نہیں آ سکتا۔

رشی دیانند اور سوختگی لاش :

ہر ایک لاش کے سوختہ کرنے کے لیے بھی بیس سیر گھی ہونا چاہیئے۔ اگر سب دھارمک پُرش اس حکم کی تعمیل پر دل وجان سے آمادہ ہو جائیں، اور گھی کا کھانا بھی ترک کر دیں، پھر بھی ہندوستان اتنا گھی روزانہ سپلائی نہیں کر سکتا۔

روزانہ اشنان :

ہندوؤں کی کتابوں میں روزانہ اشنان پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اور وہ بھی کسی دریا کا اشنان، یا تالاب کا اشنان، یا کوئیں کے تازہ پانی سے اشنان،

اس حکم کی تعمیل گنگا، جمنا کی درمیانی وادی کے باشندے اور وہ بھی قوی باشندے تو کر سکتے ہیں۔ مگر اس حکم کو یورپ کے سامنے پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ اُن ریگستانوں کے بسنے والوں سے اس پر عملدرآمد کی توقع کی جا سکتی ہے۔ جہاں پینے کا پانی بھی بدشوری میسّر آسکتا ہے۔

الغرض اسلام نے اپنے عالمگیر و ہمہ گیر بنانے کے لیے ایسی ایسی رسمیات سے خود کو بالاتر رکھا۔

اسلام کے امتیازی اُصُول :

اسلام کے وہ اصول جو اس کی تعلیم کو ممتاز بنانے والے ہیں، بہت ہیں۔ سب سے پہلے مسئلہ توحید کو لیجئے۔

توحید :

آج تک کسی قوم نے بھی خواہ وہ شرک کی انتہائی پستی میں گری ہوئی ہو۔ توحید کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے شرک ہی میں توحید ثابت کرنے کی مذبوحی حرکات کی ہیں

عیسائیوں کی تثلیث، باپ، بیٹا، روح القدس۔

آرین تثلیث۔ ایشور، مادہ، روح

سناتنی تثلیث۔ برہما، بشن، مہیشن (زرسول اسی تثلیث کی یادگار ہے)

افلاطونیوں کی تثلیث۔ خدا، نفس، عقل کلی۔ جو رومایں اور اس کے آس پاس عیسائی تثلیث سے بیشتر صدیوں موجود تھی، بخوبی رائج ہیں۔ تاہم یہ سب تثلیث پرست کوشش کیا کرتے ہیں۔ کہ توحید فی التثلیث کے ثابت کرتے میں کسی طرح کامیاب ہو جائیں۔ تین پائی کا ایک پیسہ یا ایک پیسہ کی تین پائیاں اس لیے مقرر کی گئی ہیں، کہ علم الاعداد سے تثلیث فی التوحید، اور توحید فی التثلیث کی دلیل پکڑی جائے۔ خیر مجھے ان کوششوں کے متعلق کچھ بھی نہیں کہنا ہے۔ صرف یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں۔ کہ توحید کا انکار کوئی قوم بھی نہیں کر سکتی۔

یہ مسلمہ ہے۔ کہ ایسا متحدہ عقیدہ جس مذہب میں زیادہ واضح زیادہ روشن زیادہ خالص پایا جائے گا۔ وہی مذہب دیگر جملہ مذاہب سے بالاتر ثابت ہو جائے گا۔

ثمرۂ توحید:

مسئلہ توحید کا ثمرہ یہ ہے۔ کہ انسان کو اپنا درجہ معلوم ہو جاتا ہے۔ اسے پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ وہ تمام مخلوق کا سردار ہے۔ بر و بحر پر اس کی حکومت ہے۔ زمین اور اس کے طبقات، عالم اور اس کا ماحول سب کچھ انسان کا مسخر، انسان کا مطیع، انسان کا کارندہ ہے۔ اور کوئی مخلوق بھی ایسی نہیں جس کے سامنے اسے جھکنا پڑے اکوئی شے بھی ایسی نہیں۔ جس کی عظمت کے سامنے انسان کو سرافگندہ ہونا پڑے۔

اس شرف اور علو جاہ کے بعد وہ دیکھتا ہے۔ کہ مالک الملک ، رب الارباب خالق الکل کی عظمت و ہیبت کے سامنے وہ ایک قطرہ سے بھی ناچیز اور ایک ذرہ سے بھی زیادہ عاجز ہے۔ اس کے جسم کا کوئی بال اُس کی آنکھ کی کوئی حرکت اس کی سانس کی آمد و شد اُسی مالک کے قبضۂ اقتدار میں ہے۔ لہٰذا ایسے انسان کا دل اپنے پیدا کرنے والے کی عظمت سے بھر جاتا ہے۔ اور اس کے لاانتہا انعامات کو دیکھ کر اس کے دل میں لازوال محبت قیام پذیر ہو جاتی ہے۔ اس کی روح عرفان سے اور اس کے ارادے ذوقِ اطاعت سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ ایسا انسان اب نہ سردارِ عالم کے لقب سے مغرور بن جاتا ہے، اور نہ خلیفۃ الارض ہو جانے سے تکبر کا شائبہ اُس کے آئینہ خیال تک پہنچتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو بندہ، سرافگندہ، عاجز درماندہ، مسکین، محتاج کہلانے کو دل سے پسند کرتا ہے۔ وہ جتنا زیادہ اس حالت میں ترقی کرتا جاتا ہے۔ اسی قدر زیادہ اس کی ماتحت مخلوق اس کی سرداری پر نازاں و فرحاں ہوتی جاتی ہے۔ الغرض توحید سے بندہ کا براہ راست تعلق رب العالمین سے وابستہ ہو جاتا ہے۔ اور توحید ہی کی طفیل بندہ کی سیادت و قیادت کون و مکان پر متمکن ہو جاتی ہے۔

جملہ مذاہب کے علما آئیں، بیٹھیں۔ غور کریں۔ کہ توحید کا آبِ زلال بلکہ ماء الحیات کہاں ملتا ہے۔"

اگر پانی میں خس و خاشاک ملا ہوا ہو، پانی گندلا ہو۔ پانی کا رنگ بدل گیا ہو پانی کے مزے میں فرق آگیا ہو۔ تو ایسا پانی کبھی کوئی ایسا شخص جسے اپنی صحت کی قدر و قیمت معلوم ہے۔ ہرگز استعمال نہ کرے گا۔ اسلام سے باہر جہاں توحید ملتی

ہے۔اس کی حالت بھی ایسے ہی پاتی جیسی ہے

رحمت، محبت، وداد :

ہاں اسلام رب العالمین کا عرفان، غفور الودود ہونے کی شان میں عطا فرماتا ہے، وہ عزیز المقتدر بھی ہے اور اس قدرت و عزت اور حکومت اور سیاست کے ہوتے ہوئے کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ (انعام ۱۲) (اُس نے اپنی ذات پر رحمت کو لکھ رکھا ہے) کی بجلی میں جلوہ گر بھی ہے۔ مغفرت بخشش، معافی، درگذر، انعام، اکرام، جود و عطا کے ساتھ وہ لحظہ بلحظہ نور افگن ہے۔

محبت کی اعلیٰ قسم "وداد" ہے۔ اور اسی وداد کی فراوانی و کثرت ساعت بہ ساعت ہر مخلوق کی تربیت فرما رہی ہے۔ اور اس کی حوصلہ اور فطرت کے موافق اُسے درجہ ارتقا پر لیے جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کے خیالی جھگڑے سے بلند تر ہے۔ وہ گنہگاروں کو بخشنے کے لیے کسی بے گناہ کو جہنم اور عذاب میں مبتلا نہیں کرتا وہ اظہارِ رحم کے بہانہ سے اپنی برگزیدہ پاک مخلوق سے بیرحمی روا نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ کو اس ضرورت نے کبھی مجبور نہیں کیا۔ کہ وہ کرشنا یا مسیح کی صورت بشری اختیار کرے اور پھر نجات عام کے لیے کوئی حیلہ نکال سکے۔

اسلام اور حمایت علم :

ہاں اسلام علم کا حامی ہے۔ رب العالمین نے قرآن پاک کی جو توصیف فرمائی ہے۔ وہ بھی یہ ہے اَنْزَلَہٗ بِعِلْمِہٖ (نساء ع۲۳) اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔

اسلام علم کا اتنا تشنہ و گرسنہ ہے۔ کہ وہ غیروں سے بھی علم صحیح لینے کے لیے آمادگی ظاہر کرتا ہے ھَلْ عِنْدَکُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْہُ لَنَا (انعام ع ۸) کیا تمہارے پاس

کوئی علم بھی ہے۔ تو ہمارے لیے اسے ظاہر کرو۔

مسلمانوں نے اس آیت محکمہ کی تحت میں علوم و معارف کے جمع کرنے میں جو شغف دکھلایا، اور اہل علم کا عام اس سے کہ ان کا مذہب و ملت کیا تھا جو احترام کیا وہ دنیا بھر میں فقید المثال ہے۔

امریکن فاضل مسٹر ڈریپر لکھتا ہے۔ مسلمان شائقین نے خلفائے اسلام کے عہد میں صرف اتنی ہی بات پر اکتفا نہیں کی کہ عیسائی اور یہودی علماء کا احترام کیا کریں، بلکہ وہ تو ایسے اہل علم پر کامل اعتماد کیا کرتے اور سلطنت کے بڑے بڑے عہدے ان کو دیا کرتے تھے۔ ہارون الرشید نے یوحنا بن ماسویہ یہودی کو جملہ مدارس کا حاکم اعلیٰ مقرر کر دیا نخانہ بختیشوع اور جبریل اور یوحنا البطریق اسہیل بن سابور، اور سابور بن سہل، سلمویہ بن بنان، حنین بن اسحاق العبادی، متی بن یونس المنطقی، روفائیل وابن یامین وغیرہ ایسے فلاسفر ہیں، جنہوں نے خلافت بغدادیہ کی تحت میں اہل فضل و علم، و اہل کمال پر تاجداری کی ہے۔ کروڑوں جمع کیے اور لاکھوں کی جاگیریں دوام کے لیے حاصل کیں۔

کیا یورپ کوئی ایک مثال بتلا سکتا ہے۔ کہ اس نے غرناطہ و سپین کے مسلمین اساتذہ کو اپنے وطن پہنچ کر کبھی ایک دستار بھی روانہ کی ہو۔

ہند بھی کوئی ایسی مثال نہیں دے سکتے کہ انھوں نے شہاب الدین غوری کے دور سے پیشتر کسی مسلمان عالم کو دربار میں جگہ دی ہو۔ مگر ہارون و مامون و معتصم کے درباروں میں ہندو پنڈتوں کے نام برابر چل جاتے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ اسلام علم کا حامی، اور اہل علم کا مربی رہا ہے۔ آج

یورپ میں فلاسفروں، اور سکالروں کی جو قدر و عزت پائی جاتی ہے۔ یہ وہ سبق ہے جو انہوں نے مسلمانوں سے سیکھا تھا۔ ورنہ عیسائیت کی طبیعت علم و اہل علم کی دشمن رہی ہے۔

پوپ اور اس کے ماتحت افسروں کی تنگ نظری:

پوپ اور اس کے ماتحت افسروں کا صدیوں تک یہی دعویٰ رہا ہے، کہ بائیبل ہی مخزن علوم ہے، اور بائیبل کے بعد ان کو کسی علمی اکتساب کی اور علمی اکتشاف کی ضرورت نہیں۔

پوپ صاحب کو کہیں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ یہود لوگ فلسفہ ابن رشد کی تعلیم بلاد اسلام میں پا کر سپین اپنے وطن میں واپس آتے ہیں۔ تو فوراً ایک فرمان ۳۰ مارچ ۱۴۹۲ء کو صادر ہوا کہ تمام یہودیوں کو تین ماہ کے اندر اندر ہسپانیہ چھوڑ دینا چاہیئے۔ وہ اپنی جائداد کو فروخت کر سکتے ہیں۔ مگر تبادلہ میں سونا یا چاندی کا سکہ نہیں لے سکتے۔ جو جائداد تین ماہ کے اندر فروخت نہ ہو گی، وہ عیسائیوں کا مال سمجھا جائے گا۔

اخراج مسلمین:

فروری ۱۵۰۲ء میں ایک فرمان اشبیلیہ اور ماحول کے مسلمانوں کے خلاف جاری ہوا۔ ان کو بھی یہود کی شرائط کے ساتھ نکل جانے کا حکم تھا۔ اور مستزاد یہ کہ وہ کسی راستے پر سفر نہیں کر سکتے، جو اسلامی ملک تک پہنچا دینے والا ہو۔

اب عیسائیوں کی خود عیسائی عالموں کے ساتھ مدارت کا حال سُن لیجئے۔

عیسائیت کا اپنے فاضلوں سے سلوک:

(۱) پروفیسر برونو کو ایک لمبی قید کے بعد اس لیے سنہ ۱۶۰۰ء میں جلا دیا گیا۔ کہ وہ صوفیہ کے مسئلہ وحدۃ الوجود کا قائل ہو گیا تھا۔

(۲) کولمبس کا سخت خلاف کیا گیا۔ جب کہ اُس نے بحرِ اطلانٹک میں کسی برِ اعظم کی تلاش کے لیے سفر کا ارادہ کیا۔ اگر حکومت اس کا ساتھ نہ دیتی، تو وہ بھی پھانسی پر لٹکایا گیا ہوتا۔ کولمبس کو اقرار ہے۔ کہ اُسے یہ خیال ابن رشد کی کتابوں کے مطالعہ سے پیدا ہوا تھا۔

(۳) چیچک کا ٹیکہ مسلمانوں میں صدیوں سے جاری تھا۔ مسماۃ ماری مونٹا جو اس ٹیکہ کو سنہ ۱۷۲۱ء میں یورپ لے گئی۔ پادری قوم چلا اٹھی اور انہوں نے ایک متفقہ عرضداشت بادشاہ انگلستان کی خدمت میں پیش کی، کہ اس بدعت کا انسداد کیا جائے۔

(۴) امریکہ میں بچہ جننے والی عورت کو تخدیر کرنے کا طریقہ ایجاد ہوا۔ تو علماء عیسائیت نے فوراً اُسے کتاب پیدائش۔ باب ثالث کے حکم خلاف سمجھا (جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ عورت دکھ کے ساتھ بچہ جنا کرے گی) اور اس اکتشاف کے خلاف سخت جدوجہد کی گئی۔

(۵) اسی طرح کے بیسیوں واقعات ہیں۔ کوئی پروفیسر زمین کی کرویت تسلیم کر لینے پر، کوئی ہیئت دان قوس قزح کو پانی میں سے آفتاب کی شعاؤں کا اثر وعکس بتلانے پر زندہ جلا دیا گیا، یا قتل کر دیا گیا۔ مگر انہیں مسائل کی جب اشاعت مسلمانوں میں ہوئی (اور یہ یورپ سے بہت پہلے ہوئی)، تو کسی کے ناک سے نکسیر بھی نہ پھوٹی،

اسلام کا اس قدر علم دوست ہونا ہی اسے دنیا کا تبلیغی مذہب بنانے کے لیے کافی ہے۔

اِسلام اور بُرہان :

اسلام دلیل و برہان کی برتری کا قائل ہے۔ اور ہر ایک مسئلہ کے لیے خود بھی برہان پیش کرتا ہے اور اپنے مخاطب سے بھی یہی خواہاں ہے۔ کہ وہ بھی اپنے مسلّمات کو بُرہان سے ثابت کرے۔ قرآن کریم فرماتا ہے قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (بقرہ) کہہ دیجئے۔ کہ تم اپنی برہان پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ آیت مذکورہ پر گہرا غور کرو سکہ صداقت و برہان میں کیسی قرابت قریبہ قائم فرمادی گئی ہے۔

اِسلام اور اخوّت :

ہاں اسلام اخوت کا بانی ہے۔ انگلستان کو اپنی مجلس "برورہڈ" پر ناز ہے۔ یہ ناز شاید یورپ کے سامنے بجا بھی ہے۔ مگر اسلام کے سامنے اس کی وقعت کیا ہے۔ جو صدیوں پیشتر یہ حکم سنا چکا ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (حجرات) مومنین بالیقین بھائی بھائی ہیں۔

اَخ بھائی کو کہتے ہیں۔ اور اس کی جمع اخوان بھی آتی ہے۔ اور اخوۃ بھی۔ لغت عرب کے ماہرین واقف ہیں۔ کہ اخوان محبت کے بھائیوں۔ اور اخوۃ خون کے بھائیوں کو کہا جاتا ہے۔ وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ (یوسف) یوسفؑ کے بھائی جو ایک باپ سے تھے۔ یوسفؑ کے سامنے حاضر ہوئے۔

آیت پر غور کرو۔ کہ اس اخوۃ رُوحی اور قرابت قلبی کا سبب ایمان کو قرار دیا گیا ہے۔ کیا کسی شودر کو یا کسی چنڈال کو بھی کسی برہمن نے دھرم کا بھائی کہنے کی جرأت کی ہے؟۔

جنگ اُحد کا واقعہ ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ کے والد عبد اللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں پہنچے (غالباً انہی سے) فرمایا گیا" کیا تو اس پر خوش نہیں، کہ عائشہ رضی اللہ عنہا تیری ماں بنے، اور میں تیرا باپ بنوں" اللہ اکبر کیسا فرحت بخش فقرہ تھا۔ تمام عمر ان کا یہ حال رہا۔ کہ جب یہ فقرہ یاد آجاتا۔ تو خوشی کے مارے چہرہ ارغوانی ہو جاتا۔

اسلام اور مساوات:

اسلام مساوات کا حامی ہے۔ عمر فاروق جیسا خلیفہ سر منبر کہا کرتا اَعْتَقَ سَیِّدُنَا اَبُوْبَکْرٍ سَیِّدَنَا بَلَالٍ۔ آقا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آقا بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا تھا۔ ابو بکرؓ صدیق تو یقیناً عمرؓ کے آقا تھے۔ فاروقؓ نے صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت اطاعت کی تھی۔ مگر بلالؓ کیونکر آقا بنے۔ اس کو اسلام کی حریت کے سوا اور کوئی حل نہیں کر سکتا۔

جنگ بدر میں سواریوں کی قلت تھی۔ ایک ایک اُونٹ تین تین کس کے حصہ میں آیا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا علی مرتضٰی و ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما کے حصہ میں ایک اونٹ آیا تھا۔ دو سوار ہو جاتے اور ایک پیدل چلتا۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی نوبت پر پیادہ پا چلتے۔ اور ان دونوں فدائیوں کو حکماً اونٹ پر سوار ہونا پڑتا۔ کیا ایسی مساوات کی کوئی مثال کسی دوسری جگہ بھی ہے۔

اسلام پر اعتراضات:

اسلام کی ان سب خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے یا ان سب کا علم رکھتے ہوئے

بھی بہت لوگ ہیں۔ جو اسلام پر اعتراضات کرنے کو اپنا فخر سمجھتے ہیں۔

اسلام اور تعدد زوجات :

اس زمانہ میں عیسائی، ہندو، پارسی، بالاتفاق اسلام کے مسئلہ تعدد زوجات پر زبان کشائی کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ کوئی عیسائی، کوئی ہندو، کوئی پارسی اپنی مذہبی کتاب سے تعدد زوجات کے خلاف کوئی حکم نکال کر تو دکھائے۔

بائیبل اور تعدد زوجات

آج یورپ میں ایک بیوی کا رواج پایا جاتا ہے۔ مگر اس کی بنیاد تو وہ قانون ہے۔ جو سولہویں صدی میں بنایا گیا۔ نہ کہ مذہب عیسائیوں میں تو ایسے فرقے امریکہ میں اب موجود ہیں۔ جو ایک سے زیادہ شادی کرنے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ وہ حزقیل نبیؑ کی کتاب سے استدلال کرتے ہیں۔ جہاں خدا نے اپنی دو جوروؤں کا حال بیان کیا ہے۔ نیز متی کی انجیل سے دلیل پکڑتے ہیں۔ جہاں مسیح نے ایک دولہا کے انتظار میں دس کنواریوں کا شب بیداری کرنا، پانچ کا سو جانا، پانچ کا دولہا کے ساتھ نکاح کے کمرہ میں داخل ہونا بیان کیا ہے۔

انیسویں صدی کے نصف آخری کا واقعہ ہے۔ کہ امپرر جرمنی ولیم فسٹ کی ۳۱ جورو منکوحہ تھیں۔

ہندو دھرم اور تعدد زوجات :

سری رام چندر کی امہات ثلثہ، راجہ پانڈو کی دو مہارانیاں۔ سری کرشن جی کی آٹھ مہارانیاں (کرشن چرتر مصنفہ لالہ لاجپت رائے) سب کو معلوم ہیں۔

منوسمرتی میں ہے۔ ایک مرد کی بہت سی عورتوں میں سے اگر ایک بیٹے

والی ہو۔ تو منوجی نے ان سب کو بیٹے والی کہا ہے۔ ادھیا ۹ فقرہ ۱۸۳۔ منوسمرتی ادھیا ۹ کے فقرات (۸۰) و (۸۱) و (۸۲) میں بھی ایک سے زیادہ شادی کرنے کا ذکر ہے۔

راجا اور عورتیں:

عمدہ۔ منتخب۔ ہار سنگار والیاں، چپ چاپ رہنے والیاں، پنکھا کرنے والیاں، پانی دینے والیاں، خوشبو لگانے والیاں عورتیں راجا کی خدمت کریں منوسمرتی ادھیا ۵ فقرہ ۲۱۹۔ کھانا کھا کر راجہ کچھ دیر محل میں عورتوں کے ساتھ چہل قدمی کرے۔ ادھیائے فقرہ ۲۲۱۔ محل میں اپنی بیویوں کے ساتھ کھانا کھانے کو جاوے ادھیائے فقرہ ۲۲۴۔

یہود اور تعدّد زوجات

یہود اپنے تسلیم کردہ انبیاء علیہم السلام، سیدنا ابراہیم و یعقوب و داؤد و سلیمان علیہم السلام کے حالات پڑھیں۔ آخری حوالہ کے ساتھ ایک ہزار بیویوں کا ہونا معلوم ہو جائے گا۔

مصریوں۔ بابلیوں۔ پارسیوں میں بھی تعدّد زوجات کے نمونے پائے جاتے ہیں۔

الغرض دنیا میں کسی قوم، کسی مذہب کے پاک نوشتہ نے تعدد زوجات کے خلاف ذرا بھی اشارہ نہیں کیا۔

اسلام کا حکم وحید:

البتہ قرآن مجید ہے۔ جو دو، تین، چار تک کا ذکر فرما کر ارشاد کرتا ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً ۔ (نساء ع ۱) ۔یعنی اگر بیویوں کے درمیان عدل نہ کر سکنے کا اندیشہ بھی ہو۔ تب صرف ایک بیوی کرو۔

ہر ایک شخص آگے بڑھے۔ اور وہ "تب صرف ایک بیوی" کے الفاظ اپنی کتاب پاک سے نکال کر دکھائے۔

اسلام اور غلامی :

غلامی کا وجود تو اسلام سے بھی ہزاروں سال پیشتر ہندوستان، چین، مصر، فلسطین، یوروپ کی تواریخ سے ثابت ہے۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ ہم پہ اعتراض کرنے والوں میں سے کسی کے مذہب نے بھی اس مسئلہ کی اصلاح یا اس کی مخالفت میں زبان کھولی ہے۔ ؟

مقدس پولوس تو یوں فرماتے ہیں " اے غلاموں! تم اپنے آقاؤں سے ایسے ہی تھرتھراتے رہو۔ جیسے خدا سے۔

منو جی مہاراج فرماتے ہیں: "کہ شودروں کے تام داس پد رکھے جاویں ادھیا ۲۔ فقرہ ۳۲۔ رشی دیانند جی بھی اس کی تائید کرتے ہیں"

غور کیجئے کہ غلامی یہ ہے۔ کہ ہزاروں سینکڑوں سالوں میں لاکھوں پشتوں گذر جائیں۔ مگر غلامی کا خاتمہ نہ ہو سکے۔

مسلمانوں کی غلامی کو سمجھنا ہو۔ تو دیکھو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش پاک میں دو بچے ہیں۔ ایک حسن علیہ السلام جو حضور کے نواسہ ہیں۔ دوسرے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جن کو دنیائے ضریر غلام ابن غلام سمجھتی ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں: "اے رب میں ان دونوں سے محبت کرتا

ہوں۔ اور جو کوئی ان سے محبت کرے۔ تو بھی اُن سے محبت کر"

سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوحذیفہ کے غلام تھے۔ مگر راہ ہجرت میں گروہ مہاجرین کے وہ پیش نماز تھے۔

زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ زرخرید تھے۔ مگر سریہ موتہ میں جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی بڑے بھائی ان کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں۔

صہیب رومی رضی اللہ عنہ غلام تھے۔ اور فاروق اعظم نے اپنی مرض الموت میں انہی کو مسجد نبوی کا امام تا انتخاب خلیفۃ اللہ مقرر فرمایا تھا۔

عکرمہ و قتادہ رضی اللہ عنہما غلام ہیں۔ اور کتب تفاسیر میں ہی سید المفسرین کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کنیزک زادہ تھے۔ لیکن آج صوفیاء کے چار خاندان، چودہ خانوادوں کے سلسلہ امام یہی ہیں۔

نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلام تھے۔ لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ آسمان کے تلے روایت حدیث کا جو سلسلہ سب سے زیادہ صحیح موجود ہے وہ مالک عن نافع۔ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا سلسلہ ہے۔

امامت دینی کے بعد اب سیادت دنیوی کے نظائر پر غور کرو۔

محمود سبکتگین غلام بن غلام تھا۔ لیکن شاہان خوارزم و بخارا اور ترکستان اس کی اطاعت پر مفتخر تھے۔ امیر المؤمنین اُسے یمین الدولہ کے لقب سے یاد کرتے تھے

ذوالیمینین طاہر غلام تھے۔ لیکن مامون رشید کے عساکر کا قائد اعظم وہی تھا شہر قاہرہ اور وہاں کی مشہور عالم یونیورسٹی کا بانی جوہر غلام تھا۔ جبر الٹر اور

ماورائے جبرالٹر کا فاتح اسلامی طارق ہے۔جو غلام تھا۔ اسی کے نام پر اس پہاڑ کو جبل الطارق کہا گیا جسے آج مغربی زبان کے تصرفات نے جبرالٹر بنا دیا ہے۔

ہندوستان کا پہلا اسلامی بادشاہ ایبک تھا۔جو غیاث الدین غوری کا غلام تھا۔ التمش اور بلبن بھی غلام تھے۔

مصر میں بھی خاندانِ غلامان کی حکومت بہت لمبی رہی ہے۔جیسا کہ تاریخ ہندوستان میں بھی سلطنتِ غلامان کا علیحدہ ہی باب دکھلایا جاتا ہے ان حوالجات سے یہ ثابت ہو گیا۔کہ جب کوئی شخص مسلمانوں کا غلام بنا۔تو اسلام نے اس کے لیے بادشاہت اور امامت کے دروازے کھول دیے۔یہ خود اس کی قابلیت ہے۔کہ کتنی ترقی کرے اور کس طرف ترقی کرے۔

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔کہ لفظ غلام، لفظ داس کا ترجمہ نہیں۔داس کا ترجمہ تو عبد ہے۔جو اسلام میں حرام کر دیا گیا۔کہ کوئی انسان دوسرے انسان کا عبد کہلائے۔

غلام کا ترجمہ نوجوان ہے۔اور یہ وہ پیار، محبت اور بہترین آرزوؤں کے مجموعہ کا لفظ ہے۔کہ عرب والدین اپنی اولاد کو اسی نام سے پکارا کرتے تھے۔

اگر دنیا کی کسی قوم، کسی مذہب نے ان مصیبت زدگان کی حالت درست کرنے کے لیے اسلام کے برابر مساعی کی ہوں۔تو ان کا اظہار ہونا چاہیئے۔

لیکن اسلام ان ترقیات پر بھی اُن کی حالت سے غافل نہیں ہو جاتا۔بلکہ فکِ رقبہ، اعتاق، کتابت کے مزید حقوق غلاموں کو عطا کرتا ہے۔

آزادئ غلام کے معنی یہ نہیں کہ قیدی کو جیل سے رہا کر دیا گیا۔اور اس کے

بعد سپرنٹنڈنٹ جیل کو ایک منٹ کے لیے یہ خیال نہ آئے گا۔ کہ اس رہائی یافتہ کی آیندہ زندگی کا کیا سامان ہوگا۔ لیکن اسلام تو اس آزاد کنندہ اور آزاد شدہ کے درمیان رشتہ ولا دوِلا قائم کرتا ہے۔ اور اس رشتہ کا اثر یہاں تک محکم ہوتا ہے کہ آزاد شدہ، آزاد کنندہ کا وارث ہو سکتا ہے۔ اور آزاد کنندہ، آزاد شدہ کا وارث بن سکتا ہے۔ اور یہ وہ حقوق ہیں۔ جو خون کا رشتہ پائے جانے ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلامی کے منصب کو بلند کرنے میں جو مثال قائم فرمائی۔ وہ عدیم المثال ہے۔ یعنی اپنی حقیقی پھوپھی کی بیٹی کا نکاح ایسے مرد صالح سے کر دیا۔ جو سب کے سامنے چار سَو درہم میں خریدا گیا تھا۔

اس مبحث کے خاتمہ پر منو جی مہاراج کا حکم یاد رکھنا چاہیئے "برہمن شودر کا مال چھین لے۔ کیونکہ شودر کا کچھ بھی نہیں۔ شودر کا مال ہر حالت میں برہمن کے لیے حلال ہے"۔ (ادھیاء ۸ فقرہ ۴۱۷)

میں کہتا ہوں، کہ یہ اسلام ہی ہے۔ جس نے غلامان (اسیران جنگ) یا زر خریدگان یا اولاد زر خریدگاں یا ہبہ میں آئے ہوئے غلاموں کو انسانیت اور تمدن اور حقوق میں آزاد ترین انسانوں کے برابر بنا دیا۔ اور اس لیے اسلام ہی دنیا کا تبلیغی مذہب ہے۔

یہ یاد رکھیے۔ کہ اسلام نے کسی جرم کی سزا میں کسی آزاد کو غلام بنانے کا مستوجب قرار نہیں دیا۔ جس کو منو جی مہاراج نے ادھیاء ۸ فقرہ ۴۱۵ میں نیز دیگر مقامات پر تجویز فرمایا ہے۔

اسلام اور پردۂ نسواں:

کہا جاتا ہے۔ کہ اسلام میں اس لیے تبلیغی مذہب ہونے کی صلاحیت نہیں۔ کہ اس میں عورتوں کو قید رکھنے اور گھر کی چار دیواری کو جیل کی چار دیواری بناتے کا حکم دیا گیا ہے۔

میں باور کرتا ہوں۔ کہ اعتراض بہت کچھ ناواقفیت پر مبنی ہے۔ اول تو یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ پردہ عورت ذات کا فطری خاصہ ہے۔ جن ممالک میں عورتوں کو مردوں کے برابر آزاد سمجھا جاتا ہے۔ وہاں کی عورتوں کی ملاقات اور ان کے کمرہ میں آنے جانے کے آداب زیادہ خاص ہیں

دوم:۔ ہندوستانیوں کو ہندوستان کے واضع قانون مذہب منو جی مہاراج کی سُننا چاہیئے۔

(۱) عورت کُھلی رکھنے کے قابل نہیں۔ ادھیا ۹ فقرہ ۳۔

(۲) عورتوں کو ذرا ذرا سی بُری صحبتوں سے بچانا چاہیئے۔ غیر محفوظ عورت دونوں طرف کے خاندان کو بدنام کرتی ہے۔ ادھیا نمبر ۹ فقرہ ۵۔

(۳) عورت نہ شکل کو دیکھتی ہے نہ عمر کو۔ مرد خواہ خوبصورت ہو یا بدصورت یہ اسی سے پھنس جاتی ہے۔ ۹۔ ۱۴ منوسمرتی۔

فقرات بالا سے بخوبی ظاہر ہو گیا۔ کہ عورت کے پردہ کا ذکر منو جی نے بھی کیا، اور ضروریات پردہ کی وجوہ اور دلائل بھی بتلائے جسے زمانۂ حال کا فلاسفر کہہ دے گا۔ کہ یہ تو صاف طور پر عورتوں کی خودداری اور اعتماد پر حملہ ہے۔

اب اسلام کا حکم معلوم کرو۔ اور اس کی وجہ بھی، احکام اسلامیہ میں خصوصیت

پائی جاتی ہے۔ کہ ہر ایک حکم کی علت و غایت بھی بیان کر دی ہے۔ ذرا ذیل کی مثالوں پر غور کرو۔

نماز کا حکم دیا۔ تو اس کی وجہ بھی بتلا دی' اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ (طٰہٰ) میری یاد کے لیے نماز کی پابندی کرو۔ روزہ کا حکم دیا۔ تو اس کا ثمرہ بھی بتلایا۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (بقرہ) روزے رکھو۔ تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

زکوٰۃ کا حکم دیا۔ تو اس کی غایت بھی بتلا دی۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر شکر کرو گے۔ تو میں تم کو اور بڑھاؤں گا۔ حج کا حکم دیا تو اس کے فوائد بھی بتلائے۔ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ (حج ع ۲) تاکہ اس اجتماع سے قومی۔ ملی۔ طبی۔ مدنی مادی۔ روحانی فائدوں کا مشاہدہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو جب ستر اور پردہ کا حکم دیا۔ تو اس کی وجہ بھی بتلادی: فَلَا يُؤْذَيْنَ۔ کہ کوئی ان کو ایذا نہ دے۔ کوئی اُن سے چھیڑ نہ کرے (احزاب ع ۸) ایک منصف معلوم کر سکتا ہے کہ اسلامی پردہ کا حکم تو عورتوں کے احترام کے لیے ہے۔ اور منوجی مہاراج کا حکم دیکھو۔ وہ بالکل دوسرا رُخ ظاہر کرتا ہے اسلامی حکم سے تو گردو پیش کی بری سوسائٹی کے بُرے ممبروں کی برائی کا پتہ لگتا ہے۔ اور سمرتی میں بُرائی کو عورت کی ذات میں بتایا گیا ہے۔

اگر ہر مذہب کا شخص قرآن پاک کے اس حکم کا پابند ہو جائے۔ کہ ہمیشہ نیچی نگاہ رکھتے ہوئے چلا کریں اگر سب مرد سیدنا مسیح علیہ السلام اور سیدنا و مولینا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے اس متفقہ ارشاد کو پیش نظر رکھیں کہ بیگانی عورت کو دیکھنا آنکھ کا زنا ہے۔ اور بری خواہش کا دل میں آنا دل کا زنا

ہے۔ تو بے شک شریف خواتین کو فَلَا یُؤْذَیْنَ کے اندیشہ سے رہائی مل سکتی ہے۔

اب میں معترض سے پوچھتا ہوں۔ کہ ہمارے گرد و پیش کی آبادی دل کی پاکیزگی اور اخلاق کی طہارت میں مندرجہ بالا درجہ حاصل کر چکی ہے۔

اگر ہمارے دوست کی زبان اعتراف صحیح کے لیے نہ کھل سکے۔ تو ان کو اسلام پر اعتراض کرنے سے پیشتر خود ایسی سوسائٹی پر اعتراض وارد کر لینا چاہیئے۔

یہ مجھے مناسب نہیں کہ اس مقام پر یورپ اور ایشیا کے حسن و عشق کے قصوں اور سرگذشتوں کا ذکر کروں۔ بہر حال مسئلہ کا حل خود انہی معترضین کے ایمان و تقویٰ اور ضمیر و راستبازی پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

ہاں نہایت وثوق سے یہ فقرہ لکھنے کی جرأت کی جاتی ہے۔ کہ اسلام کا صنف لطیف کے حفظ و احترام میں ایسا حکم جاری فرمانا بھی اس کے عام تبلیغی مذہب ہونے کی دلیل ہے۔

اسلام اور جنگ:

کہا جاتا ہے۔ کہ اسلام جنگجو مذہب ہے۔ اور اس لیے وہ دنیا کا تبلیغی مذہب نہیں ہو سکتا۔

میں نہیں سمجھ سکا۔ کہ کہنے والے کے سامنے کون سے واقعات تھے۔ جن کی بنیاد پر اس نے اسلام کو جنگجو کہنے کی جرأت کی۔

کیا ہمارا باخبر دوست ان مظالم کو بھول گیا۔ جو نبوت کے ۲۳ سال میں سے ۱۵ سالوں میں عرب کے یہودی۔ عیسائی۔ بت پرست اور دہریہ وغیرہ نے جماعت واحد کی شکل میں متحدہ ہو کر لگاتار مسلسل جاری رکھے۔ نقصان مال۔ نقصان عزت

نقصان جان، نقصان ثمرات، نقصان اولاد، کونسی شق ظلم کی ہے۔ جسے مسلمانوں کے خلاف استعمال نہیں کیا گیا۔

کیا ہمارا باخبر دوست ایسی مظلوم قوم، رانده از وطن، مخروج از دیار کے حال پہ ذرا سا رحم بھی اپنے دل میں نہیں پاتا۔

کیا وہ مصلحین کے لیے صرف یہی ایک تجویز رہا نتا ہے۔ کہ بھیڑ بکری کی طرح چپ چاپ کند کارد کے تلے اپنا سر رکھ دیا کریں۔

ہاں ان سے ایثار کے ایسے نمونوں کی توقع رکھنا بھی غلط نہیں۔ اور اس کا ثبوت بھی ۵ا سال تک برابر دیا گیا۔ لیکن تبلیغ کا دنیا پہ سے ناپید ہو جانا قطعاً ناقابل برداشت ہے۔

اسلام کی صلح پسندی اس حکم سے ظاہر ہے: اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً (بقرہ) اے لوگو! صلحِ کلی کو اپنا مسلک بناؤ۔

اسلام کی نگاہ میں ایک ایک انسان کی جو قدر و قیمت ہے۔ وہ آیات ذیل سے واضح ہو جاتی ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا وَمَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا (مائدہ ۵ع) اگر کوئی شخص کسی شخص کو قصاص یا جرم بلوہ کے خلاف قتل کرتا ہے۔ تو وہ ساری دُنیا کا قاتل ہے۔ اور جو کوئی شخص ایک جان کو بھی بچا لیتا ہے وہ سب کے سب کا بچانے والا ہوتا ہے۔ سعدی شیرازیؒ نے تعلیم اسلام کو اس شعر میں بیان فرمایا ہے ؎

بمردی کہ ملک سراسر زمین
نیرزد کہ خون سے چکد بر زمین

اگر ہمارے دوست کا اشارہ اُن غزوات اور سرایا کی جانب ہے جو عہد نبوی میں ہوئے تو میں اعتراف کرتا ہوں۔ کہ ۲ھ ہجری سے ۹ھ ہجری تک بے شک مسلمانوں کو اپنے اعدا سے اُلجھنے کی ضرورت ہوئی۔ میں نے ان غزوات اور سرایا کی تعداد قائم کرنے میں ارخائے عناں سے کام لیا ہے۔ اور کوئی ایسا سریہ بھی جس میں شخص واحد کا بھی قتل ہوا (مقتول خواہ مسلم تھا یا غیر مسلم) یا وہ تعاقب بھی جو ڈکیتی پیشہ لوگوں کا کیا گیا۔ اس تعداد سے باہر نہیں رکھا، ان کی مجموعی تعداد (۸۱) ہوئی۔ اب اتلاف نفوس کا شمار کیا گیا۔ جو جانبین سے ہوا، ان کا شمار (۱۰۱۸) نکلا یعنی فی جنگ (۱۲½) جانبین کے مقتول تھے۔

دیگر مذاہب کے مقتول:

(۱) اب کیا میں معترض سے اگر وہ ہندو ہیں۔ کورو پانڈوں کی ۱۸ دن کی لڑائی کے مقتولوں کی تعداد دریافت کر سکتا ہوں۔

(۲) کیا میں معترض سے اگر وہ بائبل کا ماننے والا ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور یوشع ابن نون کے مقتولوں کی تعداد دریافت کر سکتا ہوں۔

(۳) کیا میں معترض سے اگر وہ مسیحت سلیمہ کا پیرو ہے، رومن کیتھولک کے ہاتھوں سے پراٹسٹنٹوں کے شہیدوں کی اور پراٹسٹنٹوں کے ہاتھوں سے "رومن کیتھولک" کے کشتوں کی تعداد معلوم کر سکتا ہوں۔ کیا اکیلے سپین کا محکمہ حفظ بدعات مقتولانِ سرایا سے دو سو گنا زیادہ افراد کو زندہ نہیں جلا چکا تھا۔

(۴) کیا میں معترض سے اگر وہ جینی مذہب ہو۔ تو ہندوؤں کے کشتگانِ ظلم کی تعداد کا سوال کر سکتا ہوں۔

(۵) کیا میں معترض سے اگر وہ آرین نسل سے ہے۔ قدیم ہندوں اور ہندوستان کے اصلی باشندوں کے قتیلوں کا کوئی اندازہ پوچھ سکتا ہوں۔

(۶) اسی طرح فرانس اور امریکہ میں جمہوریت قائم کرنے والوں سے اتلافِ نفوس کا شمار، اور۔

(۷) اسی طرح اب زمانہ حال میں اہلِ چین سے ہلاکت نوعِ انسانی کی تعداد معلوم کی جا سکتی ہے۔؟

اگر ان تمام بربادیوں اور تباہیوں کا نقشہ آپ کے سامنے ہے۔ تو پھر (۱۰۱۸) کی تعداد کس حساب میں رہ جاتی ہے۔ جبکہ اس مختصر قربانی کے بعد فرانس سے بر چند بڑے رقبہ کو بجائے وحشی کے متمدن اور بجائے لامذہب کے متدین بنا دیا گیا ہو۔ جب کہ ایسے ملکوں میں جن کے اندر قدم رکھنے کی بخت نصر اور سکندر جیسے فاتحین نے بھی جرأت نہ کی ہو۔ اور جہاں کبھی کسی مذہب اور کسی آئین کی حکومت قائم نہ ہوئی ہو۔ وہ امن بسیط اور ایسی معدلت عامہ قائم ہو گئی ہو۔ جس کے برابر آج تک کسی ملک میں اس کی مثال نہیں پائی جاتی۔

میں بزور کہوں گا کہ مظلوم ہو کر لڑنا، مجبور ہو کر لڑنا، عدل اور رحم کی حمایت کرتے ہوئے لڑنا اسی اسلام کا کام ہے۔ جو دنیا کا تبلیغی مذہب ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے

مسلمان اور صلاحیتِ حکمرانی:

مسلمانوں نے سیام، واسام، برہما۔ ہندوستان، چین وتاتار، ترکستان

خراسان ۔ ایران ۔ منگولیا ۔ ماوراء النہر ۔ سائبیریا اور روس ۔ ہنگری، آسٹریا، سرویا یونان، ہنگیریا، ایشیائے کوچک، عرب ۔ مصر، سوڈان، افریقہ میں صدیوں تک سلطنت کی ہے ۔ اور عملاً دکھلا دیا ہے ۔ کہ اس عالمگیر مذہب میں بحر و بر اور خشک و تر پر حکومت کرنے کی کتنی قابلیت موجود ہے ۔

فرانس و امریکہ کا نوآبادیوں کے قیام میں ناکام رہنا ۔ جرمن کا نوآبادیوں کی حفاظت و حمایت میں ساقط ہو جانا ۔ زارِ روس کا اپنے ملک میں ہر دلعزیزی حاصل نہ کر سکنا ہماری اس قابلیت کے مقابلہ میں قابلِ غور ہو گا ۔

اسلام اور علماء و اولیاء :

اسلام کے سایہ میں جو لاکھوں علماء پلے ۔ اسلامیوں میں جو ہزاروں اولیاءُ اللہ ظہور پذیر ہوئے مسلمانوں کی تصانیف، ان کے کتب خانے، ان کے اعلیٰ تمدن، اسلام کے تبلیغی مذہب ہونے کی زبردست شہادتیں ہیں ۔

کیا کوئی اور مذہب اس مجموعی شان و تجمل میں خود کو نمایاں کر سکتا ہے؟ نوع بشر کی تاریخ تو ایسا مکمل نمونہ پیش کرنے سے قاصر رہی ہے ۔

ایک التماس جملہ ادیان کی خدمت میں :

اب میں اپنے مضمون کو ختم کرنے والا ہوں ۔ لیکن خاتمہ سے پیشتر دنیا کے جملہ ادیان و مذاہب سے ایک التماس بھی کرتا ہوں ۔ کہ اگر ان کو اب بھی اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے میں شک و ریب ہے ۔ تو آؤ اس اختلاف کو ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے طریق سے جو سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ (سب کے لیے مساوی ہے) طے کریں ۔

دنیا کے جملہ متمدن ممالک اپنے بڑے بڑے عالموں اور مدبروں کو جمع کریں۔ ہر ایک بر اعظم اور ہر ایک شاندار مذہب کا نمائندہ اس کانفرس میں موجود ہو۔ اور پھر وہ خالی الذہن ہو کر ایک ایسے مذہب کا جو جملہ اقوام عالم کے لیے دین واحد بننے کی صلاحیت رکھتا ہو قانون اساسی مرتب کریں۔ اس قانون اساسی ہیں مشہور مشہور مسائل۔

مسئلہ عرفان صمدانی۔

مسئلہ صفات ربانی۔

مسئلہ بقائے روح وارتقائے روح۔

مسئلہ امتیاز خالق ومخلوق۔

مسئلہ سزا وجزائے اعمال۔

مسئلہ نجات اور وسائط نجات۔

مسئلہ دعا وقبولیت۔

مسئلہ وحی ونبوت۔

حقوق عمران۔

حقوق قوم۔

حکومت شخصی وجمہوری۔

رہبانیت وتاہل۔

حقوق ازدواج۔

طلاق وو راثت۔

امارت وشوریٰ۔

وغیرہ وغیرہ مسائل کے عنوان قائم کرنے کے بعد ہر ایک عنوان کے تحت میں اصول کلیہ کا انتخاب فرمائیں۔ فہرست ہذا میں کمی بیشی کا انحصار بھی کانفرس کی مقبولہ تجاویز پر رکھا جائے۔

میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ جس وقت ایسی فاضل کانفرس کے منظور کردہ اصول وقواعد شائع ہوں گے۔ ان سب کو ہاف کالم میں ایک طرف لکھ کر میں دوسرے کالم میں بالمقابل ایک ایک آیت قرآن مجید اور ایک ایک حدیث رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھ کر شائع کر دوں گا۔ اور دوسرے مذاہب کے علماء کو بھی لازم ہوگا۔ کہ وہ بھی ایسا ہی کر کے دکھائیں۔ اُس وقت دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ تمام عالم کے دین واحد کے لیے صرف وہی اصول اصول بن سکتے ہیں۔ جو اسلام نے پہلے ہی سے قرار دے رکھے ہیں۔ اور ان مسائل کا حل اسی طریق سے ہو سکتا ہے۔ جس طریق سے اسلام نے فرمایا ہے۔

اس وقت میرا اور میرے سب دُنیوی بھائیوں کا یہ حق ہوگا۔ کہ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کے نعرے لگائیں۔ اور اَلْحَقُّ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی کی صدائے جان بخش قلوب مردہ تک پہنچائیں۔

تجویز مذکورہ قرآن مجید نے سکھلائی ہے:

معشر المسلمین! یہ تجویز جو میں پیش کر رہا ہوں۔ یہ میرے ہی تخیل کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ بھی قرآن مجید کی آیت ذیل سے مستنبط ہے۔

جملہ مذاہب عالم بھی اپنی کتابوں میں نظر غائر ڈالیں۔ کہ انہوں نے بھی ایسی

کوئی تدبیر بتلائی۔ اور جملہ اقوام وادیان کو اتفاق و اتحاد کے ایک ہی پلیٹ فارم پر کھڑے ہونے کی کہیں دعوت دی ہے۔ آیت مبارکہ یہ ہے: قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ (سبا ع)

میں تم سے ایک قیمتی بات کہتا ہوں۔ کہ خدا را مل مل کر یا جُدا جُدا بیٹھ کر غور کرو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہیں۔ کس شان کے ہیں۔ ان کی تعلیم کیا ہے۔ اور ہدایت کیا؛

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

(القاضی) محمد سلیمان سلمان منصور پوری

کیا اسلام بزورِ شمشیر پھیلایا گیا؟

یہ مضمون دراصل ایک لیکچر ہے۔ جو قاضی صاحب موصوف نے انجمن نعمانیہ لاہور کے سالانہ اجلاس ۱۸۹۹ء میں دیا تھا۔ بعد ازیں بعد احباب کے اصرار پر اسے رسالہ کی صورت میں شائع کیا گیا۔ جس کے چار ایڈیشن یکے بعد دیگرے ختم ہو گئے۔ اب چونکہ یہ رسالہ ناپید تھا اس لیے "رسائل عشرہ" میں شائع کیا جا رہا ہے

مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ! رَحِمَکُمُ اللّٰہُ۔

اسلام کے معترضین اسلام کی بے نظیر و شاندار ترقیات کو (جو اَلْحَقُّ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی کا مصداق ہیں) دیکھ کر بسا اوقات کہا کرتے ہیں۔ کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ اس فقرہ کے استعمال سے شاید یہ لوگ خیال کرتے ہوں گے۔ کہ اسلام کی صداقت پر کوئی دھبا لگا سکیں گے۔ لیکن قبل ازیں کہ فقرہ مذکورہ کا کوئی اثر اسلام تک پہنچے۔ قائل کی نسبت ہر ایک واقف شخص امور مندرجہ ذیل کا فیصلہ کر سکے گا:

(۱) تاریخ اسلام سے ناآگاہ ہے۔

(۲) جن اسباب سے قومی اقبال و ادبار وابستہ ہوتے ہیں۔ اور جن وجوہ پر ترقی و تنزل اقوام کا مقیاس الحرارت کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ ان سے بے خبر ہے۔

(۳) وہ نہیں جانتا کہ صداقت میں کیسی اعلیٰ طاقت ہے۔ اور اس کے پرزور ہاتھ وسعت پذیری و کشور کشائی میں کیسے طاق ہیں۔

ہم ایسے شخص کو جو اسلام پر ایک اعتراض کرنے سے خود ہی اعتراضات چند در چند کا مورد اور محققین کا نشانہ ملامت بن گیا ہو۔ قابل نفرت نہیں۔ بلکہ ترحم خیال کرتے ہیں۔

واقعات اس کے اعتراض کی لغویت کو خود ثابت کر دیں گے۔ اس بارہ میں بعض منصف عیسائیوں نے بھی قلم فرسائی کی ہے اور اپنی سلیم الطبعی کا ثبوت دیا ہے۔

با انصاف انگریزوں کی رائیں

گاڈفرے ہیگنس اپنی کتاب کے (فقرہ ۵ - ۱۵۴) میں تحریر کرتے ہیں۔ کہ جب پادری اور عیسائی بیان کرتے ہیں کہ محمدؐ کے مسائل کی کامیابی صرف بوجہ شمشیر ہوئی ہے۔ تو ظاہراً وہ علّت کو بجائے معلول کے استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ تلوار چلانے کی علت ہاتھ کی حرکت ہے۔ اور ہاتھ کی حرکت کا باعث دینی حرارت ہے۔ اور دینی حرارت کا موجب وہ پختہ اعتقاد ہے۔ جو آنحضرت صلعم کے مسائل کی صداقت پر اُن لوگوں کا تھا۔

انسائیکلو پیڈیا برطانیہ کا ایک مضمون نگار لکھتا ہے۔ کہ تلوار تو ابتداء ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف میں تھی۔

مسٹر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں:

یہ خیال کرنا کہ تعلیم قرآنی کی اشاعت صرف بزور شمشیر ہوئی تھی سخت غلطی ہے۔ جن لوگوں کی طبیعتیں تعصب سے مبرّا ہیں۔ وہ بلا تامل تسلیم کریں گے۔ کہ دین محمدی مشرقی دنیا کے لیے ایک حقیقی برکت تھا۔

اور اس وجہ سے خاص کر اس کو اُن خونریز تدبیروں کی حاجت نہ پڑی ہو گی۔ جن کا استعمال بلا استثنا و بلا امتیاز کے حضرت موسیٰؑ نے بت پرستی کے نیست و نابود کرنے کے لیے کیا تھا۔

فقرات بالا سے بخوبی واضح ہے۔ کہ جب کسی غیر قوم کے منصف شخص نے اپنی معلومات کو صرف تاریخ سے بڑھایا ہے۔ اور اُس میں عصبیت اور بچپن کے سنے سنائے خیالات کو شامل ہونے نہیں دیا ہے۔ تو اس کو صاف طور پر اقرار کرنا پڑتا ہے کہ معترضین نے اشاعت اسلام پر اعتراض کرنے میں صداقت۔ اور واقفیت سے کام نہیں لیا۔ میں اس مضمون میں چند امور پر آپ کی توجہ منعطف کرنا چاہتا ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بُت پرستوں کے ظلم و ستم

اوّل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس برداشت اور تحمل کا خیال کیجئے۔ جو اشاعتِ اسلام میں گوناں گوں تکالیف و مصائب پر فرماتے رہے۔ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل فطرت اور طبیعت کا سچا میلان آپ کو نظر آ جائیگا۔

جب سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعظ توحید شروع کیا تھا۔ کل قوم اور جملہ قبائل میں عداوت کی گویا آگ بھڑک اٹھی تھی۔ کوئی راہ چلتے سر مبارک پر مٹی گراتا۔ کوئی در مبارک پر خون و سنڈاس گرا جاتا۔ کوئی پتھر سے جسم مبارک کو زخمی کرتا۔ کوئی نماز تہجد کے لیے بیت اللہ جانے کے وقت اندھیری راتوں میں سر راہ کانٹے بچھا جاتا۔

سمیں بدنے کش زگل آزار بود　　　وز سایہ سنبل زتنش افگار بود

بنگر چہ رسد بر دلش از غم کر ہمش   از دست ستمگراں پر از خار بود

اہل مکہ کی سنگ دلی سے آزردہ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت دین حقہ کے سبب قبیلہ بنی بکر بن وائل کی جانب تشریف لے گئے۔ انہوں نے پہلے ٹھہرنے کی اجازت دی۔ مگر پھر وہاں سے چلے جانے پر مجبور کیا۔ پھر ثقیف میں ایک ماہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رہے۔ وہاں کے شریروں نے لڑکوں اور غلاموں کو سکھا دیا۔ کہ حضور کو جہاں دیکھ لیا کریں، پتھر مارا کریں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سنگباری سے لاچار ہو کر بیٹھ جاتے۔ تو وہ پتھر مارنے سے تھم جاتے۔ جب حضور آگے چلنا چاہتے۔ تو پھر پتھر اور شروع کر دیتے اور ساتھ ہی قہقہہ بھی لگاتے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپر بناتے کبھی آگے ہو جاتے، کبھی پیچھے، کئی دفعہ ان کا سر پتھروں سے کھل گیا۔

زور اغیار واز دیوار سنگ بارے مے آید   بلائے دردمنداں از درو دیوار مے آید

کوئی صاحب یہ خیال نہ کریں۔ کہ مخالفین کے اس قدر ظلم و جور کی برداشت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیچارگی، اور درماندگی کی وجہ سے کرتے تھے۔ سب کو معلوم ہے کہ جب سنہ نبوت میں کل قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل پر اتفاق کر کے بنی ہاشم کو اپنے ساتھ متفق ہونے کو کہا تھا۔ تو انہوں نے حقوق قرابت کا لحاظ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑا تھا۔ اور جب قریش نے بنی ہاشم کے ساتھ اسی رفاقت کی وجہ سے نشست و برخاست داد و ستد، رشتہ و ناطہ بند کر دیئے تب بھی انہوں نے شعب ابوطالب میں محصور ہو کر قیدیوں جیسے تین سال

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ کر پورے کیے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبیلہ آنحضرت صلعم کی رفاقت میں اس قدر مستعد تھا۔ اور بنی ہاشم کے سوا مسلمانوں کی تعداد مزید برآں تھی۔ لیکن تاہم مکہ میں حضورؐ ہر طرح کے جور وستم کو برداشت فرماتے رہے۔ اور کبھی اپنے قبیلہ یا فرمان برادراں سے مدافعت کے لیے ارشاد نہیں فرمایا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ طبعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر صلح جو اور ظالموں سے درگزر کرنے والے تھے۔

آنحضرت صلعم کی درگزر اور عفو کے نمونے

وحشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے چچا امیر حمزہؓ اسد اللہ ورسولہ کو دھوکا سے مار کر ناک کان وغیرہ کاٹے، کلیجہ نکالا۔ پھر بھی جب سامنے آکر معافی کا خواستگار ہوا۔ تو معاف کر دیا۔

ہبّار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب کے نیزہ مارا۔ وہ ہودج سے گر گئیں حمل ساقط ہو گیا۔ اور اسی صدمہ سے کچھ عرصہ بعد مر گئیں۔ جب ہبّار نے سامنے آکر عفو کے لیے التجا کی۔ تو معاف کر دیا۔

ایک درخت کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے تلوار شاخ سے لٹکا دی۔ ایک دشمن آیا۔ تلوار نکال کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گستاخانہ جگایا، اور بولا، اب کون تم کو بچائے گا، فرمایا "اللہ" وہ شخص ہیبت زدہ ہو کر چکر کھا کر گر پڑا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلوار اٹھائی۔ فرمایا۔ کہ اب تجھے کون بچا سکتا ہے ؟ وہ حیران ہو گیا۔ فرمایا۔ جاؤ میں بدلہ نہیں لیا کرتا۔ بلکہ بتلانے آیا ہوں

کہ دشمن پر یوں رحم کیا کرتے ہیں:۔

خیال فرمایئے۔کہ جب سگی بیٹی، حقیقی چچا اور خاص نفس مبارک کے قاتل کو معاف کر دیا۔تو اس سے بڑھ کر کون سی بات باقی رہ گئی۔جس سے منکسر المزاجی اور امن پسندی کا اظہار ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد آپ ان پاک نہادوں کے حالات پر نظر ڈالیں۔جنہوں نے سبقت کر کے داعی ربانی کو لبیک کہا۔

صحابہؓ کی استقامت اور استقلال

یہ امر صاف اور روشن ہے۔کہ اجبار و اکراہ سے نفرت و بیزاری پیدا ہوتی ہے۔اور بیزاری اور نفوری سے عداوت کی زہر بڑھتی ہے۔اگر ہم تھوڑی دیر کے لیے اس بات کو بفرضِ محال تسلیم بھی کر لیں۔کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا تھا۔تو خیال کرو، کہ اس کا نتیجہ کیا ہونا چاہیئے تھا۔

اس کا لازمی اور ضروری نتیجہ یہ ہوتا۔کہ وہ سب لوگ جن سے بزور شمشیر کلمہ پڑھوایا گیا تھا۔اسلام کے لیے مار آستین کا کام دیتے۔اور موقعہ ملنے پر اسلام کو بن ذیبح سے اکھاڑ پھینکنے میں سعی کرتے۔لیکن جن لوگوں نے تاریخ اسلام کو پڑھا۔اور مسلمانوں کے خلوص و صدق کے تاریخی واقعات کو ملاحظہ کیا ہے۔انہیں نہایت ہی دلفریب چمنستان کا ایک نظارہ دیکھنا نصیب ہوگا۔

ایک بار حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں سر بسجدہ تھے۔ظالم عقبہ بن ابی معیط نے آ کر گردن میں چادر ڈال کر ایسے زور سے لپیٹ دینے شروع کیے

کہ گلوئے مبارک گھٹ کر آنکھیں باہر نکل آئیں اللہ اکبر حضورؐ کا استغراق بھی کیسا تھا۔ کہ جو سر مالک کے سامنے جھک چکا تھا۔ اُس میں باوجود اس قدر جسمانی تکلیف کے بھی ذرا اِدھر اُدھر جنبش نہ ہوئی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچ گئے۔ جنہوں نے اُسے دھکا دے کر ہٹایا۔ اور زبان سے یہ آیت بھی پڑھ کر سنائی۔ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ۔ کیا تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جرم میں مارتے ہو۔ کہ وہ پروردگار عالم کو اپنا معبود کہتے ہیں۔ اور اپنی سچائی کے لیے تمہارے سامنے بیّنات (معجزہ و براہین) بھی پیش فرماتے ہیں۔ بدبختی اور اس کے (اعوان) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر صدیق رضی اللہ عنہ سے چمٹ گئے۔ ایک ڈاڑھی کھینچتا تھا۔ دوسرے نے سر کے بال پکڑ رکھے تھے۔ ایک زدوکوب کر رہا تھا حتیٰ کہ صدیق رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور وہ ان کو نیم مُردہ کر کے چلے گئے۔

صدیق وہ شخص تھے۔ جن کے تاجرانہ تعلقات نہایت وسیع تھے۔ سینکڑوں اشخاص کا ان سے داد و ستد تھا۔ بیسیوں ان کے مقروض تھے۔ بایں ہمہ مذہبی مخالفت کی وجہ سے ایسے مقتدر شخص کی یہ حالت کی جاتی تھی۔ رہے ضعیف مسلمان، ان بیچاروں کی کچھ نہ پوچھو۔ عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ معہ اپنے والد یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور والدہ سُمیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مسلمان ہو گئے۔ ابو جہل نے بی بی سُمیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رانوں کے درمیان نیزہ مار کر ان کا شکم چاک کر دیا۔ یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نوک شمشیر و سنان نیزہ سے زخمی اور پتھروں سے سنگ بار کر کے شہید کیا۔ عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خداوند تعالیٰ نے ابھی دنیا پر باقی رکھنا تھا۔ وہ اگرچہ باپ کے ساتھ ہر ایک دکھ میں شریک تھے۔ مگر جان بر ہو گئے

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے ہاتھ میں سونپ دی جاتی۔ وہ ان کو گلی کوچے، محلوں، بازاروں میں کھینچتے کھینچتے لیے پھرتے۔ جب دوپہر ہو جاتی۔ تو گرم پتھر پر لٹا کر ایک دوسرا گرم پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دیا جاتا۔ لیکن یہ تھے اللہ کے مقبول بندے، کہ زبان سے آواز نکلتی تھی تو ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ اَحَدٌ۔

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ سردار زادہ تھے۔ ۱۶ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے تھے باپ اور چچا کو خبر ہوئی۔ تو ان کو کھجور کی صف میں لپیٹ کر کھڑا کر دیتے۔ اور نیچے سے دھواں کر دیتے کہ کسی طرح اسلام کو چھوڑ دے۔ لیکن اسلام وہ چیز نہ تھا۔ جو ان سابقین کے دل سے نکل جاتا۔

عبداللہ بن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رحم دل عیسائیوں کے ہاتھ میں اسیر ہو گئے تھے۔ قیصر کے سامنے لیے گئے۔ اس نے ترک اسلام کا حکم دیا۔ انہوں نے انکار کیا قیصر نے خفا ہو کر حکم دیا۔ کہ پھانسی کے تختہ کے ساتھ باندھ دیئے جاویں۔ تین شبانہ روز کے بعد اتار کر پھر ترک اسلام کے لیے کہا گیا۔ انہوں نے پہلے سے زیادہ استقلال کے ساتھ انکار کر دیا۔ اس وقت کھولتے ہوئے پانی کی دیگ میں اُن کو بٹھلایا گیا۔ تمام بدن پر پھپھولے پڑ گئے۔ لیکن ثبات و استقلال میں ذرا جنبش نہ ہوئی قیصر نے کہا، چھوڑ دو۔ پھر پاس بلا کر کہا۔ کہ تم کو اسلام کے لیے نہایت تکلیف دی گئی۔ تم اس سے باز نہ آئے اس کی وجہ؟ فرمایا۔ کاش میں دنیا میں سو دفعہ پیدا کیا جاؤں اور ہر دفعہ اسلام کے لیے ایسے ہی مصائب خوشی کے ساتھ گوارا کرتا رہوں۔

حبیب ابن زید مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسیلمہ کذاب نے گرفتار کر لیا تھا۔ جب پوچھتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تو کیا سمجھتا ہے؟ تو فرماتے رَسُوْلُ اللّٰہِ۔

جب وہ پوچھتا کہ میری رسالت کا بھی اقرار کرتا ہے۔ یا نہیں؟ تو فرما دیتے کہ مجھے اور کوئی بات سنائی نہیں دیتی۔ مسیلمہ کذاب، نے خفا ہو کر حکم دیا۔ کہ ان کا ایک ایک جوڑ بند سے جدا کرتے رہو۔ اور پھر ایک ایک عضو کے کٹنے کے بعد یہی سوال کرتے رہو۔ مگر اس اللہ کے مقبول نے اپنے جواب کے یہی لفظ رکھے۔ کہ محمدؐ کو اللہ کا رسول جانتا ہوں۔ اور دوسری بات کوئی مجھے سنائی نہیں دیتی۔

حبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلیم الادحی کو قریش نے پکڑ لیا۔ کچھ عرصہ تک قید رکھنے کے بعد پھانسی دینے کے لیے باہر نکالا۔ پھانسی کے نیچے جا کر کہا۔ کہ اسلام چھوڑ دو۔ تجھے آزاد کر دیا جائے گا۔ تو انہوں نے فرمایا، بخدائے رب العزت اگر روئے زمین کی سلطنت بھی میرے سامنے پیش کرو۔ تو ترکِ اسلام کا نام نہ لوں۔ قریش نے کہا۔ بھلا تو پسند کرتا ہے۔ کہ اپنے گھر میں صحیح و سلامت ہوتا۔ اور یہاں تیری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قید ہوتے۔ فرمایا کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا۔ کہ حضورؐ کے پائے مبارک میں ایک کانٹا لگ کر بھی میری جان بچ جائے۔ پھانسی پر نہایت استقلال اور کشادہ پیشانی کے ساتھ چڑھ گئے۔ اور چند اشعار سریلی آواز میں پڑھ کر سنائے۔ سہ

جب نکلتی جان ہے اسلام پر — تب نہیں پرواہ مجھ کو جان کی
کیوں نہ دوں کامل خوشی سے اپنی جاں — چاہیے مجھ کو رضا رحمان کی
آرزو پنہاں میرے سینہ میں تھی — اس دلِ مشتاق پر ارمان کی
آنکھ کر لیتی زیارت وقتِ نزع — داعیٔ حق ہادیٔ ایمان کی!
اے خدا پہنچا میرا اُن کو سلام — جان جن پر ہیں تیرے بے قربان کی

اے اہلِ انصاف میں تم سے پوچھتا ہوں۔ کہ یہ محبت، یہ استقامت کیا ان

لوگوں میں ہو سکتی ہے۔جن کا پیارا آبائی مذہب بزور شمشیر چھڑایا گیا ہو۔ اور جسے مجبور کر کے نئے دین کا کلمہ گو بنایا گیا ہو۔لا واللہ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلوص اور جاں نثاری کے واقعات کہاں تک سنو گے۔اور ان کے فدائیانہ جوش کا کہاں تک اندازہ لگاؤ گے۔

آغاز بعثت سے لے کر پانچ سال تک مسلمانوں نے نہایت دلیری و استقلال سے گوناں گوں تکالیف کو برداشت کیا۔لیکن جب پیارا وطن دشمنوں کی آتش غضب سے آگ کا تنور بن گیا۔تو سب نے وطن چھوڑ کر اقارب سے منہ موڑ کر حبش کی راہ لی۔

قدیم عرب بحری سفر سے اکثر گریزاں تھے۔لیکن اپنے دین کے بچاؤ کے لیے تمام خطرات کو خوشی خوشی سے برداشت کر کے افریقہ کو چلے گئے۔ان مصیبت زدوں نے ایک دفعہ سُن پایا تھا کہ آنحضرتؐ کی قریش کے ساتھ صلح ہو گئی ہے۔اور مسلمانوں کا ستانا قوم نے چھوڑ دیا ہے۔یہ سُن کر وطن کی محبت میں حبش سے چل پڑے۔لیکن عرب کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی معلوم ہو گیا۔کہ مکہ میں جس قدر مسلمان ہیں۔وہ چکی میں پڑے ہوئے دانہ کی طرح تکالیف میں پسے جاتے ہیں۔تو یہ بیچارے پھر واپس ہو گئے۔

اے سامعین! کیا جو لوگ تلوار کے ذریعہ سے مجبور کیے جاتے۔وہ اسی صفت کے ہوا کرتے ہیں؛

مسلمانوں کی مصیبتوں کا پیالہ لبریز ہو چکا تھا۔اور سینکڑوں مسلمان قریش کے ظالمانہ تعصب کے بھینٹ بنائے جا چکے تھے۔

آخر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تنگ ہو کر قریباً ۶۰ میل کے فاصلہ پر تشریف لے گئے۔مدعا یہ تھا۔کہ خدا کی عبادت اور سچی تعلیم کی اشاعت کا جہاں

بھی موقعہ ملے۔ وہی ہمارا وطن ہے۔ دشمنوں کو ان کا زمین کے پردہ پہ رہنا شاق تھا۔ چڑھائی کی تیاری کرنے لگے۔ اس وقت نبوت سے چوداں سال کے بعد مسلمانوں کو بھی مدافعانہ جنگ کی اجازت ملی۔ جو مسلمان میدانِ جنگ میں آسکے تھے۔ ان کی تعداد ۳۱۲ تھی۔ یہ بدر کا ذکر ہے۔

اس کے بعد احد کی لڑائی مشہور ہے۔ کل عرب نے گیارہ من تین سیر سونا، اور ایک ہزار اونٹ چندہ میں اکٹھے کیے۔ اور پانچ ہزار جوان کارزار دیدہ، جنگ آزمودہ اس رقم سے مسلح بنائے گئے اور تین سو میل سے مسلمانوں پر چڑھائی کی گئی۔ مسلمان بالکل بے سروسامان تھے۔ نیز تعداد میں کم (صرف سات سو) پھر بھی کیسے جوش اور استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا۔ کہ پہاڑ بھی اس ثبات و استحکام کو دیکھ کر لرز گئے۔

حنظلہ (غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک رات کی بیاہی دُلہن کو چھوڑ کر میدان جنگ میں پہنچے اور شادی کے جوڑے کو اپنے ہی خون سے رنگین بنایا۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باپ کے لاڈلے اور پونڈوں کے امیر تھے دو دو سو روپے کی پوشاک زیب تن کیا کرتے تھے۔ مسلمان ہو کر ایسا زہد اختیار کیا۔ کہ بکری کی کھال سے بدن چھپا لیتے۔ اور حلہ حریر سے زیادہ اس میں خوش رہتے۔ احد میں اسلامی جھنڈا انہی کے ہاتھ میں تھا۔ حریف نے دست راست کو زخمی کر دیا۔ تو علم دوسرے ہاتھ میں تھام لیا۔ جب وہ بھی تیروں سے شل ہو گیا۔ تو دونوں ہاتھوں کے سہارے اور سینہ کی آڑ سے نشان کو تھام رکھا۔ آخر جب حلق پر تیر کھا کر گھوڑے سے گرے۔ تو کلمہ طیب پر ہی جان دیدی۔ ؎

گر نشاں قدم یار گرامی نکنم　　گوہر جان بچہ کار دگرم باز آید

اس جنگ میں ایک انصاری عورت کا باپ، بھائی، بیٹا، شوہر شہید ہو گئے تین کوس پر شہر تھا۔ خبر جا پہنچی۔ وہ شام کو سر راہ آ کھڑی ہوئی۔ پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی زندہ ہیں۔ اگر حضور زندہ ہیں۔ تو مجھے کسی شخص کی موت کا غم نہیں۔ ؎

من و دل گر فدا شدیم چہ باک   غرض اندر میان سلامت تست

عمرو بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جنگ میں شربت شہادت پیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کی ماں سے چند کلمات تعزیت فرمائے وہ بولی۔ کہ جب حضور کو خداوند تعالیٰ نے بچا لیا۔ تو اب میں ہر ایک مصیبت کو بآسانی برداشت کر سکتی ہوں۔

طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسی جنگ میں ۷۰ زخم لگے تھے۔ ایک تلوار کا سر پر ایسا وار لگا۔ کہ لڑکھڑا کر گر گئے۔ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کے منہ میں پانی ڈالا۔ ہوش آیا تو سب سے پہلے یہی پوچھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے تمہاری خبر گیری کے لیے بھیجا ہے۔ طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا "وہ مجھے اپنی جان کی کچھ پرواہ نہیں"

عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگل میں تھے۔ دشمن نے پس پشت سے آ کر جان ستان نیزہ مارا۔ تو اُن کے منہ سے یہی نکلا۔ فزت ورب الکعبہ ؎

رب کعبہ کی مجھے سوگند ہے   مل گیا مجھ کو مرادل بند ہے۔

سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ مخلصان درگاہ میں سے تھے۔ ایک صحابی نے انہیں زخموں سے چور، لہو میں شرابور جان کنی کی حالت میں پایا۔ کہا میری وصیت

وصیت سُن لو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت مبارک میں جا کر خادم درگاہ سعد کا سلام کا عرض کر دینا۔ اور گزارش کر دینا۔ کہ خداوند کریم حضور کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ حضور کے طفیل ہم کیسے کیسے مراتب رفیع کو پہنچ گئے۔ نیز میرے احباب سے کہہ دینا۔ کہ اگر خدمت گذاری اور فرمانبرداری رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں کچھ قصور رہ گیا تو خدا کے سامنے تم سے کچھ جواب بن نہ پڑے گا۔

اللہ اکبر۔ محبت بھی کیا ہی نشہ ہے، اور اخلاص میں بھی کیا ہی مزہ ہے۔ کہ زخمی ہو کر سانس توڑ رہے ہیں۔ اور شکر گذار ہیں۔ جان نثار کر رہے ہیں اور عذر خواہ ہیں۔ ؎

یک جان چہ متاعیست کہ سازیم فدایت ۔۔۔ اماں چہ تواں کرد کہ موجود ہمیں است

سامعین آپ نے خیال فرمایا۔ کہ جو حسن ارادت اور خلوص عقیدت ان لوگوں کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل تھا۔ اسے تلوار کی کاٹ، اور نیزہ کی بھال، تیر کی پیکان بھی کم نہیں کر سکی۔ وطن کی دوری، احباب کی جدائی، اقارب سے مہجوری، تنگ دستی، بیماری۔ قوم کی مخالفت، ملک کی عداوت بھی، ان کے استقلال وثبات کو جنبش نہیں دے سکی۔

عام مسلمانوں کا استقلال و استقامت

تیر مخلصین صحابہ تو بلا واسطہ نور نبوت کے فیضان سے مستنیر تھے۔ ان کے احوال کو چھوڑ کر ادنیٰ مسلمان کے حال پر غور کرو۔ ۱۲ برس کی عمر سے لے کر مرتے دم تک ایک دن میں پانچ دفعہ عبادت کو اس پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہنا کہ

نہ موسموں کا تغیر، نہ عمر کا اقتضا، نہ سفر نہ بیماری، نہ جنگ کی آتشباری غرض کہ کوئی چیز بھی اسے روک نہ سکے کیا خلوص کا کچھ کم نمونہ ہے۔ (نماز)

آئے سال اپنی آمدنی کا پورا چالیسواں حصہ بنی نوع کی دستگیری کے لیے مدت العمر تک نکالتے رہنا کیا کچھ کم نفس کشی ہے۔ (زکوٰۃ)

گرم سے گرم ملک، اور گرم سے گرم موسم میں ۱۸-۱۸ گھنٹہ تک روٹی پانی، جملہ مقتضیات طبع کو چھوڑ کر پہلے کی بہ نسبت سر چند، چہار چند زیادہ عبادت میں لگاتار ایک ماہ تک مصروف رہنا کیا سچائی کا معیار نہیں۔ (روزہ)

ہزاروں کوس سے بحر و بر کو چیرتے، آفات ارضی و سماوی کو جھیلتے، پیادہ سوار سفر کرتے ہوئے دربار الٰہی میں حاضری کے لیے عرفات تک پہنچنا۔ کیا جان و مال کا نثار کر دینا نہیں ہے۔ (حج)

اب میں پوچھتا ہوں۔ کہ جو لوگ بزور شمشیر مطیع کیا جایا کرتے ہیں اور مذہب جیسی پیاری چیز جن سے چھین لی جایا کرتی ہے۔ وہ لوگ اسی نمونہ کے ہوا کرتے ہیں۔ اگر اس کا جواب نفی ہے۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ جس تعلیم نے لوگوں کو اس نمونہ کا بنا لیا تھا۔ اور جس ایک واحد شخص (فداہ ابی و امی) کی آواز نے ایسی جماعتوں کے دل و جان پر اپنا تصرف کر لیا تھا۔ اسے اپنے اس تجربہ شدہ طریق میں کب ناکامیابی ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ اس آسان اور کامیاب طریق کو چھوڑ کر بزور شمشیر تعلیم پھیلانے کو اٹھا تھا اور جس کی وجہ سے اس نے جنگ جیسی جان جوکھم چیز کو پسند کر لیا تھا۔ جہاں تک غور کرو گے، اس کا جواب سخت سے سخت مخالف کو بھی نہ ملے گا۔

اسلامی تعلیم کا دیگر مذاہب کی تعلیم سے مقابلہ

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں۔کہ اسلام کی جس تعلیم کا بزور شمشیر پھیلایا جانا بیان کیا جاتا ہے۔کیا وہ تعلیم فطرت انسانی سے اس قدر مخالفت رکھتی ہے؟ کہ اگر تلوار ہاتھ میں نہ لی جاوے۔تو اس کی اشاعت نہیں ہو سکتی ہے۔کیا وہ تعلیم ایسی پیچیدہ اور فہم انسانی سے بالاتر ہے۔جس کے لیئے دل و دماغ میں تلوار کی برق نما چمک کے بغیر جگہ نہیں مل سکتی۔کیا وہ تعلیم ان مذاہب سے جن کی اشاعت محض وعظ و پند کے ذریعہ سے ہوتا بیان کیا جاتا ہے۔ایسی کھٹیل ہے۔جس کی اشاعت کے لیے حیوانی جوش سے کام لینا پڑا۔

دنیا کے بڑے بڑے مذاہب مروجہ حال پر نظر ڈالو، ہر ایک مذہب میں سے زیادہ اہم دو مسئلہ ہوتے ہیں۔

(۱) معرفت خداوندی

(۲) نجات

ان دو مسائل کو ہر ایک مذہب کے اندر تلاش کرو۔اور موازنہ کرتے جاؤ۔کہ اسلام کے مقابلہ میں ان کا بیان بلحاظ وضاحت و دل نشینی اور باعتبار عمدگی و تاثیر کیا درجہ رکھتا ہے۔

سب سے پہلے عیسائیت کو لو۔جو دنیا کے ہر شش براعظم پر پھیلی ہوئی ہے۔معرفت خداوندی کے متعلق اس مذہب کی بنیاد تثلیث پر ہے۔تثلیث، کی جو شرح اتھاناسیس کے عقیدہ میں کی گئی ہے۔اس کے چند فقرہ قابل غور ہیں۔

باپ ایک اقنوم، بیٹا ایک اقنوم، روح قدس ایک اقنوم۔ مگر باپ، بیٹے اور روح القدس کی الوہیت ایک ہی ہے۔ جلال برابر، عظمت ازلی یکساں، جیسا باپ، ویسا ہی بیٹا، ویسا ہی روح قدس۔

باپ غیر مخلوق	بیٹا غیر مخلوق	روح قدس غیر مخلوق
باپ غیر محدود	بیٹا غیر محدود	روح قدس غیر محدود
باپ ازلی	بیٹا ازلی	روح قدس ازلی

تاہم تین ازلی نہیں، ایک ازلی۔ تین غیر محدود نہیں، ایک غیر محدود۔

یونہی باپ قادر مطلق، بیٹا قادر مطلق، روح قدس قادر مطلق

ویسا ہی باپ خدا، بیٹا خدا، روح قدس خدا، اس پر بھی تین خدا نہیں بلکہ ایک خدا۔

نجات کی بنیاد کفارہ پر ہے۔ یعنی خدا کے عدل نے بندوں کو گناہ کی سزا دینا چاہا۔ اور خدا کے رحم نے اُن کو چھوڑ دینا۔ اب اگر چھوڑتا ہے۔ تو عدل کے خلاف ہے۔ سزا دیتا ہے تو رحم کے خلاف۔ اس لیے خدا کے اکلوتے بیٹے نے جامہ بشری پہنا، صلیب پر چڑھا۔ ملعون ہو کر تین روز جہنم میں رہا۔ اور سب گنہ گاروں کے گناہ اپنے سر لے لیے۔

سر مکنزی، ایم اے۔ جو لارڈ ڈفرن کا پرائیویٹ سیکرٹری تھا تاریخ روس میں لکھتا ہے۔ کہ تثلیث کا مسئلہ۔ فہم انسانی سے بالاتر ہے۔

صاحبان۔ جب ایسا فاضل بھی اسے فہم انسانی سے بالاتر بتاتا ہے۔ تو میں حیران ہوں۔ کہ عیسائیت کے دلدادہ اس مسئلہ کو کیا سمجھتے ہیں۔ یا سمجھے بغیر کیونکر

اس پر ایمان لے آتے ہیں۔

کیا یہ یقین ہو سکتا ہے۔ کہ تثلیث کا عقیدہ اور کفارہ کا مسئلہ تو (جو عقل اور فطرت کے بھی برخلاف ہے۔ اور معتقدان تثلیث کے مروجہ قوانین اور روزانہ برتاؤ کے بھی برخلاف ہے) ایسا عام فہم و عام پسند ہو جائے۔ جس کو بلا کسی خارجی وجوہ کے ہزاروں مانتے چلے جائیں۔ اور اسلام کے سادہ قابل فہم اصولوں کی اشاعت کے لیے تلوار ہی کی ضرورت ہو؟ کیا عیسائیوں نے تلوار کا استعمال نہیں کیا؟ کیا اُس کی اشاعت اسی فیاضی اور رحمدلی کے ساتھ ہوئی ہے۔؟ جس کی تعلیم مسیح علیہ السلام نے دی تھی؟ ہرگز نہیں۔

عیسائیوں پر عیسائیوں کے ظلم

عیسائی مورخین نے خود اقبال کیا ہے کہ رومن کیتھولکس نے عدالت مقدسہ کے نام سے عدالتیں مقرر کر کے چودہ صدیوں تک غیر منقطع سلسلہ خونریزی کا قائم رکھا تھا۔ رہا فرقہ پراٹسٹنٹ جو پہلے فرقہ سے شائستہ تر ہے۔ اس کی بابت مسٹر ہالم لکھتے ہیں۔ کہ اس مذہب کے مختلف فرقوں سے جو سب سے بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ بندگان خدا پر دین میں زور زبردستی کرتے ہیں۔

آنریبل سید امیر علی صاحب جج تحریر کرتے ہیں۔ کہ جیسا کالوں نے سرولیس کو صرف اس وجہ سے زندہ جلا دیا کہ اُس کے اعتقادات تثلیث کے بارے میں جمہور علماء کے برخلاف تھے۔ تو سب پراٹسٹنٹ فرقوں نے کالون کے اس فعل کی بڑی تعریف کی تھی۔ اور بعض مصنفوں نے اس کی تعریف میں جداگانہ رسالے لکھے تھے۔

انصاف اس امر کا مقتضی ہے۔ کہ جس قوم میں ایسی شرمناک حرکات سرزد ہو چکی ہوں وہ دوسرے کو الزام نہ لگائے۔ بیشک مسلمان بادشاہوں کی بھی بعض ایسی نظیریں مل سکتی ہیں۔ جنہوں نے مخلوق خدا کو بیدردی کے ساتھ تہ تیغ کیا تھا۔ لیکن ان کے فتوے کسی مقدس عدالت کے جاری کردہ نہ ہوتے تھے۔ اور ان کے قتل عام میں کسی مذہب کی کچھ تخصیص نہ ہوتی تھی۔

اب بدھ مت کو لیجئے جو کثرت اشاعت میں مشہور ہے۔ معرفت خداوندی کے متعلق اس مذہب میں مجھے کوئی بات نظر نہیں آئی۔ بعض کا یہ قول کہ یہ مذہب ہستی خدا کا قائل نہیں۔ شاید صحیح ہو۔

رہی نجات اس کا طریق حصول یہ بتایا گیا ہے۔ کہ حواس پنجگانہ اور ان کی محسوسات سے اپنے آپ کو بالاتر رکھو۔ ایسی بے کیف حالت کا ہی نام نجات ہے جسے زوال کہتے ہیں۔ اس کے حاصل ہونے پر انسان آواگون سے رہائی پاتا ہے۔

آپ خیال فرماویں۔ کہ وہی اصولوں کو تو جس کے الفاظ ٹھیک ایسے ہی بے معنی ہیں۔ جیسے اُن کی حالت نجات بے کیف ہے۔ ایسا عام فہم و دلچسپ تسلیم کیا جائے۔ جس کی اشاعت کے لیے تلوار کی ضرورت نہ ہو۔

مگر اسلام کو اس کی حاجت ضرور پڑی ہو۔

الفاظ میں نزاکت اور خیال میں لطافت پیدا کر لینا اور بات ہے۔ لیکن کسی مذہب اور دین کو بطور دستور العمل پیش کرنا اور بات ہے۔

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ کہ اول تو خود بدھ نے اپنے خیالات میں تین پلٹے کھائے، پھر اس کی آخر عمر میں اس کے چیلے دیودت نے اس کے سامنے پانچ ترمیمات

اس کے احکام ہیں پیش کیں۔ پھر اس کی وفات کے بعد اُس کی مصنفہ کتاب پاٹی مورکھ ہیں کمی وبیشی کی گئی۔ پھر ایک صدی کے بعد ایک اور جلسہ کیا گیا۔ اور جو احکام ناقابل تعمیل تھے۔ اُن کو نرم بنایا گیا۔ پھر تیسرا جلسہ راجا اشوک نے کیا۔ اس میں جو اصول بالاتفاق منظور ہوئے۔ وہ پتھر کی سلوں اور مینادوں پر کندہ کر دیئے گئے۔

بُدھ والوں کے ظلم

بدھ اور اس کی تمام شاخیں نرم دلی کم آزاری میں مشہور ہیں۔ لیکن انہوں نے اپنی حکومت کے ڈیڑھ ہزار سال میں ہندوؤں کی قوموں اور علموں کے نیست و نابود کر نے میں جو مسلسل اہتمام کر رکھا تھا۔ وہ پوشیدہ نہیں۔

آریہ کے متعلق بھی ایک فقرہ سُن لیجئے۔ یہ لوگ روح و مادہ اور پرمیشر کو انادی مانتے ہیں۔ معرفتِ خداوندی کا حال اسی سے سمجھ لو۔ کہ خالق یعنی صانع مانتے ہیں۔ یہی نجات ابدی اسے کروڑوں جونوں میں ہونے کے بعد اعمال معدودہ کی نقدی دے کر خریدنا چاہتے ہیں۔ اور وہ نجات بھی ایک معدودہ وقت کے لیے تسلیم کرتے ہیں۔ یہی خونریزی خیال کرو۔ ہندوستان کی قدیم قومیں جو آریہ سے پہلے برسر عروج حکومت تھیں۔ کدھر ہیں؟ ان سب چاروں سے نہ صرف حکومت ہی چھینی گئی۔ بلکہ زمین کو باہمہ وسعت اُن کے لیے تنگ بنایا گیا۔ اگر کسی قوم کا کچھ بقیہ رہ گیا ہے۔ تو وہ اب خانہ بدوش ہیں۔ اور اس قدر ناپاک سمجھے جاتے ہیں۔ کہ وہ ہندوؤں کے کپڑے تک کو چھو نہیں سکتے ہیں۔ ان سب چاروں کا نام ہمیشہ کے لیے شودر یا چنڈال رکھا گیا ہے۔ اور ملک ہندوستان میں دس کروڑ آدمی ایسی ناپاک زندگی بسر

کر رہے ہیں۔

اب آپ اسلام کی طرف آئیے۔ تعلیم کی سادگی کا تو یہ حال ہے۔ کہ تمام دین کا عطر روح ایک مختصر جملہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے جہاں کسی نے سچے دل سے یہ الفاظ پڑھے فوراً اللہ تعالیٰ کے ازلی میثاق لَا انْفِصَامَ لَهَا[1] میں داخل اور صادقین کے زمرہ میں شامل ہو گیا۔

تعلیم اسلام کی سادگی

ظاہر ہے کہ ہر ایک شخص جو مکلف ہونے کی قابلیت رکھتا ہے، اتنی بات کو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے رسول ہیں بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اور اپنی سمجھ پر نجات اخروی اور فوز عظیم حاصل کر سکتا ہے۔

واضح ہو کہ فقرہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ معرفت ثبوتیہ و سلبیہ کے لیے کلمہ جامعہ ہے سلبیہ معاصی کے ہٹا دینے کے لیے اور ثبوتیہ سکینہ کو قائم اور رجز کو مشتمل کر دینے کے واسطے مفید ہے۔

یہی کلمہ ہے جو شرک جلی کو دور کر دیتا اور شرک خفی کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ اور یہی کلمہ ہے جو ان تمام حجابوں کو کہ معرفت خداوندی تک پہنچنے میں بندہ کے سامنے پڑے ہوئے ہیں اُٹھا دیتا ہے۔

کلمہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس علاقہ رحمت کو ظاہر کرتا ہے۔ جو رحمٰن کو اپنے

---

[1] ایسا عہد جو کبھی نہیں ٹوٹے گا۔

بندوں سے ہے نیز اس سبب اعظمی کی یاد دلاتا ہے جو ظلمت میں گرے ہوئے عالم کو نور میں لانے والا ہے۔

یہی کلمہ توحید کی بنیاد کو مستحکم کرتا ہے۔ اور رسول کو ثالث ثلثہ یا جزو الٰہ تثلیث کرنے سے روکتا ہے۔ معاصی صغائر و کبائر کا ذریعہ توبہ ہے۔ اور نجات کا مدار اس مالک کی رحمت ہے۔ جو اپنے بندوں پہ اتنا مہربان ہے۔ کہ ماں اپنے بچہ پہ اس سے سوواں حصہ بھی نہیں۔ اعمال صالحہ بندہ کے لیے نور و قرب کے ازدیاد اور رحمت الٰہیہ کے شایاں بنا دینے والے ہیں۔

انہیں مختصر جملوں پہ غور کرو۔ کہ نہ تو اعمال کو حصول نجات میں وہ درجہ دیا گیا ہے۔ کہ رحمت الٰہی کی بھی بندہ کو پرواہ نہ رہے۔ اور نہ فضل و رحم کے ایسے معنی بنائے گئے ہیں۔ کہ شریعت کو لفظ لعنت[ا] سے تعبیر کرنا پڑے۔

معرفت خداوندی کے بارہ میں اسلام براہ راست فطرت سے خطاب کرتا ہے۔ اور محبت و طمانیت سے ملی ہوئی تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے جلال کی تجلّی دکھلاتا ہے اور سو معرفت یا حجاب طبیعت کو فطرت سلیمہ کے چہرہ سے ہٹا کر باطن کو محبت و انبساط کی بھری ہوئی حالت سے معمور کر دیتا ہے اور نجات کے لیے پہلے تو اعمال صالحہ اور مصالح عالیہ کے لیے برانگیختہ کرتا اور پھر پورے ذوق و وجدان کے ساتھ رحمت ربانی کے سامنے بندہ فانی کو خاشع و خاضع بنا دیتا ہے۔

رہی اس کی عمدگی و قوت تاثیر وہ اُس ملک پہ نظر ڈالنے سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ جہاں اس کے ایک حصہ پہ اسلام نے اور دوسرے حصہ پہ کسی اور

[ا] پولوس نے اپنے خطوں میں جسے عیسائی لوگ انجیل کے ساتھ شائع کیا کرتے ہیں شریعت کو لعنت

مذہب نے اثر ڈالا ہو۔ مثلاً فی زمانہ افریقہ ایسا ہی ایک براعظم ہے۔ عیسائی سیاحوں نے دونوں کا موازنہ کرتے ہوئے کچھ لکھا ہے۔ اس کا بالتفصیل گذارش کرنا دشوار ہے۔ مگر میں صرف ایک پادری کے ایک فقرہ پر ہی انحصار کروں گا۔

نومسلموں اور نومسیحیوں کا موازنہ

جب اسلام کو ایک حبشی قوم قبول کرتی ہے۔ تو بت پرستی، مخلوق پرستی، جنات پرستی، مردم خوری، انسانی قربانی، اولاد کشی، جادوگری فوراً دور ہو جاتی ہے باشندے کپڑے پہننے لگتے ہیں، نجاست کی جگہ صفائی سیکھ لیتے ہیں۔ شرافت ذاتی اور خودداری حاصل کر لیتے ہیں۔ مہمان نوازی فرض مذہبی ہو جاتا ہے۔ شراب خوری بہت کم رہ جاتی ہے، جوا متروک ہو جاتا ہے۔ بے حیائی کے ناچ اور مرد و عورت کے ناجائز میل جول بند ہو جاتے ہیں۔ عفت کو نیک خصلت خیال کیا جاتا ہے، کاہلی کی جگہ محنت حاصل کر لیتی ہے۔ ذاتی اختیار کی جگہ قانون دخل کر لیتا ہے۔ انتظام اور پرہیزگاری پھیل جاتی ہے۔ خاندانی خصومتوں اور مویشی اور غلاموں پر بے رحمی کی ممانعت ہو جاتی ہے انسانیت اور مہربانی اور مساوات کا خیال سکھلایا جاتا ہے۔ کثرت ازدواج اور بندہ گری کی ترتیب ٹھیک طور سے دی جا کہ ان کی برائیاں کم کی جاتی ہیں۔

بمقابلہ اس کے یورپ کی ترقی سے گویا شراب اور گنہ گاری کا پھیلاؤ اور اُس قوم کا تنزل مراد ہوتا ہے[1]

فقرہ مذکورہ بالا اپنی صداقت و بلاغت کے اعتبار سے ایک جامع مانع

---

[1] پادری اسحاق ٹیلر کی سپیچ ۱۲ منہ

فقرہ ہے اور اس کے ثبوت میں تاریخ کے صفحات اور مختلف ممالک میں اسلامی ترقی کے حالات پیش کیے جا سکتے ہیں پس کیا صحیح طور پر یہ مقولہ کسی طرح بھی درست ہو سکتا ہے۔؟

"کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے"

اب اگر کوئی شخص پوچھے کہ جب اسلام اپنی اشاعت کے واسطے کسی زور یا طاقت کا محتاج نہیں اور ابتداء سے ہی اس کے پیرو محض صداقت اور حق طلبی کی وجہ سے اُس کے گرویدہ ہوتے رہے ہیں تو کیا اسلام نے کبھی بھی تلوار کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیا۔

اسلامی جہاد کی غرض و غائت

میں کہتا ہوں۔ اسلام نے بیشک تلوار کو ہاتھ میں لیا ہے۔ مگر کیوں اور کس کے مقابلہ میں اس کا جواب خود قرآن مجید سے ملتا ہے۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا۔ اگر نہ ہوتا دفع کرنا اللہ کا آدمیوں کو ایک کا دوسرے سے تو ضرور ڈھائی جاتی عیسائی درویشوں کی خانقاہیں۔ اور گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں بکثرت خدا کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ اسلامی جہاد کا مدعا مسجدوں اور گرجوں اور یہودیوں کے عبادت گاہوں زاہدوں اور عابدوں کی خانقاہوں کو بربادی سے محفوظ رکھنا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

"کہ ایک ایسا امن قائم کر دینا جس کی وجہ سے جملہ مذاہب کامل آزادی کے ساتھ دنیا میں رہ سکیں۔"

بھلا ایسے مدعا پر جس کی مشترکہ غرض جملہ مذاہب کو یکساں فائدہ پہنچانا اور سب کی حفاظت کرنا ہے۔

کون شخص دھبہ لگا سکتا ہے۔ برخلاف اس کے ہم کو اب تک کسی عیسائی یا بدھ یا بت پرست یا یہودی کا نام معلوم نہیں ہوا جس کے جنگ کرنے کا مقصد مسلمانوں کی مساجد یا اپنے سے غیر مذہب کے معابد کی حفاظت کرنا ہے۔

لڑائی کی دوسری ضرورت اس آیت سے معلوم ہوتی ہے

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا	کیا تم اس قوم سے نہ لڑو گے جنہوں نے
اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ	اپنی قسم اور اقرار کو توڑ دیا ہے۔ اور رسول کو
الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ	(مدینہ سے) نکال دینے کا قصد کر لیا ہے اور
اَوَّلَ مَرَّةٍ۔	اس بارہ میں ابتدا بھی ان ہی کی طرف سے
	ہوئی ہے۔

ایسے جنگ کے لیے حد بھی خود ہی اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دی ہے۔ فرمایا:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ	ان سے اس وقت تک لڑائی کرو کہ فتنہ
فِتْنَةٌ۔	باقی نہ رہے۔

اس حد پر بھی جس سے ظاہر ہے کہ جنگ صرف رفع فتنہ کے لیے تھی یہ ارشاد بھی فرما دیا:

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔

اگر وہ صلح کی طرف راغب ہوں۔ تو آپ بھی صلح کی جانب جھک جاویں اور اُن

کہ ایسی فتنہ پردازیوں اور سازشوں کی کچھ پرواہ نہ کرکے خدا تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔

امن کے توڑ دینے والوں، سازشوں اور فتنوں کے پھیلانے والوں رعایا ہوکر عذر کرنے والوں کے ساتھ ایسے قیود، ایسے احتیاطی احکام کے ساتھ جنگ کا حکم جس مقدس مذہب نے اسلام کے سوا دیا ہو اس کی نظیر پیش ہونی چاہیئے۔

معترض کے لیے اب صرف ایک گنجائش باقی رہ گئی ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مبارک زمانہ میں لوگوں کو بزور شمشیر مسلمان نہیں کیا گیا۔ تو خلفائے راشدین کے وقت میں ضرور ہتھیاروں کے زور سے اسلام کی اشاعت کی گئی ہے۔

خلفائے راشدین کے عہد کے محاربے

میں اس کے متعلق بھی کچھ گذارش کرنا چاہتا ہوں، خلفائے راشدین نے اگر تلوار کھینچی بھی ہے۔ تو کسریٰ (شہنشاہ ایران) کے منہ پر جس کی شہنشاہیت مشرقی دنیا پر چار ہزار برس سے مسلط تھی۔ یا قیصر شہنشاہ قسطنطنیہ کے سر پر جو نصف مغربی دنیا کو اپنا باجگذار رکھتا تھا۔ ایسے دول عظام کی منظم باقاعدہ فوجوں کے مقابلہ میں بے سروسامان عرب کا تلوار اٹھانا صرف تنگ آمد بجنگ آمد کے اصول ہی پر ہو سکتا ہے۔

پھر خیال کرو کہ خلفائے راشدین کن لوگوں کو شمشیر زنی کے لیے بھیج رہے تھے۔ کیا انہی شخصوں کو نہیں جنہوں نے قرآن کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کو اپنا ایمان سمجھا تھا۔ اور جو دیکھ چکے تھے۔ کہ بزور شمشیر اسلام قبلوانا خود تعلیم اسلام ہی کے خلاف ہے۔

یہ ناممکن ہے۔ کہ قرآن پر ایمان لانے والے قرآن مجید میں:۔

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔ دین کے بارے میں کسی پر کوئی سختی جائز نہیں

بھی پڑھتے ہوں۔ اور پھر بھی اشاعت دین کے لیے اکراہ وجبر کے طریق کو پسند کرتے ہوں۔

مَآ اَنْتَ عَلَیْھِمْ بِجَبَّارٍ فَذَکِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ ہ اے محمدؐ! تو ان پر جبر نہیں کر سکتا، قرآن کا وعظ سنا دے جس نے عذاب الٰہی سے خوف کھاتا ہے وہ خوف کھائے گا۔

کی تلاوت بھی کرتے ہوں، اور بایں ہمہ جبر وتشدد بھی دین کے لیے روا رکھتے ہوں

میری یہ دلیل صرف قیاسی ہی نہیں۔ اور قرآن مجید کا یہ حکم صرف تلاوت کے وقت پڑھنے ہی کے لیے نہیں۔ بلکہ خلفائے راشدین نے اپنے مفتوحہ ممالک میں اسی کے موافق عمل بھی کر دکھایا تھا۔

فاتح سرداروں میں سب سے زیادہ مشہور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جن کا لقب بھی سیف اللہ ہے۔ اور جن کے نام نے عراق وشام میں زلزلہ ڈال دیا تھا۔ ان کے عہد نامے کے یہ الفاظ ہیں:

ھٰذَا الْکِتَابُ مِّنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ اِلَی الصلوبا ابن نطوما وقومہ انی عاھدتکم علی الجزیۃ والمنعۃ فلکم الذمۃ والمنعۃ فامنعنا فلنا

یہ تحریر خالد بن ولید کی طرف سے صلوبا ابن نطوما اور اس کی قوم کے لیے ہے۔ میں نے تم سے جزیہ پر معاہدہ کیا ہے۔ ہم مسلمانوں پر تمہاری ذمہ داری اور حفاظت ضروری ہے اور جب تک ہم تمہاری محافظت کریں ہم کو

الجزیۃ وَاِلَّا فلا۔ تم سے خراج کا حق ہے، ورنہ نہیں

خیال کرو۔ کہ کیونکر مفتوح قوموں کی محافظت کا بار اپنے ذمے لیتے اور ان کی جان و مال و مذہب کی نگرانی کو اپنے فرائض میں شامل کر لیتے تھے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ خلفائے راشدین کے زمانہ مبارک میں مسلمانوں کی تعداد لاکھوں سے بڑھ کر کروڑوں تک پہنچ گئی تھی اور دنیا کے بڑے بڑے آباد حصوں میں توحید کی منادی جاری ہو چکی تھی۔ لیکن اس کا سبب تلوار ہرگز نہ تھی۔

مشہور مورخ ایڈورڈ گبن لکھتا ہے۔

افریقہ اور ایشیا کے لکھو کھا نو مسلم جنھوں نے عرب کے مسلمانوں کی تعداد بڑھا دی، اور اس کے رسول پر ایمان لانے میں فریفتہ ہو گئے۔ یہ نہیں کہ ان سب پر دباؤ تھا بلکہ کلمہ پڑھنے یا ختنہ ہو جانے سے رعیت یا غلام یا قیدی یا اسیر ایک لحہ میں اپنے فتح یاب مسلمانوں کا ہم سر و آزاد بن گیا۔ ہر ایک گناہ دور ہوا۔ بیاہ نہ کرنے کا عہد فطری عنایت سے جاتا رہا۔ قوائے شہوانی (جو تجرد و رہبانیت کی وجہ سے) صومعوں میں پڑے سوتے تھے۔ اہل حجاز کے ڈھول سے چونک پڑے اور معاملات دنیا میں نئے مجمع کا ہر ایک شخص اپنی لیاقت اور حوصلہ کے موافق اصل سرشت پر پہنچ گیا۔"

دیکھو اس شہادت سے کیسے صاف و صریح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ اسلامی ترقی کی وجوہ مندرجہ ذیل تھیں۔

(۱) اسلام فاتح و مفتوح سپہ سالار و غلام، رعیت و حاکم کے حقوق کو مساوی کر دیتا ہے۔

(۲) اسلام اس تعلیم کی جس میں فطرت انسانی کے برخلاف احکام دیے جا کر انسانی قوتوں کو معذور کر دیا تھا، اصلاح کرتا ہے۔ اس لیے اسلام کی طرف آنے میں فطرت نے لوگوں کو اکسایا۔

(۳) اسلام میں تمدن اور آزادی اس قدر ہے کہ ہر شخص اپنی قابلیت کے موافق اس میں ترقی کر سکتا ہے۔ اس لیے لوگوں نے اس کو بدل و جان پسند کیا۔

شاید معترض خلفاء راشدین کے مبارک زمانے کو چھوڑ کر بعد کے زمانہ پر اپنا اعتراض قائم کر سکتا ہو۔

بادشاہانِ اسلام کے تعصّبات

اگرچہ مسلمان بآسانی کہہ سکتے ہیں۔ کہ کوئی مذہب اپنے کسی فرد شخص کے (جس کو مذہب میں کوئی روحانی درجہ حاصل نہ ہو) افعال و اعمال کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ اور کسی نامعقول کے بیہودہ حرکات کا جواب وہ اس کا شائستہ مذہب نہیں ٹھہر سکتا۔" لیکن سامعین یہ جواب گو معترض کی زبان کو بند کر سکے۔ لیکن اس کے دلی شبہات کو رفع نہیں کر سکتا۔

جہاں تک مجھے تواریخ دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے کسی مسلمان بادشاہ نے بھی خواہ اپنی جابرانہ طبیعت یا سفیہانہ مزاج سے کیسے ہی خونریزی کیوں نہ کرتا رہا ہو۔ کبھی اسلام کو بزور شمشیر پھیلانے کی کوشش نہیں کی۔

ہندوستان میں عوام کی زبان پر اورنگ زیب عالمگیر کی نسبت اس قسم کی روایات بہت مشہور ہیں۔

مگر پروفیسر آرنولڈ لکھتے ہیں۔ کہ عہد اورنگ زیب عالمگیر کی تواریخ میں بہ جبر مسلمان کرنے کا کہیں ذکر نہیں۔" آرنولڈ کی شہادت کے بعد یہ بھی گوش گزاری کے قابل ہے۔ کہ اب تک دہلی کے گردونواح میں مسلمان آبادی کل آبادی کا چھٹا حصہ ⅙ اور آگرہ کے گردونواح میں چوتھا حصہ ¼ ہے۔ یہ غور کے قابل ہے کہ اگر ہندوستان میں کہیں بجبر مسلمان کیے جانے پر عمل درآمد ہوتا۔ تو خاص دارالسلطنت اور مستقر الخلافت کے گردونواح میں دیگر اقوام کی بہ کثرت اور مسلمانوں کی بہ قلت بھی نہ پائی جاتی۔

معترض شائد کوئی ایسی مثال پیش کر سکے کہ ایک ایسے شخص کو جو قانونی طور پر واجب القتل تھا۔ اسلام لانے کے وعدہ پر کسی بادشاہ نے چھوڑ دینے کا اظہار کیا ہو۔

معترض کہہ سکتا ہے کہ بادشاہ کو ایسی بات منہ سے نہیں نکالنی چاہیئے تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اس شخص کا واجب القتل ہونا اُس کے غیر مسلم ہونے سے نہیں بلکہ قانون نے قرار دیا تھا۔ اور اسلام رحم شاہی کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ تھا مع ہذا اس ذریعہ سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا خود اس شخص کے دل و طبیعت پر منحصر تھا۔ اب کوئی شخص یہ اعتراض نہیں کر سکتا۔ کہ ایک واجب القتل کی جان بری کے لیے کیوں کوئی سبیل نکال دی تھی۔ خیر اس پر بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ ایسی مثالیں بہت شاذ اور بالکل ہی کم ہیں اور میرے نزدیک توضیح طور پر ان کا ثابت کرنا بھی دشوار ہے۔

مغول تاتار کا مسلمان ہونا

معترض کو جو اپنے اعتراض پر قائم ہے ہم تاریخ کے دوسرے چمن کی سیر کراتے ہیں۔

مغول تاتار کے اسلام لانے کی تاریخ پر ایک نظر ڈالو، مسلمان کی قوم اور سلطنت اور اسلام کی علمی ترقی و فضیلت کا ستیاناس کر دینے والا سیلاب مغول کا حملہ تھا۔ جنہوں نے تبت خورد سے لے کر عرقین کے انتہائی سرحد تک نہ صرف خونریزی اور قتل عام ہی کا بالعموم وتیرہ اختیار کر رکھا تھا۔ بلکہ بوجہ اس نفرت اور عداوت کے جو اسلام کے ساتھ اُن کو تھی علوم اسلام کے ناپید کر دینے کا بھی نہایت سختی سے اہتمام کیا تھا۔

یہ ایک مشہور روایت ہے۔ کہ جس روز بغداد پر مغل کا قبضہ ہوا، اس روز دریائے دجلہ میں اتنے کتب خانے پھینکے گئے۔ کہ تین روز تک دریا کا پانی قلمی کتابوں کی سیاہی سے سیاہ رہا۔ آہ! وہ کیسا قیامت خیز نظارہ ہوگا۔ جب بغداد کے گلی کوچہ میں لہو کے نالے بہ رہے ہوں گے اور دریا کے پانی نے علمی ماتم میں سیاہ لباس پہن رکھا ہوگا۔

غرض مغول ایسی عداوت اور نفرت کے ساتھ اسلامی ممالک میں داخل ہوئے گویا قسم کھا کر آئے تھے کہ مسلمانوں کا نشان اور اسلام کا نام صفحۂ ارض پر باقی نہ چھوڑیں گے۔ لیکن تھوڑی ہی مدت کے بعد کیا دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ ایسی جبروت و سطوت کا بادشاہ اور ایسی خونریز قوم خود بخود مسلمان ہو جاتی ہے۔ اور مفتوح کا دین فاتحین کے دل و دماغ پر اپنا تسلط قائم کر لیتا ہے، اور گردن کش قوم مسجد کی سفید زمین پر مالک کے آگے ناک اور پیشانی کو خاک پر رکھ دیتی ہے اور خادم اسلام کے لقب کو خاقان ابن خاقان کے لقب سے بڑھ کر اپنے لیے سبب افتخار جانتی ہے۔

مغول کا مسلمان ہو جانا صرف اس امر کی شہادت نہیں ہے۔ کہ اسلام ہمیشہ تلوار پر غالب آیا ہے۔ بلکہ اس امر کی بھی شہادت ہے۔ کہ اسلام میں سب سے بڑھ کر تسخیر قلوب کی تاثیر موجود ہے توضیح اس کی یہ ہے۔ کہ مغول کا قومی اور اصلی مذہب شامانی تھا۔

جس کو بودھ کی ایک شاخ سمجھنا چاہیئے۔ اور چونکہ تمام چین اور چینی، تاتار اور تبت میں بدھ کے مذہب کو بڑی وسعت حاصل تھی۔ اس لیے مغول پر بھی علماء بودھ کا بہت بڑا اقتدار تھا۔ اس اقتدار کا یہ ادنیٰ درجہ تھا۔ کہ کوئی شخص ان کے عقائد کے خلاف لب کشائی نہ کیا کرنا یا نہ کر سکتا تھا۔ بدھ مذہب کے ساتھ ہی عیسائیت بھی اپنے جھنڈے گاڑ چکی تھی پوپ کی مغول بادشاہوں کے ساتھ خط و کتابت جاری تھی۔ ملک بھر میں عیسائی عورتیں مغلوں کے گھروں کو سنبھالنے اور عیسائی مرد ملکی عہدوں پر قبضہ کرنے کے لیے بکثرت موجود تھے۔

ہلاکو خاں کی چہیتی بیوی عیسائی تھی۔ اور گلیرگ خاقان کے دو مقتدر وزیر عیسائی تھے۔ آباقاآن کی شادی قسطنطنیہ کی عیسائی شہزادی سے ہوئی تھی۔ گویا کئی مسلسل پشتوں سے اندر و باہر عیسائیت اپنا قبضہ کیے ہوئے تھی۔ اس خاندان میں سب سے پہلے خاقان تکودار مسلمان ہوا۔ جو ہلاکو خاں کا بھائی تھا۔ اور بچپن میں عیسائیت کا اصطباغ (بپتسمہ) بھی پا چکا تھا۔ پھر سلطان غازان مسلمان ہوا، جو خاندان اہل خانیہ میں سب سے زیادہ بارعب اور پرسطوت بادشاہ تھا۔

پھر اس کا بھائی سلطان محمد بندہ مسلمان ہوا۔ جسے بپتسمہ بھی پایا تھا۔ اور اس کا عیسائی نام نکولس رکھا گیا تھا۔ مغول کی دوسری شاخ میں چنگیز خاں کا پڑپوتا براق خاں مسلمان ہوا۔ اور پھر تغلق تیمور خاں کے مسلمان ہو جانے پر کل علاقہ ہی اسلام میں داخل ہو گیا

مجاہدین کروسیڈ پر اثر اسلام

اگر معترض اب تک اپنی ہٹ پر قائم رہنا چاہتا ہے۔ تو ہم اسے بیت المقدس

کے کروسیڈ یاد دلاتے ہیں۔ جس میں یورپ بھر کے پرجوش اور دیندار امراء صلیبی نشان کے نیچے مجتمع ہو گئے تھے۔ جو مسلمان کے حق میں کافر کے سوا اور کوئی لفظ استعمال کرنا جانتے ہی نہ تھے۔ جب ان کو مسلمانوں کے اخلاق و عادات پر غور کرنے کا موقعہ ملا۔ اور ملک کے اندرونی حصوں میں داخل ہونے کے بعد مسلمانوں کے معاشرت اور معاد کے طریق کو سمجھنے کا اتفاق ہوا۔ تو اکثر نائٹ اور مجاہدین مسلمان ہو گئے تھے۔ ان نو مسلمانوں میں نہ صرف فوجی یا خاندانی امیر ہی ہوتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات قوم کے ہادی نامی گرامی پادری بھی۔

اس سے بڑھ کر اسلام کا معجزہ کیا ہو گا۔ کہ جو شخص تلوار کھینچکر اس کے سامنے آیا۔ وہی بندہ حلقہ بگوش ہو گیا۔

قوم افغان کا مسلمان ہونا

میں ایک اور نئی مثال پیش کرتا ہوں۔ ہندوستان کے شمال مغربی سرحد پر رہنے والی قوموں کے حال پر نظر ڈالو۔ جو قریباً نصف صدی سے گورنمنٹ انڈیا کے زیر اثر ہیں۔ جو سالہا سال سے گورنمنٹ کی نمک خوار اور سرکاری فیاضیوں اور احسانات سے زیر اثر بار ہیں۔ جن کے رسم و رواج یا اندرونی جھگڑوں میں دولت عالیہ کبھی دخیل نہیں ہوتی اور جن کی شائستگی اور تہذیب میں لانے کے وسائل موجود کرنے کے لیے کبھی کوتاہی نہیں کی جاتی۔ تاہم وہ ایک ذراسی بات پر کیوں بھڑک اٹھتے ہیں۔ اور اپنی ہلاکت اور تباہی کی ذرا بھی پرواہ نہ کر کے کس طرح پر جھگڑوں کو مول لے بیٹھتے ہیں۔

میں پوچھتا ہوں۔کہ ایسی قوم سے مذہب جیسی چیز کوئی شخص بزور شمشیر چھڑا سکتا ہے۔

کیا آب شمشیر ایسی قوم کی دینی حرارت کو بجھا سکتا ہے۔؟اگر اس کا جواب نفی ہے۔اور میں یقیناً جانتا ہوں اکہ نفی ہے۔تو بتلاؤ کہ کس چیز نے ان کو مسلمان بنایا تھا۔کیا ان کا مسلمان ہو جانا اسلام کا معجزہ نہیں ہے؟کیا ان لوگوں کا پہلے مذہب کو چھوڑ کر اسلام کا خوش خوش مطیع و منقاد ہو جانا معترض کے بزور شمشیر کا کافی جواب نہیں ہے؟۔

راجپوتوں کا مسلمان ہونا

ہمارے دوست اگر سرحد تک اپنے خیال کو وسعت دینا پسند نہیں کرتے۔تو وسط ہند میں آئیں،اور راجپوتانہ کے اندر مقتدر راجپوتوں کا مسلمان ہو جانا ملاحظہ کر لیں۔

مغرور اور غیور راجپوتوں کی رسم جوہر کا حال شاید آپ کو معلوم ہو گا۔ورنہ دو فقروں میں اس کی توضیح کر دیتا ہوں۔جب کسی راجپوت قوم کو یقین ہو جاتا۔کہ دشمن کے پنجہ سے رہائی محال ہے۔تو وہ اس وقت بیچارگی کے ساتھ اسیری کو پسند نہ کرتے، بلکہ آنے والی موت کو مردانہ موت کے ساتھ بدل دیتے۔یعنی کل مال و متاع کو آگ لگا کر زن و بچہ کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر کے پھر ایک دوسرے کی تلوار سے ڈھیر ہو جاتے۔اور اسی طرح پر دشمن کے منصوبہ اور اپنی آرزو کو خاکستر بنا کر نام کر جاتے مسلمانوں کے زمانہ میں بھی دو ایک واقعات ایسے ہوئے ہیں۔کہ کہیں ایک عورت کے دینے نہ دینے پر کہیں کسی قلعہ کے سپرد کرتے نہ کرنے پر لیکن کوئی بھی

ایسا ایک واقعہ موجود نہیں ہے۔ کہ دھرم کے بچاؤ کے واسطے جوہر کی نوبت آئی ہو۔ یہ بالکل محال ہے۔ اگر ایسی قوم کے لیے تمام راہیں بجز اسلام یا موت کے بند کر دی جائیں اور وہ اپنی غیرت اور حمیت سے کام لے کر (جس کا نمونہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر دیکھا جاتا تھا) جوہر کے جوہر نہ دکھلاتے۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ اگر کسی نے ایسا کیا ہوتا۔ تو یہ سانحہ گیت اور داستان بن کر ملک اور ایک تاریخی واقعہ بن کر ہسٹریوں میں جگہ نہ پاتا۔

غرض اس رسم سے راجپوت قوم کی غیرت وحمیت کا اندازہ کرو۔ اور پھر اس لاکھوں کی تعداد پر جو مسلمان راجپوتوں کی ہے نظر ڈالو۔ اور بتلاؤ کہ اگر یہ لوگ خوشی خوشی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ تو کیونکر بزور شمشیر ان سے اسلام قبلوایا جا سکتا تھا۔

تاج برطانیہ کے سایہ میں اسلامی ترقی

یہ نظائر ایسے صاف اور روشن ہیں۔ کہ خواہ کیسا ہی ہٹیلا شخص ہو۔ مگر اس کو ہمارا دعویٰ تسلیم ہی کرنا پڑے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص حد درجہ کی لاثانی ضد اپنی طبیعت میں رکھتا ہو۔ اور ان سب تاریخی واقعات پر بھی اس لیے یقین کرنا نہیں چاہتا، کہ ماضی بعید کا پردہ ان پر گرا ہوا ہے۔ یا یہ کہ شیر اور آدمی کے تصویر کی پھبتی ایسی تاریخوں پر چسپاں ہوتی ہے۔ تو ہم اس کے قریب ترین زمانہ کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ علیا ملکہ وکٹوریہ کے روشن زمانہ کی توصیف کرنا خصوصاً اس زمانہ کی کہ غدر ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان کا تعلق براہ راست شہنشاہی سے ہو گیا۔ بعینہٖ آفتاب کے سامنے چراغ جلانا ہے۔

کسی قوم کو کسی قوم پر، اور کسی مرد کو کسی مرد پر، مذہب سب کے لیے کیا، ایک پیسہ

کے لیے بھی جبر کرنے کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔ بلکہ کل ملک کو آزادی فی المذاہب کے عطا فرمانے سے ہر ایک کے لیے اپنے مذہب کو کامل و سیع بنانے اور ترقی دینے کا پورا پورا حوصلہ دلایا گیا ہے۔

یہ ایک امر بیّن ہے۔ کہ اگر اسلامی ترقی کا ذریعہ صرف تلوار تھی۔ تو اس روشن اور پُر انصاف زمانہ میں ضرور اس ترقی کو ملیامیٹ ہو جانا چاہیئے تھا۔ لیکن آپ تھوڑی سی تکلیف اٹھا کر مردم شماری کے نقشہ جات پر ایک گہری نظر ڈالیں، اور تناسب کا اندازہ کریں سنہ ۱۸۹۱ء کی مردم شماری بنگال سے بخوبی واضح ہے۔ کہ وہاں بحساب اوسط ہر دس ہزار پیچھے ۱۵۷ لوگ غیر اقوام سے مسلمان ہوتے رہے ہیں اور اس حساب سے اندازہ لگایا گیا ہے۔ کہ ساڑھے چھ سو برس میں کل بنگال میں ایک شخص بھی سوا اسلام کے دوسرے مذہب کا نہ رہے گا سنہ ۱۸۷۱ء میں مسلمانان بنگال کی تعداد دیگر اقوام سے پانچ لاکھ کم تھی۔ لیکن سنہ ۱۸۹۱ء میں اُن کی تعداد اس کمی کو پورا کرنے کے بعد پندرہ لاکھ اور زیادہ ہو گئی۔ گویا ایک لاکھ سالانہ کی بیشی ہوتی رہی۔ پادری ٹیلر صاحب نے تحریر کیا ہے۔ کہ سنہ ۱۸۷۱ء و سنہ ۱۸۸۱ء کے درمیانی دس برس میں ہندوستان کے مسلمانوں کی آبادی میں جو زیادتی ہوئی ہے۔ وہ قریب بانوے لاکھ چالیس ہزار کے ہے۔ یعنی اگر اس قدرتی بیشی کو جو معمولاً پیدائش کی زیادتی سے ہوتی ہے ۵ ۲ فیصدی کے حساب سے محسوب کریں۔ تب بھی غیر اقوام کے مسلمان ہونے کی تعداد قریب چھ لاکھ سالانہ کے ہوتی ہے۔

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ وَ جب خدا کی مدد اور فتح پہنچے۔ اور تو لوگوں

وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا۔ کو دین الٰہی میں فوج در فوج داخل ہوتا دیکھ لے:۔

کی زبردست پیشگوئی کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ گورنمنٹ برطانیہ کے سایہ تلے صرف ایک ملک ہندوستان میں نومسلم لوگوں کی تعداد چھ لاکھ سالانہ بڑھتی ہے۔

عہد ایبک سے لے کر عہد انگلشیہ تک مسلمانوں کی مردم شماری

میں اس صحیح حساب پر ایک اور خیال پیدا کرتا ہوں۔ ہندوستان میں سب سے پہلا اسلامی بادشاہ قطب الدین ایبک تھا۔ جو ۱۲۰۳ء میں تخت نشین ہوا تھا۔ فرض کرو ۱۲۰۳ء سے ۱۸۷۱ء (کیونکہ ۱۸۷۱ء میں مردم شماری ہو چکی ہے) صرف دس ہزار سالانہ نومسلم سال بہ سال شامل ہوتے رہے ہیں۔ اور فی ہزار بیس اُن میں نسل کی افزونی ہوتی رہی ہے۔ تو ۶۶۸ سال میں اُن کی مجموعی تعداد پانچ کروڑ چھ لاکھ چھپن ہزار تین سو ہونی چاہیئے تھی۔ حالانکہ ۱۸۷۱ء میں مسلمانوں کی تعداد ۴۰۸۸۲۵۳۷ چار کروڑ آٹھ لاکھ بیاسی ہزار پانچ سو سینتیس تھی۔

اب یہ بھی خیال کرو۔ کہ عرب و ایران وغیرہ دیگر ممالک سے آکر ہندوستان میں آباد ہونے والی مسلمان قوموں کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ اس تعداد اور ان کی افزونی نسل کا جو ساڑھے چھ صدیوں میں ہوتی چاہیئے بھی اندازہ لگاؤ۔

نومسلم لوگوں کی جو تعداد یعنی دس ہزار سالانہ ہم نے فرض کی ہے۔ وہ ۱۸۷۱ء و ۱۸۸۱ء کی اوسط دہ سالہ کا ساٹھواں حصہ ہے۔ اور افزونی نسل بھی نہایت ہی کم

یعنی دو فیصدی رکھی گئی ہے۔

اگر ہم اسلامی ممالک سے آنے والی مسلم اقوام کی تعداد کو پانچہزار سالانہ کے حساب سے فرض کر لیں اور نو مسلموں کی مفروضہ بالا تعداد کو گھٹا کر نصف یعنی پانچہزار ہی رہنے دیں۔ تب بھی یہ ثابت ہوگا کہ ایکٹ کے وقت سے ۱۸۷۱ء تک گورنمنٹ کی اوسط دہ سالہ کے مقابلہ میں ایک سو بیسویں حصہ سے بھی کم ہندوستان میں مسلمان ہوتے رہے ہیں۔ جس سے نہایت روشن طریق پر واضح ہو گیا۔ کہ جبر و تشدد کے ساتھ بکثرت مسلمان کرتے رہنے کا کیا ذکر ہے۔ بلکہ جس قدر گورنمنٹ برطانیہ کے پر عاطفت زمانہ میں ایک سال کے اندر نو مسلم ہوئے ہیں۔ اس قدر مسلمانوں کی بادشاہی میں ایک سو بیس سال کے اندر ہوا کرتے تھے۔

اس حساب کے ساتھ ساتھ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہم نے ہندوستان میں نو مسلم اور نو وارد مسلمانوں کی تعداد کو صرف بارہویں صدی عیسوی یعنی ۱۱۰۳ء سے شروع کیا ہے۔ حالانکہ تواریخ سے ثابت ہے کہ ہندوستان کی شمال مغربی سرحد میں اسلام ساتویں صدی میں داخل ہوا تھا۔ بدیں صورت مفروضہ تعداد پانچہزار کو بھی گھٹا کر چار ہزار رکھنا چاہیئے۔

ہندوستان جیسے ملک میں مسلمانوں کی ترقی میں گذشتہ صدیوں کے اندر اس قدر رکاوٹ اور سست رفتار کا ہونا بیشک ہر ایک اہل ایمان کے لیے قابل افسوس اور باعث رنج ہوگا۔ لیکن اس سُست اور نہایت دھیمی رفتار پر یہ کہنا۔ کہ ہندوستان میں بھی بزور شمشیر اسلام پھیلایا گیا ہے۔ کس قدر لغو بن جاتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ کہ بے اصل باتوں کو بڑی آب و تاب کے ساتھ فروغ دیا جا سکتا ہو۔

اورنگ زیب کے متعلق ایک بات اور اُس کی تحقیقات

میں اس جگہ ایک اور حکایت بھی سنانا چاہتا ہوں۔ ایک سبھا کے ایک لائق لیکچرار نے اورنگ زیب کے مظالم بیان کرتے ہوئے فرمایا :- اورنگ زیب سوا من جنیئو روز نزدوایا کرتا تھا۔ یعنی ایک دن میں اتنے ہندو جبراً مسلمان کیے جاتے تھے۔ جن کے زنار (ا) کا وزن سوا من ہوتا تھا۔

اے صاحبان ! ہم اگر ایک زنار بالاوسط وزن ایک تولہ فرض کر لیں۔ تو سوا من کے چار ہزار زنار ہوئے۔ اورنگ زیب نے ۴۹ سال سلطنت کی ہے۔ ان سالوں کے دن بنا کر جب چار ہزار سے ضرب دی جاتی ہے۔ تو چھ کروڑ اکہتر لاکھ اڑتالیس ہزار جواب آتا ہے۔ اور ہم کو نتیجہ یہ ملتا ہے۔ کہ عالمگیر کے عہد میں صرف نو مسلم لوگوں کی تعداد پہلے مسلمانوں کو چھوڑ کر اتنی ہو گئی تھی۔ حالانکہ ۱۸۷۱ء کی مردم شماری میں مسلمانوں کی تعداد اس تعداد کی دو تہائی سے کم تھی۔

کاش کوئی معترض ہم پر اعتراض کرنے کے لیے ہماری اس تعداد کو اول پورا کر دینے کی تدبیر عمل میں لائے۔

دنیا کے مختلف حصّوں پر اسلام

اسلام وہاں کیونکر پہنچا۔ ملایا، جاوا، مجمع الجزائر، امریکہ، برطانیہ، افریقہ کے اکثر حصے چین کا سارا ملک الغرض اور چھوٹے چھوٹے بہت سے ممالک ہیں۔ جہاں

(ا) ایک زنار کا ایک تولہ وزن زیادہ سے زیادہ ہو سکتا ہے ۱۲ منہ

مسلمانوں کی تعداد سینکڑوں سے لے کر کروڑوں تک موجود ہے۔ بایں ہمہ ان ملکوں نے اسلامی تلوار تو کیا، اسلامی اقتدار بھی کبھی نہیں دیکھا۔ بیشک یہ سب کچھ اُسی زبردست مصلحت اور حکم کی وجہ سے ہے جو آیت ذیل میں ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ	خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت
بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ	اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔ کہ وہ اس دین
عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ۔	کو سب دینوں پر ظاہر کرے۔

اور یہ اسی زبردست پیشگوئی کا مصداق ہے۔ جو اس آیت میں ہے۔

كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ	مسلمانوں کی مثال کھیتی جیسی ہے جس کا باریک
فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی	سوئی زمین سے نکلتی ہے پھر وہ ذرا مضبوط
عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ	ہو جاتی ہے پھر موٹی بن جاتی ہے۔ اور
الزُّرَّاعَ۔	اپنی جڑ پر کھڑی ہو جاتی ہے۔ کھیتی کرنے والوں
	کو وہ اچھی لگتی ہے۔

اِسلامی اشاعت کی وُجُوہات

یاد رکھو، کہ اسلامی اشاعت کے صرف دو ذریعہ رہے ہیں۔

(۱) علماء کا وعظ اور اولیاء کا فیضان صحبت:۔

(۲) تجارت پیشہ لوگوں کی تبلیغ۔

بے شک یہی سادہ ذرائع دلفریب اسلام کی اشاعت کا باعث رہے ہیں۔ اور لبس او اعظین میں سے ایک کامیاب نظیر اٹھارھویں صدی کے اخیر کی ہے۔ ایک

درویش منصور نامی نے کوہ قاف کی قوموں میں اسلام پھیلایا، سرکیشیا قوم کو کلمہ پڑھوایا چنانچہ ۱۸۶۰ء میں پچاس لاکھ سرکیشی مسلمان ہجرت کرکے سلطنت عثمانیہ میں چلے آئے تھے[1]

رہی تجارت اس نے گویا ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم میں اپنا فیض پہنچایا ہے مسلمان تاجر جہاں گئے وہاں صرف مال تجارت ہی نہیں پہنچایا بلکہ دین حقہ بھی۔

معلوم ہوتا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ خدا نے ایمان والوں کی جانوں کو خرید لیا ہے کا صحیح مصداق اُن ہی نے سمجھا تھا؛ اور اسی لیے بیع و شرائے صوری کے ساتھ یہ معنوی خرید و فروخت بھی جاری کر رکھی تھی۔

اے بزرگواران ملت! میری اس قدر سمع خراشی سے بہ بخوبی ثابت ہو چکا ہے۔ کہ اشاعت اسلام کا ذریعہ تلوار نہ تھی، اور نہ اسلام کی روحانی طاقت کبھی سلطنت (حکومت) کی تائید کی احتیاج نہ رکھتی تھی؛ بلکہ اسلام کی روحانی طاقت نے دنیاوی شان و شوکت کے فقدان کی حالت میں اپنے ربانی جلال کو روشن تر دکھلایا ہے اور اسلام کی اشاعت کرنے والوں نے اپنے معمولی کاروبار دنیوی میں مشغول رہ کر بھی مسلمانوں کی تعداد میں بین و نمایاں اضافے کیے ہیں۔ میں اپنے اخوان الصفا اور بزرگان ملت سے یہ دریافت کرتا ہوں۔ کہ پھر ہم میں سے ہر ایک کو کیوں اُن اسباب پر غور نہ کرنا چاہیئے۔ جن پر ہمارے متقدمین صدیوں تک کاربند رہ کر کامیاب

---

[1] دعوت اسلام مصنفہ پروفیسر آرنولڈ صاحب ۱۲

ہو چکے ہیں۔

عیسائیوں میں ترویج دین کے ذمہ دار پادری لوگ ہوتے ہیں، لیکن اسلام میں، ہر مسلمان اسی فرض لازم کا زیر بار ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ وہ مندرجہ ذیل اصول پر غور اور عمل کرنے میں لگا رہے۔

قابلِ غور دو مسئلے

اوّل سب سے ضروری مسئلہ تعلیم کا ہے۔ اگر میں اس پر مفصل گفتگو کروں۔ تو یہ بجائے خود ایک مستقل اور وسیع مضمون ہے۔ مگر میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں، کہ فہرست تعلیمی میں زیادہ تر دو مقاصد ملحوظ رکھنے چاہئیں۔

(۱) طالب علم کی حالت معاش اس سے درست ہوتی ہو۔

(۲) قوم اور دین کی ضروریات اس تعلیم سے پوری ہوتی ہوں۔

سلسلۂ تعلیم میں جو فن یا جو کتاب ہر دو مقاصد کو پورا نہ کر سکتی ہو۔ اسے بدل دینا چاہیئے۔ ہر ایک طالب علم کو ایک بار آور درخت سمجھو، جو اپنے مالک کو پھل دیتا اور سب کو سایہ کا آرام بخشتا ہے۔ ہماری تعلیم گاہ کے طالب علم بھی ایسے ہونے چاہئیں۔ جو اپنی قوم کو بھی اپنے علم و فضل سے متمتع کرتے رہیں اور غیر اقوام پر بھی اپنا سایہ ڈال سکیں۔ ایسے مقاصد کی تکمیل کے لیے تعلیم کے علاوہ تربیت کی بھی ضرورت ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ جن کی تربیت خلق محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مطابق ہو گی، وہ ضرور بہ صفت موصوف ہوں گے۔

دوم۔ تعلیم کے بعد دوسرا مسئلہ اخوت فی الدین کا ہے۔ یہ ظاہر ہے۔

کہ اسلام نے ان تمام اختلافات کو جو ملک، قوم و رنگ و زبان کے جدا جدا ہونے سے بنی آدم میں پیدا ہو گئے ہیں۔ یک قلم اٹھا کر سب کو ایک ہی حبل المتین سے وابستہ کر دیا ہے۔ اور :

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۚ — اللہ کا چڑھایا ہوا رنگ اور اللہ سے بڑھ کر کون اچھا رنگ چڑھا سکتا ہے۔

کے ایک ہی خم سے سب کو رنگین بنایا ہے۔

اس لیے ہمارا بھی فرض ہونا چاہیئے۔ کہ اتحاد و اتفاق کی جامع صورتوں اور محکم اصولوں کو اپنا دستور العمل بنا کر اخوت فی الدین کا پاک نمونہ دنیا کو دکھلائیں۔

سوم۔ اس کے بعد مسئلہ تجارت ہے۔ مشرق سے مغرب تک اسلام کی وسعت اہل اسلام کی تجارت سے ہوئی ہے۔ اور دنیا کے اس سرے سے لے کر اس سرے تک صرف تجارت کے طفیل ہی یورپ کی قومیں جہاں کی مالک بن گئی ہیں۔ یہ دونوں نظریں بتلا رہی ہیں۔ کہ تجارت میں کس قدر دینی اور دنیوی فوائد ہیں۔ پس میرے نزدیک جہاں تک مسلمانوں سے ہو سکے اپنے روپیہ کو تجارت میں لگانا اور قوم کے بچوں کو اس فن شریف کی جانب متوجہ کرنا برکات دارین کا موجب ہے

دُعا

اب میں دعا پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اور دعا سے پہلے سامعین کا شکریہ جنہوں نے میرے خیالات پریشان کو ایسی بربادی سے سنتے رہنا گوارا فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِنَا — الٰہی ہمارے دلوں میں الفت ڈال دے

وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاَهْلِنَا	اور ہمارے باہمی معاملات میں صلاحیت
سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ	بھر دے۔ ہم کو سلامتی کے راہوں پر لیے
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَجَنِّبْنَا	چل، اور ہم کو اندھیروں سے نکال کر نور
الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا	میں رہنے دے، الٰہی تمام اندرونی اور
بَطَنَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْ اَسْمَاعِنَا وَ	بیرونی برائیوں سے ہم کو بچا۔ الٰہی ہمارے
اَبْصَارِنَا وَقُلُوْبِنَا وَاَزْوَاجِنَا وَ	دل، آنکھ، کان پہ اپنی برکت نازل کر،
ذُرِّيّٰتِنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ	ہمارے اہل و عیال کو ہمارے لیے
التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ	مبارک بنا، ہماری توبہ قبول فرما، بلیشک
لِنِعْمَتِكَ مُثْنِيْنَ بِهَا قَابِلِيْهَا	توبہ کا قبول کنندہ صرف تو ہے۔ الٰہی اپنی
وَاَتِمَّهَا عَلَيْنَا ط	نعمت کے ساتھ ہم کو شکر و ثنا کے ادا

کرنے کی توفیق بھی دے کہ ہم میں تیری نعمت کے قبول کرنے کی قابلیت رہے اور تو اپنے انعام و اکرام کو ہمارے لیے تمام فرماتا رہے۔

آمین یارب العالمین

قاضی محمد سلیمان عفی عنہ

منصور پوری

الاسلام فی الہند

یعنی

ہندوستان میں اسلام کیونکر پھیلا؟

یہ رسالہ بھی درحقیقت قاضی صاحب موصوف کی ایک تقریر ہی ہے جو آپ نے ۳۰ مارچ ۱۹۲۹ء کو انجمن اہل حدیث لاہور کے جلسہ پر ارشاد فرمائی تھی خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

بزرگان قوم:

۱۔ قریش مکہ ایک تجارت پیشہ قوم تھی قبل از اسلام بھی ان کی تجارت دنیا کے اکثر متمدن حصوں پر پھیلی ہوئی تھی۔ ان کے کارواں بموسم سرما ملک مصر اور بموسم گرما ملکِ شام میں اس طرح آیا جایا کرتے تھے جیسے کوئی کسان صبح و شام اپنے کھیت میں چکر لگایا کرتا ہے۔

اسی قوم کے اندر ایسے قافلے بھی تھے جو عرب سے چینی تاتار تک اور عرب سے سوڈان تک پہنچتے اور مغرب و مشرق کی منڈیوں میں ادھر سے اُدھر کا مال لا لا کر دینا اپنی علو ہمت اور انسانیت کا فرض سمجھا کرتے تھے۔

بائیبل میں عرب کی تجارت کا ذکر متعدد مقامات پر آیا ہے۔ کتاب پیدائش کا بیان ہے کہ یوسف علیہ السلام کو فلسطین سے مصر لے جانے والا قافلہ مدیانیوں ہی کا تھا۔ وہی مدیانی جو بنو اسمٰعیل کے پہلو بہ پہلو آباد تھے اور جن کا امتیازی لقب بنو قطورہ بھی تھا (قطورہ خاتون حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری خاتون کا نام ہے)

قرآن مجید کی سورہ قریش میں بھی اہل مکہ کے انہیں کارناموں یعنی کاروانی فتوحات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان دعوت ہرقل شاہ روما کو بمقام یروشلم دیا گیا۔ اس وقت بھی غیر مسلم قریش کا ایک قافلہ اطراف یروشلم میں موجود تھا۔ اور ہرقل نے انہی لوگوں کو دربار میں طلب کرکے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق وسیر اور تعلیم و تلقین کے متعلق آزادانہ تحقیق کی تھی۔

مندرجہ بالا حوالجات سے میرا مدعا صرف یہ ہے کہ قریش کا قدیم العہد سے تجارت پیشہ ہونا واضح کر دیا جائے۔

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء الراشدین المہدیین (از سلہ ھ تا سنہ ھ) جو خلافت نبوت کے شرف سے ممتاز ہوئے وہ بھی قریشی النسل ہی تھے۔ وہ اپنی اولوالعزم قوم کے نبض شناس تھے۔ نیز وہ اکل حلال کے لیے طیب ترین طریق تجارت ہی کو سمجھتے تھے۔ لہٰذا وہ تجارت کی طرف سے لاپرواہ نہ ہو سکتے تھے۔

امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قوم کے بلند ارادوں اور بزرگ حوصلگی

کو دیکھ کر دو نئی منڈیوں کا قیام فرمایا: (۱) کوفہ (۲) بصرہ۔ ہمارے مضمون کا تعلق منڈی بصرہ سے بہت زیادہ ہے۔

اگر اس زمانے کا کوئی اعلیٰ ترین مدبر ہندوستان کے لیے عرب سے کوئی ایسا سیدھا راستہ نکالنا چاہتا جس میں سمندر کا چھوٹے سے چھوٹا راستہ پڑتا ہو اور اس آباد منڈی سے لے کر جہاں تک کا سارا راستہ ایک ہی قوم، ایک ہی مذہب اور ایک ہی زبان بولنے والوں کے قبضہ میں ہو تو وہ بصرہ کے سوا اور کسی مقام کا انتخاب نہیں کر سکتا تھا۔ امیر المومنین عمر فاروق نے انہی خصوصیات کو مدنظر رکھتے ہوئے بصرہ کو اس مقام پر آباد کیا۔

عہد فاروقی میں عرب نے سمندر کو عبور نہیں کیا۔ تاہم بصرہ کی منڈی کو مرکز قرار دیتے ہوئے مسلمانوں نے مشرقی سائبیریا تک کو اپنی جولانگاہ بنانے میں خاصی کامیابی حاصل کر لی تھی۔

امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی خلافت کے آغاز ہی میں بحری بیڑہ بنانے کی فوری ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ ضرورت اضطراری بھی تھی۔ ان کو صحیح اطلاع مل گئی تھی کہ وہ یروشلم (بیت المقدس) جسے مسلمان عہد فاروقی میں خشکی کی راہ سے فتح کر چکے تھے اب اسے بحری راستہ سے فوج کشی کر کے شاہ روما واپس لینا چاہتا ہے۔

امیر المومنین نے بحری بیڑہ قائم کیا۔ مکہ کا سابق بندرگاہ شعیبہ تھا۔ وہ تنگ اور جدید بیڑہ کے لیے غیر مکتفی تھا۔ اس لیے جدہ کو بندرگاہ بنایا۔ پھر مدینہ کے لیے بھی جدہ اور مصر کے درمیان ایک جدید بندرگاہ تجویز کی جو اب ینبوع کے نام سے نامزد ہے۔ مدینہ سے ینبوع تک جو خشک راستہ ہے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما چکے تھے۔

امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کا قائم کردہ بیڑہ تین ہی سال کے اندر ایک زبردست

بحری بیڑہ بن گیا۔ اس نے کریٹ اور مالٹا اور طرابلس مغربی کو (جہاں پر ہرقل اپنی بحری طاقت حجاز و فلسطین اور مصر کے خلاف فراہم کر رہا تھا) فتح کر لیا۔

بیڑہ کی کامیابی نے بحری سفائن پر دجلہ و فرات کا راستہ کھول دیا اور قریش کے بڑھتے ہوئے ارادوں نے بصرہ سے سواحل ہندوستان کی طرف بحری آمد و رفت کا سلسلہ قائم کر دیا۔ یہ لوگ بصرہ سے کراچی و سورت ہوتے ہوئے اپنے جہاز ملیبار تک لایا کرتے تھے۔ لہٰذا بہت سے مقام ان کے قیام و آرام کا نشیمن بن گئے تھے اور ان کے تعلقات روز افزوں ترقی کے ساتھ بڑھ رہے تھے۔

۳۷۔ ان جہاز رانوں کی تعداد آہستہ آہستہ بڑھتی رہی اور ان کی دولت و تمول کی داستان بھی مبالغہ کے ساتھ ملک میں پھیلنے لگ گئی۔ حتیٰ کہ حکمران سندھ نے ان کو دق کرنا شروع کر دیا۔ ان پر بھاری بھاری ٹیکس لگائے اور ان کی کھلی تجارت پر بے جا قیود کا اضافہ کیا۔ اور پھر یہ جور و ستم یہاں تک بڑھ گیا کہ کئی دفعہ جہازوں کو لوٹا گیا اور معزز تاجروں کو مزید جرمانہ و تاوان کے لیے محبوس رکھا گیا ——— یہ واقعات عبدالملک اموی کے عہدِ سلطنت کے ہیں۔

عبدالملک بھی قریشی تھا۔ وہ تجارت کی قدر و قیمت کو سمجھتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اپنی قوم کے تاجروں کی اگر وہ حفاظت نہ کرے گا تو خود اس کا تخت معرض خطر میں آجائے گا۔ لہٰذا اس نے اپنے گورنر بصرہ و کوفہ یوسف بن حجاج ثقفی کو تادیبی مہم روانہ کرنے کا حکم دیا۔

یوسف حجاج اگرچہ ظلم کا پتلا تھا لیکن امور خارجہ میں وہ زبردست مدبر تھا۔ اس نے محمد بن قاسم کو نہایت بہادر اور ساز و سامان سے نہایت مکمل لشکر کے ساتھ سندھ روانہ

کر دیا۔ اس لشکر کشی کا مقصد صرف تادیب اور بحری خطرات کو اسلامی تجار کے سامنے سے ہٹا دینا تھا۔

محمد بن قاسم نے جابر راجہ کا ملک ایسی سرعت سے فتح کر لیا کہ اطراف و جوانب کی حکومتوں پر رعب چھا گیا۔ اس نے سب سے معاہدات کیے اور مفتوحہ ملک کا انتظام اسی قوم کے ہاتھ میں چھوڑ کر وطن کو واپس چلا گیا۔ جانے سے پیشتر اس نے ملتان کو مرکز اشاعت اسلام بھی مقرر کر دیا تھا۔ اس مرکز میں آہستہ آہستہ کام ہو رہا ہے۔

عمر بن عبد العزیز اموی نے جو نیک اور صالح حکمران اور مجدد مائۃ اولیٰ کے لقب سے ملقب تھے۔ اپنی خلافت کے ایام میں حکمرانان سندھ کو دعوت اسلام دی؛ فرامین بھیجے اور اس نیک نیت بادشاہ کے فرامین نے سینکڑوں اشخاص کو ایمان اور عمل صالح کا آشنا بنایا۔

یہ جملہ واقعات پہلی اسلامی صدی کے ہیں۔ بحری تجارت کے کھل جانے کے بعد عرب تجار کی آمد و رفت جنوبی ہندوستان تک بکثرت ہو گئی تھی۔ انھوں نے مالابار کو تجارت نیز اشاعت اسلام کا مرکز بنایا اور جزائر لکادیپ و مالدیپ تک اسلام کو ایسی خوبی سے پہنچایا کہ وہاں کا راجہ بھی مسلمان ہو گیا۔

عرب سوداگر نو مسلمہ عورتوں کو اپنے خاندان کی خواتین کا درجہ دے کر ان سے ازدواج کر لیتے تھے۔ اور خویشی و قرابت کے نتائج اشاعت دین میں بھی ممد و معاون بن جاتے تھے۔ ان مسلمان تجار سے ہندو مہاراجگان عموماً خوش رہتے تھے۔

(۱) اس لیے کہ ان کی تجارت بہبودی ملک اور ترقی مردم شماری اور افزونی دولت کا سبب تھی۔

(۲) نیز اس لیے کہ یہ تجار ملک کے اندرونی انتظام یا مراسم میں ذرا بھی مداخلت نہ کرتے تھے۔ طرفین کی یہ سلامت روی اسلام کو اس نواح میں زیادہ روشناس کر رہی تھی۔

۴۔ دوسری صدی ہجری میں اسلام جزیرہ سیلون تک اسلامی سیاحوں کے دم قدم سے پہنچ گیا۔ ایسے سیاحین میں شیخ شریف بن ملک اور ان کے برادر خورد ملک بن دینار زیادہ ممتاز ہیں۔ انہی کی ہدایت سے کرانگا نور کا راجہ مسلمان ہوا۔ اور مسلمان ہوتے ہی حج کو روانہ ہو گیا اور عرب ہی میں واصل بحق ہوا۔

اس کی آخری وصیت کی تعمیل اس کے جانشینوں نے پوری صداقت سے کی اور مسلمان مبلغین کو منگلور، بانگور، کنجر کوٹ وغیرہ میں تبلیغ کرنے اور مساجد بنانے کی اجازت دے دی۔ یہی وہ زمانہ ہے جب موپلا قوم کے باشندے بھی داخل اسلام ہوئے تھے۔

۵۔ اس طرف کے دلچسپ حالات کو چھوڑ کر اب ہم شمال مغربی ہند کی سرحد کی بابت کچھ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

چوتھی صدی ہجری کے شروع تک ہندوستان کے اس سرحدی علاقہ پر اشاعت اسلام کے آثار نمایاں نہ تھے۔ یہ سچ ہے کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد (۳۳ھ) میں اسلام کے قدم خراسان و ماوراء النہر میں استحکام کے ساتھ جم گئے تھے۔ یہ سچ ہے کہ کابل کو بھی عبدالرحمٰن قریشی العبشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۵۱ھ) نے ۴۳ھ) میں اپنی تبلیغ و انداز سے حلقہ بگوش اسلام کر لیا تھا۔ تاہم خاص حدود ہند پر اسلامی آثار ہنوز نمودار نہ ہوئے تھے۔ ۳۳ھ کے بعد اسلام بتدریج ان اقوام میں

پھیلتا رہا۔ جو آج بھی آزاد اقوام کے نام سے مشہور ہیں۔

خراساں سے آگے بڑھ کر اسلام غزنی میں پہنچا اور غزنی میں آل سبکتگین کی سلطنت قائم ہونے سے ان لوگوں کا مذہبی مرکز غزنی بن گیا۔

۶۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان آزاد قبائل پر مہاراجہ لاہور کو اخلاقی سیادت یا خیالی استحقاق حکومت حاصل تھا۔ مہاراجہ نے ان آزاد قبائل میں اس مذہبی انقلاب کو اپنے پولٹیکل حقوق سے متناقض خیال کیا۔ اس نے اسلامی تحریک کو نابود کر دینا اور غزنی کو جو ان اقوام کا مذہبی مرکز بن رہا تھا فتح کر لینا ضروری سمجھا جن ریاستوں کا لاہور سے اتحاد تھا انہوں نے بھی ساتھ دیا اور درہ خیبر کی راہ سے چڑھائی کر دی گئی۔ سبکتگین زندہ تھا۔ وہ اس جرار لشکر کا مقابلہ کرنے کی نہ طاقت رکھتا تھا۔ اور نہ مقابلہ کے لیے کچھ تیاری کا موقعہ ہی ملا تھا۔ حملہ آور لشکر بلا تکلف اُس سلسلہ کوہ تک بڑھتا چلا گیا۔ جو بعد میں کوہ ہندوکش کے نام سے مشہور ہوا۔ بظاہر نظر آتا تھا کہ یہ جرار لشکر غزنی کی نوخیز حکومت کو ملیا میٹ کر دے گا اور اپنے دلی ارادوں کے موافق پوری کامیابی کے ساتھ واپس ہوگا۔ لیکن آسمانی برف ۔ زمہریر نے حملہ آور قوی دشمن پر حملہ کر دیا۔ ان افواج نے کبھی برف زمہریر سے جنگ نہ کی تھی لہٰذا ہزاروں مارے گئے ہزاروں بیکار ہو گئے۔ سیکڑوں قید ہو گئے۔ ان میں خود راجہ بھی شامل تھا۔

بعدازاں راجہ کے ساتھ معاہدہ صلح کیا گیا اور تاوان جنگ کا تعین ہوا۔ اور راجہ کو لاہور جانے کی اجازت دی گئی۔ اور چند افسر دربار غزنی سے وصولی تاوان جنگ کے لیے ہمراہ دیے گئے۔ دارالسلطنت میں پہنچ کر راجہ نے معاہدہ کو ردی کاغذ کا پرزہ قرار دیا اور ان افسروں کو قید کر لیا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانوں میں ہندوستان کا رُخ کرنے کے لیے جوش پیدا ہوا وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ اپنے قیدیوں کو آزاد کرا سکیں۔ اور حملہ آور دشمن کے حملوں کا انسداد بھی ہو جائے۔ تاریخ ہندوستان میں اس حرکت کا نام محمود کا پہلا حملہ لکھا گیا ہے۔

دربار غزنی اپنے حملہ کی صحت کو باور کرتا تھا۔ وہ اپنے افسروں کو قید سے چھڑانا اخلاقاً و قانوناً فرض سمجھتا تھا اور فریق ثانی کو معاہدہ پہ پابند کرنا اپنی حیات و ممات کا مسئلہ جانتا تھا۔ لہٰذا وہ ایسے جوش سے بڑھے جو مدافعت کرنے والوں میں مفقود تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ محمود کامیاب ہو گیا۔ اس نے اپنے افسروں کو بھی رہا کرایا تاوان جنگ بھی وصول کیا اور معاہدہ شکن راجہ کو گدی سے اتار دیا۔ اور اسی کے خاندان کے قریب ترین شخص کو مسندِ حکومت پر بٹھلا کر واپس چلا گیا۔

۷۔ محمود کے دوسرے حملوں کی نسبت کچھ لکھنا اس مضمون کی حدود سے باہر ہے۔ لیکن جو طالب علم واقعاتِ تاریخی کو اسباب و علل کے اسباب پر منحصر سمجھتے ہیں انہیں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ آج تاریخ نگاری کے لیے یہ فن اصل الاصول بن گیا ہے اور ہر ایک محقق اسی اصول پر چلتا ہوا صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اوّل ایک فہرست ان حکمرانوں کی تیار کر لی جائے جو محمود کے حملہ اولیں میں شامل تھے نیز ایک فہرست ان حکمرانوں کی بھی تیار کر لی جائے جو محمود کے پہلے حملہ کے وقت حکمران لاہور کی امداد کے لیے آئے ہوئے تھے پھر دو فہرست کو سامنے رکھ کر وہ غور کریں کہ محمود کا کوئی حملہ بھی ہے جس میں ان ابلا ... کا تعلق نہ ہو

۸۔ الغرض یہ پہلا موقع تھا کہ ... شمالی ... ہندو مسلمانوں سے اور ...

کے مسلمان اس رو سے دریائی انڈس کے باشندوں (ہندوؤں) سے واقف ہوگئے دونوں قوموں کی آمد و رفت کے لیے شاہراہِ اعظم کھل گئی۔ اور اس شاہراہ کو لاہور اور غزنی کے دربار نے استعمال کیا یہی سڑک تجارت پیشہ ہندوؤں اور افغانوں کے لیے بھی کھل گئی۔ ہندوؤں کے بہت سے خاندان تجارت کے لیے سرحد پار گئے اور آج تک ان کی بقایا وہاں موجود ہے۔

اسی طرح مسلمانوں کی شریف ترین نسلوں کے سینکڑوں خاندان پنجاب میں آئے اور آباد ہوگئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان شریف اقوام کی آبادی پنجاب میں بمقابلہ دیگر صوبجات بڑھی ہوئی ہے۔ باہمی تعلقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام اس علاقہ میں پھیل گیا۔

۹۔ ہم نے محمد بن قاسم کے تذکرہ میں ملتان کا ذکر کیا تھا۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ محمود کے سب حملے ہنود کے خلاف نہ تھے۔ ملتان پر اس کا حملہ ایک مسلمان کے خلاف تھا۔ کیونکہ قرامطہ نے ملتان کو اپنی بدعات کا نیز خلیفہ کے خلاف بغاوت کا مرکز بنا رکھا تھا۔

ان تصریحات سے ایک متجسس کو پتہ لگ جائے گا کہ محمود کے حملوں سے پیشتر سندھ، پنجاب، وسط ہند، میسور، بمبئی اور مدراس کے سواحل پر اسلام پھیل چکا تھا۔ اور بنگال سے سراندیپ تک اشاعت اسلام کا کام کامل صلح اور تبلیغی آشتی کے ساتھ ہو رہا تھا۔

۱۰۔ اس قدر حوالجات کے بعد اندرون ملک میں اشاعت اسلام کی وجوہات کا معلوم کر لینا بالکل سہل ہو جاتا ہے۔

درۂ خیبر کی سڑک سے جو ہندوؤں اور مسلمانوں نے حملہ کے لیے تیار کر دی تھی داعیانِ اسلام بھی ترکستان، غزنی، ہرات، کابل، بخارا و ایران سے ہندوستان میں آئے اور انہوں نے اپنے اعلیٰ اوصاف، برترین اخلاق، صداقت اور دیانت سے وہی درجہ حاصل کر لیا جو اس ملک کے باشندگان کے دل میں معزز جوگیوں، سنیاسیوں، باکمال پنڈتوں اور مرتاض زاہدوں کا تھا۔

مناسبت مقام سے میں اس جگہ چند بزرگوں کا جو داعیانِ اسلام کی حیثیت رکھتے ہیں، ذکر کروں گا:

الف: سنام میں ایک پیر صاحب معروف "پیر نانبوی" کی قبر ہے، یہاں کے مجاوروں کا بیان ہے کہ یہ صاحب حضرت شریف زندنی کے خلیفہ تھے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ان کے ورود کا زمانہ بالضرور محمود سبکتگین کے حملہ سے پیشتر ہے۔

ب: مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جو عوام کی زبان پر داتا گنج بخش کے نام سے مشہور ہیں۔ لاہور میں پانچویں صدی میں پہنچ گئے تھے۔ اور ان کی تبلیغ سے پنجاب کے نو مسلموں کا سلسلہ دامانِ کوہ شوالک اور ملتان تک پہنچ گیا تھا۔

ج: سید اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ شہاب الدین غوری کے حملۂ اول سے پیشتر آئے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے لاہور میں ٹھیر کر تبلیغ کو بہت زیادہ وسعت دی تھی۔

د: شیخ بہاؤ الدین ملتانی جو شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے ہیں، بدعاتِ قرامطہ کے زائل کرنے اور اسلام حقہ کی اشاعت میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔

ھ : سید معین الدین حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶ رجب ۶۳۲ھ) وہ بزرگ ہیں جنہوں نے یوپی، راجپوتانہ، دکن، بہار میں تنظیم کے ساتھ سلسلہ تبلیغ کو شروع کیا۔

و : اُن کے مرید و خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ربیع الاوّل ۶۳۵ھ) دہلی میں اور خود خواجہ صاحب اجمیر میں اس تنظیم کی نگرانی کرتے تھے۔

ز : قطب صاحب کے خلیفہ بابا فرید شکر گنج فاروقی (المتوفی ۶۶۸ھ) نے پاک پٹن کو اپنا مرکز بنایا اور اپنے تین مشہور خلفار کو تین مشہور مقامات میں ٹھہرا کر خواجہ بزرگ کے طریق کو محکم اور مضبوط کیا۔

(۱) حضرت نظام الدینؒ اولیاء دہلی میں۔

(۲) مخدوم علی صابرؒ رڑکی میں

(۳) قطب جلال الدین صاحب صوبہ آگرہ میں

ح : سلسلہ نظامیہ میں سید محمد گیسو دراز وہ بزرگ ہیں جنہوں نے دکن میں ٹھیر کر اس کو اسلام سے روشناس کرایا۔ اور سید یحییٰ منیری نے اودھ کو اسلام کا پیرو بنایا۔

ان بزرگوں اور ان کے اشباہ دیگر بزرگان دین کو بعض اوقات مسلمان بادشاہوں کی بدگمانی کا ہدف اور مبتلائے مصائب بھی ہونا پڑا۔ لیکن للّٰہیت کے ساتھ اس کام میں مشغول رہے۔

ط : مخدوم جہاں جہانیاں گشت کے کارنامے آج تک سکھر زمین کو یاد ہیں۔

ی : کاشمیر میں اشاعتِ اسلام سید علی ہمدانی اور درویش بلبل شاہ کی خدمات کا

نتیجہ ہیں۔

لہ : بہتر ہے کہ ایک چشم دید شہادت بھی لکھ دوں۔ شیخ عبداللہ صاحب نومسلم ولد دیوان کرنی مل صاحب اپنی ذاتی تحقیقات سے مسلمان ہوئے اور ہزاروں روپیہ کے مکانات و اراضیات زرعی و سکنی اور حقوق کو جو ریاست نابھہ اور پٹیالہ میں ان کو حاصل تھے ترک کیا، اور پھر اشاعت اسلام میں کمربستہ ہو گئے۔ مرحوم مذہبًا اہل حدیث تھے۔ ان کے کام میں بدعتی لوگ بھی حارج تھے۔ تاہم ۴۴ سال متواتر تبلیغ کرتے ہوئے مرحوم نے یکم رمضان ۱۳۳۱ھ کو انتقال فرمایا۔ رحلت سے پیشتر قریبًا ۳۷۵ خاندانوں کو مشرف باسلام کر چکے تھے۔ اللّٰھمّ اغفرلہٗ وارحمہ

۱۱۔ اب اس مضمون پر غور کرنے والے کو مکرّر توجہ کرنا چاہیے کہ بصرہ سے مالابار و سراندیپ تک کا علاقہ اسلام سے مستفیض ہو رہا تھا اور ہندوستان میں اسلامی حکومت کا قیام اس سے تقریبًا پانچ صدیوں کے بعد ہوا تھا۔

اسلام بنگال اور مدراس میں ترقی پذیر تھا۔ اور یہ علاقہ اس وقت ہندو خود مختار حکمرانوں کے ماتحت تھا۔ اور یہ مسلمہ ہے کہ اس طرف کوئی مسلمان حملہ آور نہ پہنچا تھا۔ بنگال اور مدراس میں اسلام نہ صرف رعایا ہی میں دل پسند ہو رہا تھا۔ بلکہ ہندو راجے خود بھی متعدد مقامات پر مسلمان ہوئے تھے اور اس بے تعصبی اور آزادی رائے کے ساتھ کہ مسلمان راجہ کا جائز جانشین ہندو رہ کر اس کے بعد مسند آرائے حکومت ہوتا تھا۔

جب دعوت کی تاثیر اور اشاعت کے حالات حسب صراحت بالا ہیں، تو نتیجہ صاف ہے کہ پنجاب اور یوپی میں اشاعت بھی انہی اصول پہ ہوئی، اور یہ اشاعت

مسلمان بادشاہوں کی عنایات کی ہرگز رہین منت نہیں خصوصًا جبکہ ملتان سندھ کا مرکز بنا ہوا تھا اور عرب سے آنے جانے والوں کے لیے یہی راستہ شاہراہ اعظم تھا جو سندھ ملتان، بھٹنڈہ، حصار ہوتا ہوا دہلی کو جاتا تھا۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے بھی اسی سڑک سے سفر کیا تھا۔

۱۲۔ حقیقت یہ ہے، اور اس اظہار حقیقت میں تاسف بھی شامل ہے کہ ہندوستان میں مسلمان بادشاہوں نے خالص اسلامی خدمات کو سرانجام ہی نہیں دیا۔ وہ ہمیشہ تخت کے جھگڑوں میں منہمک رہتے اور ایک بھائی دوسرے بھائی کے خلاف سازشانہ تدابیر میں مستغرق رہنا اپنی فرزانگی کی دلیل سمجھتا تھا۔

۱۳۔ ہاں نتیجہ صاف ہے کہ جب اسلام ہندوستان سے اوپر اوپر ترکستان، تاتار اور منگولیا کے راستے سے تبت میں اور بحری راستہ سے بنگال و آسام تک پھیل گیا، تو وسط ملک میں اس کا پھیل جانا بھی ضروری تھا۔

۱۴۔ پنجاب میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ تو اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ اس علاقہ میں سید، مغل، پٹھان، انصاری، قریشی اقوام زیادہ آباد ہیں۔ اور یہ وہ اقوام ہیں جن کا ہندوستان کے سابقہ باشندوں سے حسبًا و نسبًا کوئی لگاؤ نہیں اور جس نے دنیا کے ہر ایک مشہور مذہب یہودی، عیسائی، بودھ، صابی، دہریہ، آزاد خیال، بت پرست اور توہم پرست، سے آدمی سے بہترین دماغوں اور پاکیزہ دلوں پر قبضہ جمایا۔ تو اب اس دین کی نسبت یہ سوال کہ وہ "ہندوستان میں کیونکر پھیلا" اگر مبنی بر استعجاب ہے تو غلط ہے۔ اور اگر مبنی بر استفسار ہے تو اس کا صحیح جواب موجود ہے کہ قدرت ربانیہ نے اس دین کو فطرت انسانیہ کے مطابق بنایا ہے۔ اور اسی لیے ہر ایک ملک اور ہر ایک

مذہب کا شخص جب اسلام کو سمجھ لیتا ہے تب اس کی فطری بناوٹ اور طبعی موانست اس مذہب کے قبول کرنے میں ہادی راہ بن جاتی ہے۔

ہندوستان کی چند شریف اقوام کے حالات پر غور کرو جو داخل اسلام ہوئی ہیں۔

از انجملہ راجپوت ہیں۔ یہ خیال کہ لالچ یا دھمکی یا دباؤ اس شریف قوم سے ان کا پہلا پیارا مذہب ترک کرا سکتا تھا، بالکل لغو ہے۔ یہ لوگ بہادر ہیں، جان باز ہیں، بات کے پکے، ہٹیلے مضبوط اور انجام سے لاپرواہ۔ ان کے لیے کسی لالچ یا دھمکی سے کسی بات کا قبول کرنا عار اور برتر از ننگ رہا ہے۔ خصوصاً عہد اوّلیں میں جو اُن کے داخلہ اسلام کا وقت ہے۔

از انجملہ برہمن ہیں۔ اس قوم کا ہر ایک بچہ ہندو اقوام پر مذہبی حکومت کے لیے پیدا ہوتا ہے۔ وہ روز پیدائش سے ایسے ممتاز حقوق کا مالک ہوتا ہے جو کسی دوسری قوم کو اس ملک میں کسی طرح حاصل ہی نہیں ہو سکتے۔ کسی برہمن کا ان جملہ حقوق اور امتیازات کو خیرباد کہہ دینا اور قبول اسلام کے ساتھ ساتھ عامۃ المسلمین کی سطح مساوی پر کھڑے ہو جانا ضرور ایک زبردست دلیل ہے۔

از انجملہ کھتری ہیں۔ کھتری ہمیشہ راستی کے لیے لڑتا رہا ہے۔ مہابھارت کی لڑائی صرف مظلوم پانڈوؤں کی امداد اور حق رسی کے لیے تھی۔ اس قوم کو بزدلی کا الزام نہیں دیا جا سکتا۔ بایں ہمہ ان کی تعداد اسلام میں ہزاروں لاکھوں پر ہے۔

دلیل بالا کو جس قدر زیادہ طول سے بیان کرنا مطلوب ہو بیان کیا جا سکتا ہے یہ طول نہ صرف غیر ملول ہی ہوگا بلکہ حسن قبول کی محاسن سے آراستہ بھی۔ مگر یہاں جو کچھ بیان کیا جا رہا ہے اس میں اختصار مدنظر ہے۔ لہٰذا اس دلیل کو بھی نامکمل چھوڑ کر کچھ اور بیان کیا جاتا ہے۔

۱۷۔ نہایت وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ آغاز اشاعتِ اسلام کے وقت ہندوستان کی اندرونی حالت کا اقتضاء ہی یہ تھا کہ یہ ملک تعلیم اسلام سے شناسا بن جانے کے بعد پروانہ وار اس کی تجلیات کا شیدا بن جائے۔ ذرا غور سے سنو:

ہندوستان کی کتب تاریخ سے جو خود ہنود کے فاضلوں نے تحریر کی ہیں، یہ ثابت ہے کہ جنگ مہابھارت کے بعد ہندوستان کے قدیم علوم و فنون بالکل ملیامیٹ ہو گئے تھے۔

مذہب صحیحہ اور اس کی کتب کو امتداد دہر نے معدوم کر دیا تھا۔ یہ زمانہ یقیناً حضرت مسیح سے سوا ہزار یا ڈیڑھ ہزار سال قبل تھا۔ یعنی اسلام سے دو ہزار سال پیشتر کا زمانہ ہندوستان میں ظلمت بسیط کا زمانہ تھا۔ لہذا اس ملک میں کروڑوں ہستیاں روحانیت کے لیے صدیوں سے تشنہ و گرسنہ تھیں۔

مہاتما بدھ کی تعلیم کا یکبارگی ہندوستان میں پھیل جانا اسی وجہ پر مبنی تھا کہ ملک کو پہلے سے صداقت کی ضرورت بانلاش تھی۔ یہ تعلیم جلد پھیلی، اور جب اس تعلیم کے تیار کردہ بھکشوؤں کا بوجھ ملک نہ برداشت کر سکا تو اسی سرعت کے ساتھ ملک سے باہر بھی نکل گئی۔ پھر اس کی جگہ ویدانت مت نے حاصل کر لی۔

ویدانت مت آغاز میں اس لیے بدھ ازم پر غالب آگیا کہ بدھ ازم میں خالق کائنات کے عرفان کے متعلق شافی بیان موجود نہ تھا۔ اور وہ ملک ہند جو ہزارہا سال سے ایک برتر ہستی کو مانتا چلا آیا ہو وہ اس سے قطعی محرومی پر صبر نہیں کر سکتا تھا۔

تھوڑے عرصہ کے بعد ویدانت مت بھی رہ گیا۔ کیونکہ اس کے اصول اور اصول

تمدن باہم متصادم تھے۔ نیز ہر شخص کا یہ احساس کہ وہ خود ہی "ایکو برہم" ہے اسے اخلاقی ومذہبی ذمہ داریوں سے ایک حد تک سبکدوش کرنے کا سبب بن جاتا تھا۔

اس مت کے قبول ہو جانے کے بعد عام طور پر ملک میں وہ حیا سوز مت نکل آئے جن کے گندے نام اور نفرتی کام مصنف ستیارتھ پرکاشس نے تفصیل کے ساتھ قلمبند کیے ہیں۔

ان حالات کو پیش نظر رکھ کر ہر ایک ذی ہوش انسان اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ اسلام نے ضرورت شدید کے وقت اپنا مبارک سایہ ہندوستان پر ڈالا۔ اسلام ہی نے ملک سنبھالا، اسلام ہی نے آزادی علم اور آزادی رائے اور مساوات کے اصول سے لوگوں کو روشناس بنایا، اور اس کا نتیجہ یقیناً اشاعت اسلام تھا۔

۱۸۔ صوبہ مدراس و بنگال میں خصوصاً اور سارے ہند میں عموماً جو قابل نفرت سلوک اچھوت اقوام کے ساتھ مرعی تھا، اس کے مقابلہ میں اسلام نے اخوت کو پیش کیا، اور ہر ایک نومسلم کو قدیم الاسلام کے برابر برابر بٹھلایا۔ لہٰذا اسلام بہت جلد مقبول خلائق ہو گیا۔

۱۹۔ ستی بنائے جانے کا طریقہ اور بیوہ و رانڈ عورتوں کو دوسرے بیاہ سے محرومی قریباً نصف آبادی کی طرف سے زبردست استغاثہ پیش کر رہی تھی۔ اسلام ہی نے ان کی دادرسی کی۔

۲۰۔ پتھر کی مورتیوں کے ساتھ سینکڑوں نوجوان لڑکیوں کا بیاہا جانا ان کی انسانی زندگی کو تباہ کرنے والا تھا۔ اور ان کے لیے اس تباہی سے بچانے کا ذریعہ صرف اسلام ہی تھا۔

۲۱۔ چنڈال، داس، شودر کروڑوں کی تعداد میں تھے۔ اور یہ سب کے سب مذہب کے پاک احکام کی تعلیم میں علوم سے بے بہرہ، ہدایات و فیوض مذہب سے بے خبر، اور شاستروں سے ناآشنا تھے۔ ان کے امراض قلب کی دوا اسلام ہی تھا۔ اور اسلام ہی نے ان کے لیے جملہ مدارج انسانی میں ارتقاء کا دروازہ کھول دیا۔

۲۲۔ برہمن کا نرگ و سرگ پر قبضہ تھا۔ وہ مرنے والے کی روح کو نرگ میں دھکیل دینے یا سرگ میں پہنچا دینے کا واحد مالک بنا ہوا تھا۔ اس طاقت کو نقد و جنس، عورت اور جائیداد کے عوض میں فروخت کیا جاتا تھا۔ لہٰذا لاکھوں اشخاص کی حمیت و غیرت اس کے خلاف تھی اور وہ اپنی اس حالت کے سدھار کے لیے سخت بے قرار تھے۔ اسلام ہی نے ان سے غمگساری و ہمدردی کی۔

مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو اسباب رومن کیتھولک میں سے مذہب پراٹسٹنٹ کے ظہور پذیر ہونے کے تھے۔ وہی اسباب شریف اقوام ہندوستان کے لیے اسلام میں داخل ہو جانے کا سبب کثیر ہے۔

۲۳۔ اسلام میں روحانیت کا ایک ایسا بلند درجہ ہے کہ جب صدق کے طلب گاروں، سنیاسیوں، جوگیوں اور نجات روح کے متلاشیوں کو اس کی خبر لگ گئی تو وہ بے اختیار غاشیہ بردار اسلام بن گئے۔ وہ فیوض و انوار و برکات جو ان کو بن باس یا جوگ سے بیسیوں سال کے اندر حاصل نہ ہوتے تھے۔ گھر بیٹھے ہی مل گئے۔

۲۴۔ اسلام ایسے اقبال و دولت اور زیب و زینت کے ساتھ جلوہ گر ہوا کہ دولت و اقبال کے فدائیوں نے فوراً اس کا استقبال کیا۔

۲۵۔ مسلمانوں کا مسکرات سے اجتناب، حقوق ہمسائیگی کی نگہداشت،

دادوستد میں درستی معاملات، پابندی عہود، قوانین معدلت گستری کی حفاظت ایسے روح پرور نظارے تھے کہ ہر ایک پاکیزہ منش دیکھنے والے کو تہ دل سے اسلام کی برتری کا اعتراف کرنا پڑتا تھا۔

۲۶۔ ہارون رشید کے عہد سے لے کر خاتمہ حکومت عباسیہ تک وردوان پنڈتوں کی آمد و رفت بغداد تک جاری ہو گئی تھی۔ دربار میں دنیا بھر کے عالم، ہر مذہب کے محقق، معقولی، منقولی، طبیعی، فلاسفر، مؤرخ، اصولی بکثرت موجود رہا کرتے تھے۔ افادہ و استفادہ کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ان پنڈتوں کا علم، ان کی ودیا، ان کی حق پسندی انہیں محاسن اسلام کا شیدائی بنا دیتی تھی۔ اور پھر وہ اپنے ملک و قوم کے لیے بھی مشعل راہ ثابت ہوتے تھے۔

۲۷۔ بحرین پر اسلام کا قبضہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے عہد ہمایوں میں ہو گیا تھا اس علاقہ کے پہلے حکمران ابو العلاء حضرمی رضی اللہ عنہ تھے۔ بحرین دُرِ شہوار کی مشہور منڈی تھی اور موتیوں کی تجارت کرنے والے ہندو تاجر قدیم العہد سے اس منڈی میں پہنچا کرتے تھے۔ وہ مسلمانوں سے ملتے مسلمانوں کے اخلاق و مذہب سے متاثر ہو کر داخل اسلام ہو جاتے۔ اور یہی تحفہ شاہانہ اپنے برادران ملک کے بھی لایا کرتے تھے۔

۲۸۔ یہ ایسی وجوہات ہیں جن کی تائید میں بیسیوں تاریخی واقعات بیان کیے جا سکتے ہیں۔ یا جن کی نظائر میں دیگر ممالک کے حالات بطور شہادت پیش کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن اس جگہ مقصود صرف ایک مختصر تقریر کا سامعین کے سامنے بیان کر دینا ہے نہ کہ بالاستیعاب اس موضوع خاص پر کسی مبسوط کتاب کا لکھنا۔ ہم نے اس مختصر تقریر میں سوچنے والے دماغ اور تمیز کرنے والے قلب کے سامنے ایسی وجوہات کو جمع کر دیا ہے

جن پر وہ پورا غور کر سکتا ہے۔ اور اس غور کے بعد "اسلام فی الہند" کے عنوان پر بھی صداقت اور انصاف کے ساتھ فیصلہ دے سکتا ہے۔

ان شاء اللہ کسی فرصت کے وقت میں اس مضمون پر ذرا تفصیل سے بھی لکھ سکوں گا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

ندیم صحبت ارباب دانشم کہ درو
دقیقہ ہائے سخن بر اشارہ مے گردد

احقر
قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری

پیامِ اسلام

(یہ قاضی صاحب مرحوم کا وہ خطبہ صدارت ہے جو آپ نے صوبہ متوسط کی پراونشل تبلیغ کانفرس ریبوتی (سی،پی) میں ۱۷اپریل ۱۹۲۶ء کو ارشاد فرمایا۔ اور جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کی طرف سے شائع ہوا۔ مگر چونکہ بالکل ختم ہو چکا تھا اس لیے اسے رسائل عشریہ میں شامل کرلیا گیا)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ	یا اللہ حمد تیرے ہی لیے ہے۔ تو ہی آسمانوں کا، اور
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ	زمین کا، جو مخلوق ان کے اندر ہے ان سب کا نور ہے
فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ	ہاں حمد کا مالک تو ہی ہے تو ہی آسمانوں کا اور زمین کا
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ	اور جو مخلوق ان کے اندر ہے ان کا قیام بخشنے والا ہے
وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ	ہاں حمد تیری ہی ذات کے لئے ہے۔ تو ہی آسمانوں کا اور
وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ	زمین کا اور سب مخلوق کا جو آسمانوں اور زمین میں ہے،
الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ	پروردگار ہے ہاں حمد کی خصوصیت تجھ ہی سے ہے۔
حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ	تو حق ہے تیرا وعدہ حق ہے۔ تیرا کلام حق ہے جنت
وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ	حق ہے تیری لقا حق ہے۔ نار حق ہے۔ قیامت حق ہے
حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ صَلّی	اور جملہ انبیاء حق ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَللّٰهُمَّ لَكَ
اَسْلَمْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ
وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ
حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ
وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ
وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَ
لَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

ہیں۔الٰہی میں تیرے سامنے گردن جھکاتا ہوں تجھ پر توکل
کرتا ہوں تجھ پر ایمان رکھتا ہوں تجھ سے رجوع رکھتا ہوں
تیری ہی مدد سے جھگڑتا ہوں تجھ ہی کو اپنا فیصلہ سپرد کرتا
ہوں۔الٰہی جو کچھ میں نے پہلے پیچھے کیا جو چھپا کر کیا جو اعلانیہ
کیا سب ہی بخش دے۔اے سب سے پہلے اے
سب سے بعد رہنے والے تو ہی معبود ہے اور کوئی
نہیں تیرے سوا اور کوئی قابل پرستش نہیں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ط اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ط۔

برادرانِ ملت و برادرانِ انسانیت! میں دور سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔اس لمبے سفر سے میرا مقصد نہ شوقِ سیاحت ہے نہ احباب کی ملاقات، نہ کسی تاریخی و جغرافی حقائق کی تفتیش نہ آثارِ قدیمہ کی دریافت وغیرہ وغیرہ، وہ جملہ وجوہات جو کسی شخص کو اس کے وطن سے جدا کرنے والے سمجھے جا سکتے ہیں۔میرا سفر ان سب سے قطعاً الگ ہے۔

یہاں تک آنے کا قصد

صاحبان! میں صرف ایک پیغام لے کر آیا ہوں اور میری زندگی کا سب سے بڑا مدعا یہ ہے کہ میں اس پیغام کو اخوانِ دین اور ابنائے وطن کے گوشِ حق نیوش تک پہنچا دوں۔

جب آپ یہ سمجھ گئے ہیں کہ میں ایک پیغام لے کر آیا ہوں تو بداہتاً اس کے معنی یہ ہیں کہ

میں اپنی طرف سے کچھ عرض کرنے کے لیے حاضر نہیں ہوا بلکہ کسی دوسرے کا بھیجا ہوا ہوں اور کسی دوسرے کی بات سنانے کو آیا ہوں۔

پیغام رسانی میرا مقصد ہے

صاحبان! یہ پیغام وہی ہے جو سب سے پہلے اس یتیم بچہ نے دو ہزار فٹ کی بلندی پر سنا تھا جس نے عنفوان شباب ہی سے اپنی زندگی کو کائنات الجو پر فکر کرنے کے لیے اور مالک الکائنات کا ذکر کرانے کے لئے وقف کر دیا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشاہدات قبل از نبوت

اس کا سب سے پیارا مشغلہ یہ تھا کہ سنسان وادی کے ایک پہاڑی ٹیلہ پر جس کا راستہ سخت وشوار گذار تھا جا بیٹھنا، احتساب نفس کرتا، اکل وشرب سے بے نیاز ہو کر اپنے دل و دماغ اور روح کے لئے غذائے روحانی خوشہ در خرمن جمع کیا کرتا تھا۔

وہ اپنے مساعی میں کامیاب ہونے لگا۔ اسے جمادات و نباتات کی روحی طاقت کا احساس ہونے لگا۔ اس نے زمین و آسمان کے اندر ملکوتی جذبات کو موجود پایا۔ اسے وہ تمام مخلوق جو دنیا کی نگاہ میں بے حس اور بے جان شمار ہوتی ہیں۔ قدرت عظیم کے فیوض سے احساسات کامل اور ایما بنیات اعلیٰ کی مظہر نظر آنے لگی، وہ پتھروں کا بولنا سنتا، وہ پرند اور چرند کی بولیوں کو سمجھتا، وہ نوامیس قدرت کے عجائبات کا مشاہدہ کیا کرتا تھا۔ ایک انسان کے لیے اگر وہ حد انسانیت کی ارتقاء کا طالب ہو، یہ مشاہدات اور انکشافات حقیقۃً فخر و مباہات کے موجب ہیں۔ اس لیے لازم تھا کہ وہ اپنے آپ کو کامل سمجھ کر اسی جگہ ٹھہر جاتا مگر اس کا دل ایک ایسا سمندر تھا جسے دنیا کے دریاؤں کا پانی بھی بھرپور نہ کر سکتا تھا۔ وہ اپنے کام میں لگا رہا۔

اب اس کی تلاش عالم مادہ اور مادیات سے بلند تھی اس پر ایک نور جلوہ گر ہوتا ہے۔ نور اسے اپنے احاطہ میں لے لیتا ہے۔ وہ آگے پیچھے، اوپر نیچے، دائیں بائیں نور کو دیکھتا ہے اسے اپنے ایک ایک رگ، ایک ایک پٹھے، میں خون کی طرح نور جاری اور ساری نظر آتا ہے۔ نور ہے اور بڑھ رہا ہے۔ نور ہے اور نورانیت میں ترقی کرتا جاتا ہے۔

لیکن یہ حالت بھی اس شخص کی گرسنگی کو کم نہیں کر سکی یہ حقیقت بھی اس کی گم گشتگی طلب کی منتہا نہ بن سکی۔

پیام کا ملنا

تب وہ اس پیغام سے مشرف کیا جاتا ہے جو میں آپ کے لیے لے کر آیا ہوں۔ وہ اس کلام سے مخاطب کیا جاتا ہے جو اس شخص کی طرح خود بھی بے مثال ہے۔

پیارے سامعین! حیرت کو خیرباد کہیے اور صاف لفظوں میں سن لیجیے کہ یہ شخص کون ہے؟ ہاں سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی کی وہ ذات گرامی ہے جن کے واقعات قبل از نبوت کا ذکر اشارات میں کیا گیا ہے۔

میرے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو پیام اپنے مولیٰ، اپنے ہادی، اپنے مرسل سے سنا وہی انہوں نے دنیا کو بھی سنایا، بحر و بر اور خشک و تر کے رہنے والوں کو اسی پیام سے آگاہ کیا۔

پیام سنانے کی دشواریاں

آہ! پیام کا سنانا کیا ایسا ہی آسان تھا، جیسا کہ آج میرے لیے ہر طرح کی آسانی حاصل ہے۔ میں ایک مہذب مجمع میں کھڑا ہوں۔ سب کی مہربانی سے کرسی صدارت سے اپنی آواز کو بلند کر رہا ہوں، حاضرین کی طرف سے اطمینان کلی ہے کہ خواہ ان میں سے

کوئی مجھ سے اتفاق رائے نہ بھی رکھتے ہوں تاہم میں ان کی گزند سے مامون و مصئون ہوں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عوام کا برتاؤ

مگر جب میرے آقا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیام سنانا پڑا تو اقارب کی حالت ایسی نہ تھی۔ اسی پیام کی وجہ سے اپنے بیگانے بن گئے تھے، اقارب نے عقارب کا چولہ بدل لیا تھا۔ ابولہب سگا چچا تھا۔ سارا سارا دن حضور کے ساتھ ساتھ لگا رہتا، اور ہر جگہ حضور کے رُو در رُو یہ منادی کیا کرتا کہ لوگو! ہمارے خاندان کا یہ نوجوان دیوانہ ہو گیا ہے۔ اس کی بات نہ سنی جائے۔ حضور اسے کچھ بھی جواب نہ دیتے بلکہ خود دور نکل جاتے ہیں اور عرب کے مشہور مشہور قبائل اور ان کی بستیوں کا نام و نشان دریافت کرتے ہوئے ہر ایک کے پاس پہنچتے ہیں اور اپنا پیام سناتے ہیں۔

قبائل جہاں تبلیغ کی گئی

(۱) بنو عامر بن صعصعہ (۲) محارب (۳) فزارہ (۴) غسان (۵) مرہ (۶) بنو حنیفہ (۷) سلیم (۸) عبس (۹) بنو نصر (۱۰) بکاء (۱۱) کندہ (۱۲) کعب (۱۳) حرث بن کعب (۱۴) عذرہ (۱۵) حضارمہ

یہ وہ قبائل ہیں، جو مختلف شعوب اور افخاذ پر محتوی ہیں ان کی آبادی لاکھوں تک پہنچتی رہی، ان سب کے پاس بہ نفس نفیس تشریف لے جاتے، گالیاں، دھمکیاں کھاتے تھے۔ ایک چکر کے بعد دوسرا چکر پھر اسی طرح لگانا شروع کر دیتے تھے، عرب کے مشہور میلے عکاظ، مجنہ، ذوالمجاز تھے جہاں سالانہ منڈیاں لگا کرتی تھیں۔ نمائش عام ہوتی تھی۔ لوگ کھیل کود، لہو و لعب کے لیے، مشاعرہ و مفاخرہ کے لیے جایا کرتے تھے۔ اور حضور کا مقصد صرف پیام رسانی ہوتا تھا۔

کبھی ٹھنڈے پہاڑوں پر جاتے اور پیام سنانے کے عوض میں پتھر کھاتے۔ تمام پیکر

انورخون سے تر ابور ہو جاتا کبھی ساحل سمندر کی طرف نکل جاتے۔ ہر ایک کو اپنا ہی پیغام سناتے۔ جواب میں دیوانہ، مجنوں، شاعر و ساحر کے کلمات سنا کرتے۔ حضور کی ان انتھک کوششوں نے دشمنوں کو مارتے مارتے، گالیاں بکتے بکتے تھکا دیا تھا۔ مگر حضور اپنے کام میں اسی طرح سرگرم رہتے۔ اب حضور کے خلاف کمیٹیاں ہونے لگیں کمیٹیوں کی تجاویز کیا ہوتی تھیں۔

حضور کے خلاف کمیٹیاں اور ان کی تجاویز

(ا) جیل کی کوٹھڑی میں بند کر دیا جائے۔ دروازہ تیغہ کر دیا جائے۔ اندر ہی اندر بھوکا، پیاسا سسکتا ہوا خود ہی مر جائے گا۔

(ب) خارج از وطن کر دو۔ پھر کبھی عرب میں اور وطن میں نہ آنے پائے

(ج) جو کوئی اس سے ملنے والا ہو، اسے برادری سے خارج کر دو، ناطہ، رشتہ بند، خرید و فروخت بند، بات چیت بند خود ہی عاجز آجائیں گے۔

(د) قتل کر دو جھگڑا ختم کرو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ کوئی شخص ہمارے خلاف قتل کا مقدمہ چلا سکے گا، ہرگز نہیں۔ قتل میں ایک ایک قبیلہ کا ایک ایک نوجوان شامل کر دیا جائے چند وارث سارے ملک کے سامنے کیا کر لیں گے۔ ان تجویزوں کی اطلاع حضور تک پہنچتی ہے۔ مگر حضور اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اب کوئی کہتا ہے ملک کی حسین ترین عورت اس کے سامنے پیش کر دو۔ کوئی کہتا ہے بڑی سے بڑی رقم نقدیت کی شکل میں اسے دے دو، اچھا اسے اپنا حاکم بنا لینا منظور کرو، حضور کے سامنے بڑے بڑے خزانے بڑے بڑے سبز باغ دکھاتے اور حضور اسی طرح اپنے کام میں لگے ہیں۔

مبلغین کی جماعت

حضور کی صداقت آخر اپنا پھل لاتی ہے۔ مخلصین کی ایک جماعت تیار ہو جاتی ہے۔ جو حضور کی اجازت سے اسی پیغام رسانی کی خدمت کو اپنا مقصد حیات بنالیتی ہے۔

ناظرین! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ دشواریوں کا تعلق صرف نبی اکرم کی ذات مقدس سے ہی تھا۔ نہیں، ان مخلصین کے مصائب بھی بہت زیادہ تھے۔

عامر رضی اللہ عنہ

عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دربار میں یہی پیغام سنانے لگے۔ عقب سے ایک نیزہ باز آتا ہے اور ایسا نیزہ لگاتا ہے۔ جو ریڑھ کی ہڈی کو توڑتا ہوا جگر سے پار ہو جاتا ہے۔ یہ گرتے ہیں اور گرتے گرتے زبان سے نکلتا ہے فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ

رب کعبہ کی مجھے سوگند ہے　　　مل گیا مجھ کو میرا دل بند ہے

خبیب الانصاری رضی اللہ عنہ

خبیب بن عدی انصاری (اور ان کے نو ہمراہیوں) کو استاد بنانے کے بہانے لے جایا جاتا ہے، آٹھ کو راہ ہی میں قتل کر دیا جاتا ہے اور دو کو غلام بنا کر فروخت کر دیا جاتا ہے۔ حضرت خبیب کو بھی فروخت کر دیا گیا۔ جن لوگوں نے خریدا۔ انہوں نے قتل ہی کے لیے خریدا۔ کئی دن بھوکا پیاسا رکھا جاتا ہے اور بالآخر شہر سے باہر لے جا کر پھانسی کی لکڑی سے باندھ دیا جاتا ہے۔ نیزہ بردار آگے بڑھتے ہیں۔ نیزوں کی انی سے ان کے جسم کو چھلنی بنانا شروع کرتے ہیں۔

ایک سنگدل پوچھتا ہے۔ کہو خبیب! اب تو تم بھی چاہتے ہو گے کہ تم چھوٹ جاؤ

اور تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم) پھنس جائے۔

یہ سنتے ہی وہ جوش میں آجاتے اور بے اختیار بول اٹھتے ہیں:-

"واللہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان کے عوض حضور کے پائے مبارک میں گھر بیٹھے ہوئے بھی ایک کانٹا چبھ جائے"

میں اس فتی الفتیان اور شبیر ہزبران کے وہ اشعار بھی سنانا چاہتا ہوں جو انہوں نے پھانسی کے نیچے جا کر حسب حال فی البدیہہ کہہ دیے تھے۔ اللہ اکبر! پھانسی، اور شاعری، مگر یہ جلوہ صرف محبت ایمانیہ ہی کا ہو سکتا ہے۔ یہ استقلال یہ ثبات صرف اسی میں پیدا ہو سکتا ہے جو اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُوصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ (موت وہ پل ہے جو پیارے کو پیارے سے ملا دیتی ہے) پر یقین رکھتا ہو۔

خبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

لَقَدْ جَمَعَ الْاَحْزَابُ حَوْلِيْ وَاَلَّبُوْا ۔۔۔ قَبَائِلَهُمْ وَاسْتَجْمَعُوْا كُلَّ مَجْمَعٖ

فوجیں میرے گرد جمع ہیں۔ انہوں نے قبائل کو بلا لیا ہے اور بھاری مجمع ہو گیا ہے۔

وَقَدْ قَرَّبُوْا اَبْنَاءَهُمْ وَنِسَاءَهُمْ ۔۔۔ وَقُرِّبْتُ مِنْ جِذْعٍ طَوِيْلٍ مُمَنَّعٖ

انہوں نے زن و فرزند کو بھی بلا لیا ہے۔ مجھے لمبے کھجور کے تنڈ کے پاس لے آئے ہیں

وَكُلُّهُمْ يُبْدِي الْعَدَاوَةَ جَاهِدًا ۔۔۔ عَلَيَّ لِاَنِّيْ فِيْ وَثَاقٍ بِمَضْيَعٖ

یہ لوگ بڑھ بڑھ کر اظہار عداوت کرتے اور میں قتل گاہ میں بندھا ہوا ہوں۔

وَقَدْ عَرَضُوْا بِالْكُفْرِ وَالْمَوْتُ دُوْنَهٗ ۔۔۔ وَقَدْ ذَرَفَتْ عَيْنَايَ مِنْ غَيْرِ مَدْمَعٖ

یہ لوگ میرے سامنے کفر کو پیش کرتے ہیں۔ مگر اس سے تو مر جانا بہت سہل ہے۔ میری آنکھیں ابل آئی ہیں۔ مگر ان میں آنسو نہیں۔

وَمَا بِيْ حِذَارُ الْمَوْتِ اِنِّيْ لَمَيِّتٌ ۔۔۔ وَلٰكِنَّ حِذَارِيْ حَرُّ نَارٍ تَلَفَّعِ

مجھے موت اور مر جانے کا ذرا غم نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کی بڑھکتی ہوئی آگ سے ڈرنے والا ہوں۔

اِلَى اللّٰهِ اَشْكُوْ غُرْبَتِيْ بَعْدَ كُرْبَتِيْ ۔۔۔ وَمَا جَمَعَ الْاَحْزَابُ لِيْ عِنْدَ مَصْرَعِيْ

میں اپنی غریب الوطنی کا، اپنی مصیبتوں کا، اور ان ناپاک ارادوں کا جو میری لاش کے ساتھ یہ کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرتا ہوں۔

فَذَا الْعَرْشِ صَبِّرْنِيْ عَلٰى مَا اَصَابَنِيْ ۔۔۔ فَقَدْ بَضَعُوْا لَحْمِيْ وَقَدْ ضَلَّ مَطْمَعِيْ

مجھے ان مصیبتوں پر خدائے عرش نے صبر عطا فرمایا ہے میری بوٹیاں توڑ رہے ہیں اور میری امید گم ہے۔

وَلَسْتُ اُبَالِيْ حِيْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا ۔۔۔ عَلٰى اَيِّ حَالٍ كَانَ فِي اللّٰهِ مَصْرَعِيْ

ہاں! جب میں اسلام پر مر رہا ہوں تو مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ اللہ کی راہ میں موت کس پہلو پر ہو گی۔

وَذٰلِكَ فِيْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَّشَاْ ۔۔۔ يُبَارِكْ عَلٰى اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

ہاں! اللہ پاک یہ چاہے تو یہ اس کی قدرت کے اندر ہے کہ وہ میرے جسم کے ایک ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے

مبلغ اسلام ابن مسعود رضی اللہ عنہ

ابن مسعود رضی اللہ عنہ داخل اسلام ہوئے تو انہوں نے پوچھا کہ سب سے مشکل خدمت کیا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ منکرین تک پیغام پہنچانا۔ یہ اس خدمت کے لیے ہنستے ہنستے اٹھے۔ گل خنداں بن کر گئے تھے اور لالہ زار بن کر واپس آئے۔ ان کو زد و کوب سے اتنا لہولہان کر دیا تھا کہ احباب میں بھی مشکل سے شناخت ہوئے۔ مگر یہ مرد خدا مار کھاتے جاتے تھے اور سورۂ "ق" سناتے جاتے تھے۔ جب تک اس پچپن آیتوں والی سورہ مبارکہ کو ختم نہیں کر چکے۔ چپ نہیں ہوئے۔

الغرض اے یاران مجلس! اے محبان مخلص! میں بھی وہی پیغام سنانے کے لیے یہاں تک حاضر ہوا ہوں۔

وہ پیغام صداقت التزام یہ ہے۔

دین الٰہی اسلام ہے

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَام اللہ کے ہاں جس دین کو دین ہونے کی
(آل عمران - ۱۹) منزلت حاصل ہے وہ اسلام ہے۔

کیسے امر عظیم ہونے کی اطلاع ہے۔ کتنا بڑا دعویٰ ہے۔

اب میں دنیا سے، اہل دنیا سے، صاحبان عقل و فراست سے، مالکان نظام سیاست سے، ہادیان ملت سے اور حامیان انسانیت سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا انہیں اس دعوی کی صحت میں کچھ شک ہے؟ اگر ہے تو کیوں؟

اسلام اور سلم کے معنی

سنو! سنو! لفظ اسلام کا "روٹ" یا مادہ یعنی وہ تین حرف جو زبان عرب میں مصدر کہلاتے ہیں لفظ "سلم" ہے۔ اور سلم کے معنی زبان عرب میں "امن" "صلح" اور "محبت" ہیں خود کلام اللہ میں اس مصدر کا انہی معنی میں استعمال فرمایا گیا ہے۔

اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً اے لوگو! تم سب کے سب اسی صلح کل اور
(البقرہ: ۲۰۸) امن عامہ میں داخل و شامل ہو جاؤ۔

پہلی بات یہی غور طلب ہے کہ کسی دین و مذہب کے پاس ایسا پیارا نام بھی ہے دنیا بھر کے ادیان و مذاہب کے نام گنتے چلے جاؤ۔

یہودیت، عیسائیت یا نصرانیت، سناتن دھرم آریہ، زرتشتی وغیرہ وغیرہ

مختلف مذاہب اور ان کے نام

یہودی :- یہ یہود بن یعقوب علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔ اس شاخ میں فلسطین کی حکومت مدتوں تک جاری رہی۔ اس لیے یعقوب علیہ السلام کے دوسرے گیارہ بیٹوں کی اولاد بھی خود کو اسی شاہی نسل کے ساتھ منسلک کرنے کے لیے یہودی کہلانے لگی۔

عیسائی :- حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے نام کی طرف اور نصرانی حضرت مسیح کے گاؤں ناصرہ کی طرف نسبت کا اظہار ہے۔

سناتن دھرم یا مذہب قدیم :- کسی قدامت تاریخی کے ظاہر کرنے کے لیے رکھا گیا ہے۔ آریہ کے لفظ پر مورخین نے علمی بحث کیے ہیں۔ ایرج اور ایران کے ساتھ ان کا سلسلہ قدامت جا ملا ہے۔ مہرشی دیانند سرستی جی نے سرسوتی کی ندی سے لے کر گجرات پنجاب کے مغرب میں بتایا ہے اینپال کی مشرقی ندی تک اور سمندر تک کے رقبہ کا نام آریہ ورت رکھا ہے۔ یہاں کے شریف باشندے آریہ ہیں۔

زرتشتی :- حضرت زرتشت کی طرف منسوب ہیں۔ ان ملکی اور شخصی نسبتوں پر غور کرو کہ اصل مذہب کا نام کسی کے پاس موجود نہیں۔

اسلام کا نام اور کام

اسلام اپنے لئے خود اپنا نام رکھتا ہے۔ اور اس کا نام ہی اس کا کام بتاتا ہے "صلح عام" "امن محکم" "محبت تام"۔

اسلام کے یہ لغوی معنی بتلاتے ہیں کہ اللہ کا پسندیدہ دین ایسا ہی ہونا چاہیے۔

اب میں جملہ برادران انسانیت سے سوال کر سکتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی مقدس کتابوں

سے "دین" کی تعریف نکال کر دکھائیں۔ خود ہم کو ذرا تامل نہیں کہ جو تعریف اللہ کے پسندیدہ دین کی ہم کو اللہ کے کلام میں بتلا دی گئی ہے۔ وہ سب سے پہلے سب بھائیوں کو سنا دیں:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ	وہ فطرت، وہ سرشت، وہ نیچر جس پر اللہ تعالیٰ نے
عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ	جملہ نوع انسانی کو پیدا کیا ہے (اور اللہ کی خلقت
ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ	میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی) اسی فطرت کا نام دین محکم
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ○	ہے۔ افسوس انسانوں کا بڑا طبقہ اس راز سے بے علم ہے

دین الفطرت اور دین الٰہی

ذرا ان آیات پر غور کرو۔ تنہائی میں اکیلے بیٹھ کر، مجمع میں احباب کا شوریٰ بنا کر غور کرو کہ جب تمام مخلوق اللہ کی پیدا کردہ ہے۔ اور دین صحیحہ بھی جو بہترین مخلوق یعنی انسانوں کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اللہ کا دین ہے۔ تو ان دونوں میں باہمی اتحاد قوی اور اتصال شدید اور انجذاب کلی پایا جانا چاہیے۔ اگر یہ نہیں تو سمجھو کہ وہ دین فطرت انسانی سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا اور جس دین کی مطابقت فطرت انسانی سے نہیں۔ وہ دین الٰہی کہلانے کے شایاں نہیں۔

مجھے میرے وطنی بھائی بتلائیں گے کہ اتنا زبردست اصول، اتنی صحیح کسوٹی خود ان کے مذہب نے بھی ان کو بتلائی ہے۔؟

اگر نہیں تو اس پیام کی صحت میں ذرا بھی شبہ نہ رہا کہ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران: ۱۹) اللہ کا پسندیدہ دین تو صرف اسلام ہی ہے

دعوت اسلام جملہ ادیان کے اصول پر ہے

بھائیو! میرے دین نے محبت اور صلح کی تعلیم دیتے ہوئے جملہ اصناف بشر کو دعوت

عام دی ہے۔ اور اس دعوت عام کو خود انہی کے مسلمات پر قائم و مستحکم فرمایا ہے۔

پارسیوں سے خطاب

پیارے پارسیو! تم آگ کی عزت کرتے ہو، سورج کی عزت کرتے ہو، سمندر کی عزت کرتے ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم نے روشنی، طاقت اور جوش کو عزت کے قابل سمجھا ہے۔

ہاں! یہ اصول بُرا نہ تھا۔ لیکن کیا وہی روشنی حقیقتاً روشنی کہلائے گی جس کے قائم رکھنے کے لیے خود تم کو لکڑی اور گھی خریدنا ہوتا ہے جس کی حفاظت کے لئے تم کو ملازم رکھنے پڑتے ہیں۔ تمہارا ادنیٰ سا تغافل اسے موت کی جھولی میں سلا دیتا ہے۔

ادھر آؤ! اسلام آپ کو نور باطن سے روشناس کرے گا۔ اسلام تم کو نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے حضور میں لے جائے گا۔ اسلام کا اتباع تم کو وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ (انعام، ع ۱۵) کا مصداق بنا دے گا۔

عیسائیوں سے خطاب

اے عیسائیو! اے مسیحو! کیا تم اللہ کے راستباز مسیح تعلیم کے شیدا ہو۔ اگر یہی ہے تو ان عقائد کو چھوڑ دو جو حضرت مسیح سے تین صدیوں کے بعد کونسلوں نے بنانے شروع کیے اور سلطنت نے اس کو منوانے کے لیے اپنے زور و سطوت سے کام لیا۔

اے بھائیو! ان رسوم کو بھی ترک کر دو جن کو قسطنطین اعظم نے اپنی مشرک رعایا کو خوش رکھنے کے لئے عیسائیت میں شامل کر دیا تھا۔

کونسلوں کی اصلاحات

اگر ان زُود بد کو چھوڑ دو گے۔ تو آپ کو تثلیث، کفارہ، تجسد الوہیت، اور صلیب پرستی کا بودا پن خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ صادق مسیح کی سچی تعلیم تم کو مل جائے

گی۔ اور مسیح کا آخری وعظ جو یوحنا کی لاہوتی انجیل کے باب چہارم میں موجود ہے۔ تمہاری رہبری کرے گا اور تم کو روح الحق کے دربار میں پہنچا دے گا اور تم صداقت کی وہ ساری تعلیم حاصل کر لو گے۔ جسے جناب مسیح اپنے شاگردوں کے عدم استعداد کی وجہ سے مکمل نہ کر سکے تھے۔

یہودیوں سے خطاب

اے یہود! کیا تمہارے فخر و مباحات کا موجب تورات ہے۔ بے شک تورات تو ایسی ہی کتاب تھی جس پر فخر کیا جاتا۔

لیکن کیا اس کتاب کو بخت نصر نے ۵۸۶ء قبل مسیح جلا نہیں دیا تھا۔

کیا ایسی کتاب کے اس نسخہ کو بھی جسے زکریا علیہ السلام وحجی کاہن کی یادداشت سے تیار کیا گیا تھا۔ اور اینٹو کس چہارم کے حکم سے ۱۶۶ء ق م میں جلا ڈالا تھا۔

تو اب موجودہ کتاب کی اصلیت کی شہادت کیا باقی ہے:۔

موجودہ تورات کے پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ بیسوں صحیفے اس کے اندر موجود ہیں جن کے حوالجات یہ موجودہ تورات دے رہی ہے۔

توراۃ و یروشلم کا انجام

اے یہود کیا آپ کو یروشلم کی مقدس عمارت پر فخر ہے۔ بیشک یہ چیز فخر کے قابل تھی۔ لیکن کیا کتاب سلاطین میں آپ نے وہ حکم نہیں پڑھا کہ سلیمان علیہ السلام سے چالیس سال کے بعد ہی اس عمارت کو رب العالمین نے مردود فرما دیا تھا کہ آپ کو ابھی تک اپنی اعلیٰ نسل کا غرور باقی ہے۔ کیا یسعیاہ نبی کی کتاب میں آپ نے وہ حکم نہیں پڑھا کہ خداوند بنی اسرائیل کی دم اور سر کو کاٹ ڈالے گا۔

میرے پیارو! اب آپ کے واسطے صرف ایک راہ نجات باقی ہے وہ راہ نجات تم کو توراۃ کی کتاب استشہاد کے باب پانزدہم میں بتلادی گئی ہے۔ اس باب کی آیات ۱۵ تا ۱۸ پڑھو اسمٰعیلی نبی پر۔ اور کلام اللہ لانے والے نبی پر ایمان لے آؤ، پھر تم دوہرا حصہ لینے والے بن جاؤ گے۔

سناتن دہرمیوں سے خطاب

اے سناتن دہرمیو! کیا آپ کو اپنی قدامت پر ناز ہے۔ ہاں کچھ مضائقہ نہیں، قدامت فی الواقع مایہ ناز ہے۔ لیکن اس قدامت کی مدت کا کبھی تعین بھی کیا گیا۔

اسلام نے تو اپنی قدامت کی تاریخ زمین و آسمان کی پیدائش سے لی ہے۔ کلام اللہ میں ان کے اسلام کی اطلاع قَالَتَا اَتَیْنَا طَائِعِیْنَ کے الفاظ میں دی گئی ہے

اے سناتن دہرمیو! آپ نے مورتی پوجن کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے اسے ابتدائی تصور کا ذریعہ بتلایا ہے۔ کیا اس تصور کا درجہ کبھی بلند بھی ہوا۔ کیا اس دھیان کا نتیجہ عرفان بھی ہوا۔

میرے پریمیو! علم منطق، تصور و تصدیق پر مشتمل ہے۔ اگر ہزاروں سال تصور کے تصور میں آپ نے صرف کر دیے ہیں تو ذرا اسلام کی طرف آئیے جو آپ کو منصب تصدیق تک پہنچائے گا اور اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ کے حقائق کا گیانی بنا دے گا۔

آریہ صاحبان

اے بلند خیال آریاؤ! وید کی جو ترتیب بیان کی جاتی ہے۔ اس پر کبھی غور کیا ہے۔ پہلے سم (سام) پھر یجر پھر رگ اور سب سے آخر اتھروَن کو بیان کیا گیا ہے۔

پہلے تین ناموں میں سے کسی نے کسی کو پہلا، کسی نے دوسرے کو پہلا بنایا ہے۔ غرض خواہ پہلا، دوسرا، تیسرا کوئی ہو۔ مگر ان میں ترتیب زمانی موجود ہے اور اتھروں کے آخری ہونے پر تو بڑے پنڈتوں اور رشیوں کا اتفاق ہے۔

پیارو! یہی ترتیب زمانی بتلا رہی ہے کہ ویدوں کی موجودہ اکاش بانی سینکڑوں سالوں کا ذخیرہ ہے۔

اگر اس ترتیب زمانی پر غور کر لیا جاتا۔ تو ان جملہ صحائف سماویہ کا آپ انکار نہ کرتے جو زمانہ کی ترتیب سے یکے بعد دیگرے دنیا میں نازل ہوتے رہے ہیں۔

اے علم دوستو! کبھی آپ نے کسی وید سے اس منزل کی تلاش بھی کی ہے جس میں ایشر اور روح اور مادہ کو قدیم بتلایا گیا ہے۔ اگر اس بارہ میں کوئی صاف منتر نہیں ہے۔ تو آپ نے اس شرک سے علیحدہ ہونے کی سعی کیوں نہیں کی؟

الوا اپ نشد

اے علم کے دوستو! کبھی آپ نے اتھروید کے "الوا اپ نشد" پر بھی غور کیا ہے۔ دیکھو! اس میں اسلام کا کلمہ طیبہ موجود ہے۔

اگر آپ تحقیقات کرتے تو دو میں سے کسی ایک نتیجہ پر ضرور پہنچ جاتے۔

(ا) وید الیشر بانی ہے اور ایشر ہی نے ہزاروں سال پیشتر کی اطلاع ہم کو اس الوا اپ نشد میں دی ہے۔ یہ تحقیقات آپ کو دنیا کی سب سے بڑی موحد قوم کا عیبی بھائی بنا دیتی۔

(ب) یا یہ فقرہ الحاقی ہے۔ اگر وید میں الحاق کرنا ممکن ہے اور عمل میں آ چکا ہے۔ تو قابل غور یہ ہے کہ دیگر حصص کی صحت کا یقین کیونکر کیا جا سکتا ہے۔

مہابھارت میں الحاق

مہرشی دیانند سرستی جی نے بتلایا ہے کہ مہابھارت میں بیس ہزار اشلوک جعلی شامل کر دیے گئے ہیں۔

پیارو! وید کے متعلق بھی تحقیقات کرنا چاہیے۔ اور جس قدر الحاقی کلام اس میں الو آپ نشد کی طرح شامل ہو گیا ہو، اسے نکال دینا چاہیے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ ہندو پریس مبنی خود اس الحاقی کلام کی اشاعت اصل کے ساتھ ساتھ کرے۔

اگر امتداد زمانہ کی وجہ سے اصل اور الحاقی کلام کی شناخت کا کام دشوار ہو گیا ہے یا ناممکن و محال کے درجہ تک پہنچ گیا ہے تو اسلام آپ کو آکاش بانی کی وہ کتاب پیش کرتا ہے جس کی صفت یہ ہے

لَا یَأْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ — باطل کی شمولیت نہ زمانہ نزول میں ہوئی اور نہ کسی مابعد زمانہ میں ہو گی۔

جس کی بابت خود صاحب کلام کا ارشاد موجود ہے۔

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ط — اس کتاب کی حفاظت اللہ پاک خود رکھے گا۔

بودھ ازم سے خطاب

اے بدھسٹ! مہاتما گوتم کو مھ کو ماننے والو! آپ کی غربت مزاجی، مسکین طبعی مسلم کیا آپ دنیا کے سامنے مہاتما بدھ کی سیرت کو بطور نمونہ پیش کریں گے۔ کیا آپ متمدن دنیا کو بھی تعلیم دیں گے کہ جوان بیوی اور شیر خوار بچہ کو چھوڑ کر بن باسی ہو جائیں، اور اس پیکر محبت کے سکھ، دکھ کا کبھی خیال بھی نہ کریں جس نے ساری عمر اسی گمشدہ شوہر کے فراق میں تڑپ تڑپ کر کاٹی تھی۔ اپنے جگر گوشہ کو ہمیشہ کے لیے اسی حسرت و ارمان میں

غرق رکھیں کہ اگر وہ اپنے پتا کو دیکھ لیتا۔ تو وہ بھی دوسرے بچوں کی طرح پتاجی کہہ کر اپنی آتما کو سکھ پہنچا سکتا۔

اے رحم کا وعظ کہنے والو! سب سے قریب تر کو رحم سے محروم کرنا کس اصول پر مبنی ہے۔

اے دنیا سے بھاگنے والو! اپنی بھکشا کے لیے دنیاداری کے دروازے پر روز روز ننگے سر، کشکول بدست ہوکر جانا، دروازے کے سامنے چپ چاپ کھڑے ہوجانا اور اس وقت تک کھڑے رہنا، جب تک بھکشا کا آٹا کشکول میں نہ پڑ جائے کہاں کا اصول ہے۔؟

اے دکھ اور سکھ کو جیت لینے والو! تم بھی روزانہ گداگری کے دکھ میں گرفتار ہو۔ تم نے ابھی تک بے فکری کا نام سکھ سمجھا ہوا ہے۔ اسلام کی دعوت سنو! وہ تمہیں جسمانی دکھ و سکھ کا بے حقیقت ہونا بتلائے گا۔ وہ روحانی دکھ اور سکھ سے تم کو باخبر کرے گا۔ وہ بشارت عظمیٰ کا تم کو مصداق و مورد بنائے گا۔ وہ تم کو اس پاک، مقدس، برتر ین، ہستی کا ایمان و ایقان عطا کرے گا جس کی بابت مہاتما گوتم سوال کا جواب دینے سے کنارہ کش رہے۔

آہ! میں کب تک کس بھائی کا نام لے کر اسے بلاتا رہوں گا، وہ سب سے پہلے پیغام لانے والا، وہ اسلام کی ہدایت کرنے والا تو اپنی بابت اور کل خلائق کی بابت یہ پیغام حاصل کرتا ہے۔

رسالت عامہ و تامہ

قُلْ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَاَنِ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۔

اے مشرق والو! اے مغرب والو! اے سیاہ، سفید، زرد اور سانولی رنگت والو! اپنے مختلف مزاجوں اور مختلف طبیعتوں والو! اپنی مختلف بولیوں اور لغات کے بولنے والو! خواہ تم ملکی، قومی، اختلافات، رسوم اور زبان کے اختلافات، تمدن و بدویت کے اختلافات اپنے اندر کتنے ہی زیادہ معلوم کر رہے، اور اپنے اختلافات کی وجہ سے اپنے کو دوسرے سے الگ الگ، جدا جدا، پونز اور اچھوت، برہمن اور شودر، ہندی و فرنگی، سیامی و چینی وغیرہ نام سے موسوم کر رہے ہو، لیکن اس میں کچھ شک نہیں اور کسی کو بھی جائے انکار نہیں کہ تم سب کے سب ایک چیز میں متحد ہو جاتے ہو۔ ایک بن جاتے ہو۔

وہ چیز کیا ہے؟

"انسانیت"

لہٰذا میں سب کو اسی انسانیت کے واحد رشتہ میں منسلک کر کے اعلان کرتا ہوں کہ میں سب کے پاس ان کے خالق کا، ان کے رازق کا، ان کے مالک کا، ان کے پالنے والے کا پیغام لے کر آیا ہوں۔

تم نے اس مالک کی بابت کچھ معلوم بھی کیا ہے۔ وہی آسمانوں کا خدا ہے۔ وہی زمین کا خدا ہے۔ روحانیت و مادیت سب اسی کی مخلوق ہے۔ وہی مسجود ہے وہی معبود ہے اور اسی عزیز مقتدر کا پیام میرے پاس موجود ہے

انکارِ اسلام انکارِ انسانیت ہے

اس پیام سے انکار کرنا انسانیت سے انکار کرنا ہے اور امید ہے کہ ابھی تک آپ

اس پست درجہ تک نہیں پہنچ گئے۔

اے انسانو! اے منشو! اے انسان کہلانے والو! میں دنیا کے کسی بزرگ کی توہین کرنے کو نہیں آیا، میں کسی صداقت کی تکذیب کرنے کو نہیں آیا، میں کسی حق کے باطل کہنے کو نہیں آیا۔

افراط و تفریط میں اعتدال

بلکہ سب صداقتوں کی تصدیق کرتے ہوئے، سب صادقوں کو راست باز مانتے ہوئے ان خندقوں کو بھر دینے کے لئے آیا ہوں، جو لوگوں نے انانیت کی بنا رکھی ہیں۔ اونچ نیچ کے دعاوی کے قلعے پست کر دیئے جاویں گے۔ تکبر اور غرور کی دیوار کو پیوند خاک کر دیا جاوے گا۔ تمام انسانوں کو انسانیت کی سطح واحد پر کھڑا کر دینا، رسم و رواج اور رنگ و زبان کے تباین کو دور کر دینا، ملکی و قومی منافرت کو دفن کر دینا میرا کام ہوگا۔ میری رسالت کا مقصد ہے کہ سب کے دماغوں میں ایک ہی ولولہ، سب کے دلوں میں ایک ہی جوش۔ سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ ہو۔ اور سب کی پیشانیاں ایک ہی آستان پر رکھی ہوئی ہوں۔

اللہ اکبر! اس پیارے داعی، اس محبوب داعی کا پیام کتنا زبردست تھا۔ ایسا پیام دنیا نے کبھی نہ سنا تھا۔ اور جس شوق اور امنگ کے ساتھ دنیا نے اس پیام پر کان لگائے، اور دل جمائے وہ نظارہ بھی کبھی آفتاب و ماہتاب کی آنکھوں نے دیکھا نہ تھا۔

ژند و پاژند و دساتیر کے لئے، وید و شاستر اور پوران کے لیے موسیٰ کلیم اللہ کی پکار پر اور عیسیٰ نبی اللہ کی دعوت پر انہی کے ملک اور انہی کی قوم کے سوا کسی نے کان بھی نہ لگائے تھے۔

مگر سیدنا و مولینا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دعوت پر حبشی، نوبی سوڈانی، افریقی، رومی، ایرانی، فلسطینی، خراسانی، شامی، مصری، حجازی، حضرمی، نجدی، یمنی اٹھ کھڑے ہوئے اور دربار محمدی کے خدام میں بیٹھ گئے۔ لوگوں کو صحابہ رضوان اللہ علیہم کے حالات پر عبور کم ہے۔ ورنہ ان کو مذکورہ بالا ممالک کے رہنے والے صحابہ کے اسماء مبارکہ بخوبی معلوم ہوتے۔ میں تو اختصار کے پیش نظر رکھتے ہوئے صرف حوالجات پر اکتفا کر رہا ہوں۔

ہاں ان مختلف ممالک سے آنے والوں میں مذاہب متعددہ کے لوگ شامل ہیں یہودی، عیسائی، پارسی، دہریہ، بت پرست، آزاد خیال، مذاہب کے تعدد کے سوا ان لوگوں کی حیثیات بھی متنوع ہیں مستقل سلطنتوں کے بادشاہ اپنی اپنی ریاستوں کے فرماں روا، دول عظام کے گورنر ڈوائسرائے، کشور کشایان نامور، شاعران سحر بیان، حکمائے و فلاسفر، تاجر، سپاہی، مزارع، زمیندار، آزاد، غلام، لونڈی، خاتون کیا دنیا کا کوئی مذہب اپنے ہادی، اپنے امام، اپنے نبی، اپنے مہرشی کی کامیابی کا ثبوت ان تین طریقوں سے پیش کر سکتا ہے۔

میرے معلومات اور مسموعات مجھے بتاتے ہیں کہ ہرگز نہیں۔ لہذا اس پیام کی بزرگی اور پیام آور کی عظمت تمام دنیا کے سامنے اظہر من الشمس ہو جاتی ہے

پیارے مسلمانوں! میں کب تک باہر والوں سے مخاطب رہوں گا۔ اور آپ کب تک اپنی گذشتہ عظمت کے واقعات سن سن کر حظ وافر سے محظوظ ہوتے رہیں گے۔

مجھے دریافت کرنے دیجئے کہ خود مسلمانوں نے اس پیام کے متعلق کیا کیا۔

کیا مسلمانوں سے مراد عہد حاضرہ کے مسلمان ہیں۔

سنو، سنو! سیدنا و مولینا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عرفات کے میدان میں دنیائے فانی کو چھوڑنے سے تین ماہ تین یوم پیشتر ایک لاکھ چوالیس ہزار برگزیدہ لوگوں کے سامنے جن سے بہتر اس وقت روئے زمین پر اور کوئی موجود نہ تھا۔ یہ فرمایا تھا۔

بَلِّغُوا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً ط میری طرف سے تبلیغ کرتے رہنا خواہ ایک ہی فقرہ کی ہو، خواہ ایک ہی آیت کی ہو۔

سو چنا یہ ہے۔ کہ ہمارے بزرگوں نے تو اس پر عمل کیا۔ لیکن کیا ہم بھی اس پر عمل کر رہے ہیں۔ حضور (فداہ اباءنا و امہاتنا) نے ہم کو حکم دیا تھا۔

فَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ ط موجودہ لوگ آئندہ نسلوں تک اسی پیغام کو اسی طرح پہنچاتے رہیں

کیا ہم نے آئندہ نسلوں تک پہنچانے کا کوئی سامان کیا ہے۔ اگر نہیں کیا۔ تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے حبیب رب العالمین سے اپنی شفاعت کے لئے کس طرح گذارش کر سکیں گے

معشر المسلمین! اب بھی وقت ہے اور قبر میں جانے سے پیشتر پیشتر پچھلی غلطیوں کی تلافی ممکن ہے۔

حضرت سلطان الہند رح

کیا آپ حضرت سلطان الہند خواجہ بزرگ سید معین الدین حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے کوئی سبق حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جو اسلامی ممالک کو چھوڑ کر اجمیر

جیسے کفرستان میں ایسے وقت پہنچے تھے جب کہ مسلمان کے سایہ پڑنے سے زمین کے ناپاک ہو جانے کا عقیدہ یہاں کے لوگوں میں راسخ تھا۔ ایک درویش ایک بے زر، بے سرمایہ، اللہ کے نام پر توکل کر کے بیٹھ گیا۔ اور بڑے بڑے جوگیوں، پنڈتوں رشیوں کو کفش بردار اسلام بنا گیا۔

پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ

کیا آپ حضرت شیخ الاولیاء، سید با صفا، شیخ عبد القادر جیلانی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پاک سے کچھ استفاضہ کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے ڈکیتوں، رہزنوں جرائم پیشہ لوگوں کو متقی و عالم و خدا ترس بنا دیا۔

سیدنا امام حسین علیہ السلام

کیا آپ سبط رسول امام ہمام ابو عبد اللہ الحسین علیہ السلام کے انوار سے کچھ اقتباس کرنا چاہتے ہیں۔ جنہوں نے دین حقہ کی تبلیغ کے لیے بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں ہوا خواہوں، خیر اندیشوں کو خاک و خون میں گرتے دیکھنا پسند کیا۔ مگر ظلم و طغیان کے سامنے ذرا گردن کو خم نہ کیا۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ

کیا آپ موذن رسول بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے استقلال و ہمت کو اپنا نصب العین بنا سکتے ہیں۔ گھوڑے کی طرح ان کے منہ میں لگام پہنائی گئی، کوڑے لگائے گئے، دشت و جبل میں پھرایا گیا۔ لیکن انہوں نے ہر مقام پر، ہر جگہ پر تماشائیوں کو، ناواقفوں کو، راہگیروں کو "اللہ احد" ہی کا نام سنایا اور اسی کے اسم اعظم کی تبلیغ فرمائی۔

ابو جندل رضی اللہ عنہ

کیا آپ ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہ کے عزم راسخ اور شوق کامل سے کوئی حصہ لینا چاہتے ہیں جنہوں نے کفار مکہ کی قید شدید میں تبلیغ کا کام زنداں میں جاری رکھا تھا اور ستر، اسی لوگوں کو نار جہنم سے رہائی دلانے میں کامیاب ہوئے تھے۔

سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ

کیا آپ مقری صادق اور مبلغ کامل مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے اسوۂ حسنہ پر گامزن ہو سکتے ہیں۔

یہ ماں باپ کے لاڈلے، ناز پروردہ تھے۔ تمام زندگی عیش و تنعم میں پوری کی تھی۔ ان کے بدن پر دو سو روپیہ سے کم کی پوشاک کبھی دیکھی نہ گئی تھی۔ باہر نکلتے تو رہوار پر سوار، آگے پیچھے غلاموں کی قطار، اسلام کے بعد ان تمام نمائشوں سے بیزار ہو گئے۔ کمبل کا ٹکڑا ببول کے کانٹوں سے سیا ہوا کندھے پر ہوتا تھا۔ اور یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہی بزرگوار مدینہ منورہ میں قبل از ہجرت مبلغ اسلام بن کر گئے تھے۔

ایمان بنو اشہل رضی اللہ عنہ

بنو اشہل کا سارا قبیلہ انہی کے ارشاد سے ایک دن میں مسلمان ہو گیا تھا۔

ذوالکلاع حمیری رضی اللہ عنہ

کیا آپ ذوالکلاع حمیری کی سیرت سے کچھ استفادہ کر سکتے ہیں۔ یہ قوم حمیر اور اضلاع یمن کے بادشاہ تھے۔ جب جھروکہ درشنی میں آ کر بیٹھتا تو پندرہ ہزار غلام سجدہ میں گر جاتے تھے۔ اسلام کے بعد مدینہ کی گلیوں میں پیادہ پا پھرا کرتے

تھے۔ بعض اوقات نفس کو ذلیل تر کرنے کے لئے بکرے کی کلیجی کو دانتوں میں پکڑ کر بازاروں میں سے گزرنا۔

معشر مسلمین! اسلام میں سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ اور ہر ایک مثال ہمارے لیے بہترین سبق ہدایت بن سکتی ہے۔

برادران دین سے عرض۔ حلف کی ضرورت

میں اپنے بھائیوں سے یہی عرض کروں گا کہ غفلت کو چھوڑیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد صحیح قائم کریں اور پیمان محکم کے ساتھ تبلیغ پر آمادہ ہو جائیں۔

کسی عمل صالح کا درجہ تبلیغ کو نہیں پہنچتا مقصود رسالت تبلیغ ہے اور ہمارے لئے ادائے حق رسول پاک کا ذریعہ تبلیغ ہے

تبلیغ کی احتیاج سب سے پہلے ان غریب مسکین لوگوں کا ہے جن کو اچھوت کا لقب دیا گیا ہے۔

ہر ایک مسلمان بھائی یہ ارادہ کرلے کہ وہ کبھی کسی کو اچھوت نہ کہے گا۔ یہ زخم رسیدہ ہیں، مظلوم ہیں، ہزاروں سال سے تختۂ مشق ظلم چلے آتے ہیں۔ اچھوت کہہ کر ان کے زخموں پر نمک پاشی کرنا ہے

اچھوت نہیں آدھندو

بے شک یہ آدھندو ہیں۔ اس دیش کی قدیم تہذیب و تمدن کے علم بردار ہی تو تھے۔ ان کو بھائی بناؤ۔ گلے سے لگاؤ مسلمان بنیں یا نہ بنیں۔ مگر ہم تو ان کے ساتھ انسانیت کا برتاؤ کریں۔

بیروزگاری و بے ہنری

تبلیغ کا کام خود مسلمانوں کے اندر بہت زیادہ ہے۔ مسلمانوں کو بیروزگاری اور بے ہنری کے عیوب بتاؤ۔

سود کا دینا

مسلمانوں کو بیاج دینے کے وعید و عذاب سے آگاہ کرو، یہ بے چارے دنیا میں بیاج دیتے دیتے تباہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہی بیاج کا دینا ان کی آخرت کو تباہ کر دیتا ہے

مقروض ہو کر مرنا

مسلمانوں کو سمجھاؤ کہ قرضدار ہو کر مرنا مسلمانوں کی شان کے خلاف ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقروض کی نماز جنازہ نہ پڑھا کرتے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو مقروض کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اس سے بڑھ کر قرض کی برائی کیا ہو گی کہ مسلمان ہو کر بھی وہ حضور رحمۃ اللعالمین کی آخری دعا سے محروم رہ جاتا تھا۔

اہل ہنر کی تعلیم کا انتظام

مزدوروں کو، پیشہ وروں کو، کاریگروں کو سنبھالو، ان کے لئے رات کے مدرسے کھولو، کچھ مدرسے وہ ہوں، جہاں تعلیم بذریعہ کتاب دی جاتی ہو۔ کچھ درسگاہیں وہ ہوں جو زبانی سبق سکھلاتی ہوں

چال چلن کی درستی، اخلاق کی نرمی، ہمسایہ اقوام کے ساتھ محبت و شفقت کا برتاؤ کرنا سکھلاؤ۔

باہمی تعلقات محبت

آپس میں تعلقات محبت کو زیادہ مستحکم کرو، اہل علم، اہل دانش کے پاس بیٹھنا سیکھو۔ پاکیزگی، صفائی، طہارت لباس کی پابندی کرو، صرف سادہ پانی کا استعمال انسان کو صاف و پاکیزہ رکھ سکتا ہے۔

اللہ کے ساتھ معاملہ کی درستی

ان سب باتوں کے بعد ایک مختصر اور ضروری گذارش یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ اپنا معاملہ درست کرو۔

ہر ایک بہن اور بھائی سے میری باادب گذارش ہے کہ ۲۴ گھنٹوں کے اندر ایک گھنٹہ آدھا گھنٹہ ایسا ضرور ہونا چاہیے جب کہ پوری توجہ اور پورے شوق کے ساتھ تم اپنے قلب کو اللہ تعالیٰ کی طرف لگا سکو۔ بس پھر سب بیڑا پار ہے ؎

داریم نراز گنج توفیق نشان　　　گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والسلام علی المرسلین

ثم الصلوٰۃ علی النبی فانہ

یبدای بہ الذکر الجمیل ویختم

احقر راجی شفاعت و غفران

محمد سلیمان سلمان منصورپوری

فضائل اسلام

(یہ علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب مرحوم کا وہ پُرمغز لیکچر ہے۔ جو مارچ ۱۹۲۵ء کو آپ
نے حالت سفر میں بمقام چھاؤنی نیم کا تھانہ ریاست جے پور قلم بند کیا۔ اور ندوۃ العلماء
کے اجلاس میں پڑھا گیا اور بہت مقبول ہوا۔)

الحمد للہ الحلیم الحکیم۔ والصلوٰۃ علی نبیہ الذی کان بالمومنین رؤف
الرحیم۔ فصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ وبارک وسلم اما بعد۔

معشر المسلمین!

مذہب روح انسانی کے لئے ایسا ہی ہے جیسے ہوا جسم انسانی کے لئے
یہ ممکن ہے کہ کسی قطعہ زمین پر انسان نہ پایا جائے۔ مگر یہ ناممکن ہے کہ انسان تو پایا جائے
اور وہاں مذہب کا نشان نہ پایا جائے۔

ہاں مذہب وہ ہے جو انسان کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ صحیح تر یہ ہے کہ انسان
پیدا ہی مذہب کی فضا میں ہوتا ہے

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا

ایسے مذہب کی تعریف ان الفاظ میں کی جا سکتی ہے
وہ کسی اعلیٰ ہستی کا خیال جسے انسان سب سے برتر اور فائق و بالا سمجھتا ہے۔
جہاں تک وحشی اقوام کے حالات تاریخ کو ملے ہیں (وہ امریکہ کے قدیم باشندے تھے
یا افریقہ کے بن باسی) ان سے ثابت ہوا کہ ہر ایک قوم اسی خیال کی مطیع ہے۔ اور یہی

مقدس خیال ان کا مایہ ناز رہا ہے۔

ان چھوٹی چھوٹی اقوام کے ذکر کی حاجت نہیں۔ دنیا میں سینکڑوں ایسے مذاہب ہو چکے ہیں جن کے تحت ہزاروں، لاکھوں انسان اپنی انفرادی اور قومی زندگیاں بسر کرتے ہوئے دنیا سے ناپید ہو گئے ہیں اور انہیں کے ساتھ ساتھ ان کے مذاہب بھی لحد فنا کے ہم آغوش ہو چکے ہیں۔

مہ آبادیوں اور گل شاہیوں کے آئین کا اب کون پتہ دے سکتا ہے۔ جو کبھی سارے ایران پر حکمران تھے اس وقت جب کہ ایران کا نام بھی ایران نہ پڑا تھا۔

مصر کے چرواہوں اور بابل کے ڈکتیوں اور روما آباد کرنے والے رہزنوں کے مذہبی رسم و رواج اب کیسے معلوم ہیں۔

ہندوستان کے اصلی باشندوں کی مرجاوا کی بھی یہی حالت ہے۔

مصر و یونان، ایران و ہندوستان اپنے اپنے عہد ترقیات میں بڑی بڑی تہذیب و دانش کے مرکز رہ چکے ہیں۔ اور ہر ایک نے اپنے مذہب سے ترقیات کے جلوے دکھلائے ہیں۔

قدیم یونان میں رہبانیت کی جو تعلیم تھی، وہ حکماء کلبیہ دیو جانس وغیرہ کے حالات سے آشکار ہے اور نظام عمل و استقرائے علم کا طریقہ سقراط، واقلیدس کے احوال سے نمودار ہے۔

آئین ایران کی نشوونما کا اندازہ زرادشت و جاماسپ کے فرمودے بتا رہے ہیں۔

ہندوستان کے اصلی باشندوں کے عہد کے بعد ایک زمانہ تھا کہ آریہ قوم یہاں آئی۔ وسط ایشیا کے وسیع میدان فصاحت بیان کے ساتھ کہہ رہے ہیں۔ کہ یہ چنچل بچے

اسی کی گود سے نکلے اور بام تبت کی صدا اب تک بلند ہے کہ ان نام برداران نے اس کے دامن سے رخصت حاصل کی۔ ہمیں لازم ہے کہ ان دعاوی کے فیصلہ کا قصد نہ کریں۔ ہم کو تو صرف یہ کہنا چاہیے کہ اس ملک میں آجانے کے بعد ان کو ویدک شرتیوں کے درشن ہونے لگے

ان سبھ کرنوں کے نام ونشان پر جن کے نام ان شرتیوں کی پیشانی پر نقشہ ہر صندل ہیں۔ قدامت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور خود ہندو قوم میں ان کی شخصیت پر گوناگوں بیانات بنائے گئے اور تسلیم کیے گئے ہیں۔ لیکن بالاتفاق اس زمانہ کو ست جگ سے یاد کیا گیا ہے۔

یہ مان لینا چاہیے کہ اس تعلیم کا ساری قوم پر خوب اثر ہوگا۔

پھر ایک اور وقت آتا ہے جب گوتم بدھ جی کی اپدیش نے لوگوں کے سامنے کچھ نئے نئے انداز سے ایسے الفاظ پیش کیے جن کی ظاہری صورت موہنی بنی کہتے ہیں کہ رحم دلی آگے بڑھی اور ابنتر بھگتی پیچھے ہٹ گئی۔ ہاں رحم دلی کے اظہار میں شاعرانہ نزاکتوں سے کام لیا گیا۔ حیوانات کی رکھشا میں انسان کی قدر وقیمت گھٹ گئی،

اشوک کی حکومت نے ابتدائی اصولوں کی خام کاری کو کس قدر دور کیا، اور پھر ان باتوں کی اشاعت میں پورا زور دکھلایا۔

جین مت نے انہیں خیالات کے سایہ میں نشوونما پائی۔ تاریخ سخت حیران ہے کہ کم آزاری کی اوٹ میں نوع انساں کو سخت ترین تکالیف کا سامنا ہوا۔

ہندوستان ایسے ہی متضاد تاثرات کا تختہ مشق بنا ہوا تھا۔ کہ بھارت اعظم کی اولاد پانڈوں اور کوروں میں جنگ عظیم برپا ہوگئی۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کا کوئی

باشندہ نہ تھا جو اس جنگ میں شریک نہ ہوا ہو۔

اسی جنگ کی یادگار میں ھوەرھند بید بیاس جی نے اپنی مشہور کتاب "مہابھارت" تصنیف کی ہے۔

جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ملک جس کے بہادروں کی تعداد اس طرح بیان ہوئی ہے کہ سڑکوں کے کناروں پر کھڑے ہوئے چاہات فوج کی گرد راہ سے اٹ گئے تھے۔ بالکل خالی ہو گیا کہتے ہیں کہ ان کروڑوں میں سے صرف گیارہ بارہ آدمی زندہ بچ گئے تھے۔ فتح یاب پانچوں پانڈوں کا شمار بھی اسی عدد کے اندر ہے۔

بالآخر انہوں نے بھی دیر ناپائدار کے بھیانک چہرہ سے منہ موڑ کر اپنے پاؤں چل کر ہمالہ کی سفید برف کا پاک کفن اوڑھ لیا تھا۔

جنگ کے ساتھ ہی علوم و فنون بھی فنا ہو گئے اور تہذیب و تمدن کے افسانے بھی افسانے بن گئے۔

زرتشت ایرانی کا زمانہ وید بیاس جی مہراج کا زمانہ تھا۔ ایرانی تاریخ کہہ رہا ہے۔ کہ جن دنوں گشتاسپ نے بلخ کو اپنا دارالسلطنت بنا رکھا تھا، اور وہ فتح چین کے منصوبے سوچ رہا تھا۔ انہیں ایام میں ویدبیاس جی نے بلخ پہونچ کر زرتشت سے ملاقات کی تھی۔

زوال ایران کا زمانہ بھی گشتاسپ سے دو نسلوں کے بعد ہی شروع ہو جاتا ہے اور ہندوستان کے زوال کا عہد بھی اسی کے ساتھ ساتھ لگا ہوا ہے۔ پھر تو ان ممالک میں ایسی ابتری چھائی اور ظلمات کا دور دورہ ہوا۔ جو آپ ہی اپنی نظیر تھا۔ اگر ہندوستان میں بام مارگیوں کا زور تھا۔ تو ایران میں بھی مزدکیہ کی شوکت و قوت کچھ کم

نہ تھی۔

یہی وہ زمانہ ہے کہ بنی اسرائیل کا اقبال بھی ان کو چھوڑ چکا تھا۔ وہ برسوں سے بادشاہان مصر اور حکمرانان شام کے تختہ مشق ستم بن گئے تھے اور بنو کد نصر نے تو ظلم و ستم کو انتہا تک بڑھایا۔ بیت المقدس کو جلایا، شہر کو گرایا، عمارات سربفلک کو پیوند خاک بنایا، ہزاروں، لاکھوں کو خاک و خون میں سلایا اور جب قتل کرتے کرتے تلواروں نے بھی جواب دے دیا تب باقی ماندہ کو رسن بستہ بابل لے گیا جس کے بعد وہ کبھی نکبت وادبار سے سبکدوش نہ ہوئے۔

وہ بنی اسرائیل جو کبھی ایک مستقل شریعت کے حامل اور مضبوط حکومت کے مالک تھے۔ وہی اب دنیوی عزت اور دینی حرمت سے بالکل خالی رہ گئے تھے۔

"یورپ ایشیا سے بدتر حالت میں تھا"

اگرچہ قسطنطین کی تلوار نے عیسائیت کو یورپ میں داخل کر دیا تھا۔ مگر پھر بھی حکومت بت پرستوں ہی کے ہاتھ میں تھی اور بت پرستی ہی سب سے بڑی محبوب چیز تھی۔

اتوار (یوم الشمس) کی حرمت اور شکل صلیبی کا احترام (جو ان بت پرستوں کے نزدیک تقاطع دوائر فلکی کا نشان تھا) نیز ترک ختنہ ایسے عطیات ہیں، جو غیر اقوام کی سے عیسائیت کو ملے ہیں۔

تمام دنیا کی مذہبی حالت ایسی ہی تھی اور تمام مذاہب ایسی ہی پستی میں گر گئے تھے۔ اگرچہ وہ پیشتر ازیں بڑے بڑے کارنامے دکھا چکے تھے۔

"ایسی حالت میں اور ایسے زمانہ میں اس مذہب کی روشنی کی نمود

ہوئی جس کا پاک نام اسلام ہے"۔

جس طرح سخت حبس اور گرمی کے بعد باران رحمت کا نزول ہوتا ہے جس طرح سخت اندھیاری رات کے بعد آفتاب عالمتاب کا طلوع ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح افق عالم پر اسلام نے اپنے نور کا ظہور دکھلایا۔

تمام عرب اور بخصوص حجاز ان خرابیوں میں جو تمام دنیا پر فرماں روا تھیں اوروں سے کچھ کم نہ تھا۔

عرب کی تاریخ قومی روایات کی حضانت میں دنیا کے دیگر ممالک سے نسبتہ زیادہ محفوظ رہی ہے۔ اس لیے ان سب حالات کو جو قتل، غارتگری، قمار بازی، دختر کشی، شراب خوری، بت پرستی وغیرہ وغیرہ کے متعلق ہیں، مدنظر رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عرب ان خرابیوں میں سب کا گرو گھنٹال تھا۔ اسی لیے قدرت الہی کا اقتضا یہ ہوا کہ یہیں سے چشمہ صفا ابلے اور اسی مقام سے نور ہدی کا پرکاش ہو۔

تخصیص مکہ کی توضیح میں یہ صرف ایک وجہ ہے۔ لیکن اس تخصیص کیلیے تو بہت سے دلائل اور شواہد ہزاروں سال پہلے سے موجود تھے۔

یکے از آں جملہ یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جو یہودیوں، عیسائیوں، صابئین اور مسلمانوں کے جد اعظم ہیں اور ان اقوام کی مجموعی تعداد دنیا کی تمام دیگر اقوام سے افزوں تر ہے مکہ ہی کو ہدایت عالم کا مرکز قرار دیا تھا۔ اور انہوں نے اپنے اس اکلوتے بچہ کو یہاں آباد کیا تھا جس میں مختلف اقوام کی راہنمائی و ہدایت فرمائی کی۔ استعداد فطری اور قابلیت وہبی موجود تھی۔ میری مراد سیدنا اسمعیل علیہ السلام سے ہے۔

ان کے والد بزرگوار کا مولد عراق اور ہجرت گاہ شام ہے اور فلسطین کو انہوں نے توطن کے لیے پسند فرمایا تھا۔

ان کی والدہ مصر کی شاہزادی ہیں اور علوم مصریہ کی تعلیم ان کو شاہانہ اہتمام سے ملی تھی۔ اسمعیل علیہ السلام کی اہلیہ سردار جرہم کی دختر تھیں۔ اس سردار کا عرب کے بڑے حصہ پر اقتدار تھا۔ ان خصوصیات سے اسمعیل علیہ السلام بابلیوں، شامیوں اور فلسطینوں، مصریوں اور حجازیوں کے علوم و فنون اور السنہ کے جامع بن گئے تھے۔ پھر وہ نجد و حجاز اور یمن و حضر موت کے لیے رسول رب العالمین بنائے گئے اور درجہ نبوت پر فائز ہونے کے بعد علوم سماوی کے خزائن ان پر کھول دیے گئے اسی طرح عربی زبان جس میں ان کو فرائض تبلیغ ادا کرنے پڑے ان جملہ علوم و محاسن اور فضائل و محامد اور معارف و حقائق کی جامع بن گئی۔ جو ان اقوام و ادیان میں پہلے سے پائی جاتی تھیں اور جن میں وحی ربانی نے بیش از بیش اضافہ پر اضافہ کر دیا تھا۔ از آں جملہ یہ ایک اور وجہ تھی۔ جو مکہ کو ہدایت عالم کا مرکز بنانے کی ہے۔

خیر میں اس بیان کو نا تمام چھوڑتا ہوا اسلام کے متعلق کہوں گا جس کا ظہور عرب سے ہوا کہ اسلام وہ مذہب ہے جس کے نور تام یعنی سیدنا و مولینا محمد مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کی آنکھوں کو روشن فرمایا ہے۔

دنیا کی حالت خود اس امر کی مقتضی تھی اور قدرت ربانیہ نے خود ارادہ فرمایا تھا کہ اس مکروہ و قابل نفرت تاریکی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ جس نے بڑے بڑے ملکوں اور بڑی بڑی قوموں کی تاریخی عزتوں کو خاک میں ملا دیا تھا۔ اور نوع انسان کو وحشیانہ طبقہ کا مماثل بنا کر انسانیت کو تباہ کر دیا تھا۔

نورِ اسلام کی چمک نے ہزاروں کی آنکھوں کو کھول دیا، انسان نے دنیا کو بھی دیکھا اور خود اپنے آپ کو بھی دیکھا، تب اسے خود اپنی برہنگی سے شرم آنے لگی بغیر طرح چھپٹے اور انہوں نے لِبَاسُ التَّقْوٰی ھُوَ خَیْرٌ کے دامن میں جگہ حاصل کی

بعض کی آنکھوں میں اس نور سے خیرگی پیدا ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ آنکھیں موندھ لو، پھر روشنی خود ہی مٹ جائے گی۔

بعض نے کہا کہ سورج کی روشنی کو بادل اور آندھی بھی تو چھپا ہی لیا کرتے ہیں۔ آؤ الزامات کے گرد و غبار اڑاؤ، مطلع تاریک کر دو، یہ نور بھی معدوم ہو جائے گا۔

الغرض کسی قوم، کسی مذہب، کسی شخصیت کے فنا کرتے ہیں جتنی تدابیر جتنے حیلے، جتنے طریقے آج تک کسی ظالم و جابر، کسی ڈکیت، کسی قاتل کسی رہزن نے دنیا میں استعمال کیے تھے۔ وہ سب کے سب اسلام اور ہادی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فدائیان اسلام کے مقابلہ میں استعمال کیے گئے

نتیجہ کیا ہوا؟

یہ کہ اسلام انگور کی بیل ثابت ہوا۔ وہ کاٹنے سے بڑھا۔ وہ خونی قربانی کے بعد بھی بڑھا۔ اور بالآخر وہی کام و دہان عالم کا چاشنی بخش ثابت ہوا۔

صاحبان! یاد رکھیے! کہ اسلام زندہ اصولوں کو لے کر دنیا میں آیا ہے اور اس نے حی القیوم، زندہ خدا کی حمایت سے نشو و نما پایا ہے۔ اور وہ برابر آج تک تمام دنیا کے لئے روح القلوب اور قرۃ العیون ثابت ہوا ہے۔

ہاں میں مختصر بتاؤں گا کہ ان زندہ اصولوں میں سے چند اصول کیا ہیں۔

اصول اوّل

"اسلام حامیٔ علم و برہان ہے"

علم کی برتری پر آج تمام دنیا متفق ہے۔

(۱) یہ اسلام ہی ہے جس کی کتاب حمید کا آغاز بیان علم سے ہوتا ہے۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝

اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝

یہ وہ آیات بینات ہیں جن کا نزول جملہ آیات قرآنیہ سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کے نبی و رسول پر ہوا۔

غور کرو!

جس مذہب کی بنیاد انکشاف علم پر ہے۔

جو انسان کی مکرمت و شان وجود علم سے بتاتا ہے۔

جو تحریر کو اشاعت علم کا صحیح ذریعہ ٹھہراتا ہے۔

جو حقوق ربوبیت کے استحقاق ہیں انسان پر نوشت و خواند کا فرض عام عائد کرتا ہے۔

جو پانی کے کیڑے کو حالت جہول و ظلوم سے نکال کر تعلیم و تعلم کے میدان میں لاتا ہے اور علم و دانش کے شہپروں سے بلند کر کے عزت و اکرام کی چوٹی پر پہنچاتا ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (بنی اسرائیل) کے احتشام سے اسے انکشافات ارضی اور تصرفات بحری کا حقدار ٹھہراتا ہے۔

وہی مذہب اس زندہ اصول کا مالک ہے۔

(ب) قرآن الحکیم کو دیکھو! کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا تعلیم دی گئی۔ وہ یہ ہے کہ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کو اپنا ورد بنا لیں۔ اور نفس قدسی کو ہر وقت فراوانی علم اور افزونی علم کا شائق وطالب اور ساعی وراغب بنائے رکھیں۔

غور کرو! کہ کیا مال ودولت یا حکمرانی وسلطنت یا آسودگی اور رفاہیت یا اظہار شان وشوکت یا فراوانی جاہ وحشمت ایسے نبی اللہ کا مدعا بن سکتے ہیں جس کا قلب اطہر ہر وقت حقائق علمیہ کا گرسنہ اور جس کی روح انور ہر لحظہ انوار عرفان کی گرسنہ ہو۔ جو اپنے مالک پروردگار سے ہر وقت وہر ساعت میں علم مزید کے مراد رید حاصل کرتا ہو۔ جو ہر طرفت العین میں عیون علوم پر قابض بنتا ہو۔ کیا اس اسوہ حسنہ کے بعد اس کی امت کسی اور شئے کی دلدادہ وفریفتہ بھی ہو سکتی ہے۔

(ج) علم کا درجہ جو اسلام میں ہے۔ وہ ایک معمولی سے مسئلہ فقہی سے آشکار ہو سکتا ہے۔

اہل اسلام کے ہاں کتا نجس العین جانور ہے۔ لیکن جب وہی جانور مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ کا مصداق بن جائے تب اس کا شکار حلال ہے غور کرو! کہ سگ پلید کا منصب کس نے بلند کر دیا۔؟

ہاں یہ ترقی علم ہی کے طفیل ملی ہے۔ اور یہ ایک مثال ہے اور اس سے ان ترقیات کا روحانی اندازہ ہو سکتا ہے جو آیت يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ میں انسان کے لئے خاص فرمائی گئی ہیں۔

(د) اسلام نے حصول علم کا جو شوق ورغبت دلائی ہے اور ہر مسلمان کو شہد

کی مکھی بن کر سب جگہ سے شہد علم فراہم کرنے کی اشارت فرمائی ہے۔ وہ اس ارشاد سے ظاہر ہے هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ہ

(۵) یہ اسلام ہی کی علم پروری ہے۔ کہ سیدنا و مولینا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے القاب عالیہ خاتم النبیین و رحمۃ للعالمین کے ساتھ ساتھ حضور کو يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کے وصف سے موصوف فرمایا گیا یعنی معلم کتاب الٰہیہ ہونا اتنا بڑا شرف ہے کہ سرور کائنات ہی کو حقیقۃً اس لقب کا شایاں ٹھہرایا گیا۔

(۶) یہ اسلام ہی کی علم نوازی ہے کہ بدو ظہور سے ابواب علم و حکمت ہر قوم و ہر متنفس کے لئے کشادہ رکھے ہیں۔ قرون اولی کی تاریخ شاہد ہے کہ اندرون چین سے لے کر انتہائے سوڈان تک اور بلاد خراسان سے لے کر سرحدات مراکش تک دروس علمیہ کا افتتاح کر دیا گیا تھا۔

اگر آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ

سیبویہ، بوعلی اور زجاج جو آئمہ لغت و نحو ہیں یہ عربی النسل نہیں۔

امام اللغت اسمٰعیل بن محمد جوہری، اور استاد مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی بھی عرب کے باشندے نہیں

ابو الفرج مسیحی جس کی تصانیف عربی زبان میں بکثرت ہیں مالٹا کا باشندہ ہے۔

مورخ الشہیر برہان الدین موصل میں پیدا ہوئے۔

علامہ ابن خلدون جو فلسفہ تاریخ کے موجد ہیں مولود ٹیونسی ہیں۔

مقریزی کے وجود پر بعلبک کو فخر ہے

تب اعتراف کرنا پڑے گا کہ اسلام نے غیر اقوام کو سربلند کرنے اور ذرہ ذرہ

اعلائے علم تک پہنچانے میں کیسے کیسے بے نظیر کام کیے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کو سب جانتے ہیں. اہل فارس سے ہیں۔

امام المحدثین محمد بن اسمعیل بخاری اور امام ہمام مسلم بن حجاج صاحبان صحیحین اور دیگر اکثر آئمہ محدثین بھی غیر عرب ہیں۔

ان سب نظائر سے پایا جائے گا کہ اسلام نے علم و فضل اور حکمت و دانش کو ایسا عام بنا دیا تھا۔ کہ عرب و غیر عرب سب کے سب برادران رضاعی کی طرح ایک ہی شیر سے پل رہے تھے اور برادران شفیق کی طرح میراث نبوی میں برابر کا حصہ لے رہے تھے۔

برادران! اسلام دلائل صحیحہ اور برہان کا حامی ہے۔ وہ سخت سے سخت جھگڑالو، ضدی، ہٹ دھرمی سے بھی یہی خطاب رکھتا ہے۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ — اگر تمہاری بات میں صداقت ہے۔ تو برہان پیش کرو

توحید جیسے ضروری اور دقیق مسئلہ کو بھی دلیل کے بغیر منوانا نہیں چاہتا۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا — اگر زمین اور آسمان کے مالک اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہوتے تب نہ زمین قائم رہتی نہ آسمان باقی رہتا۔ دونوں کے دونوں برباد ہو گئے ہوتے۔

نظام عمل میں یہ دلیل ایسی زبردست ہے کہ اب زمین کا ہر ذرہ اور آسمان کا ہر

تشنۂ توحید کا شاہد بین بن گیا ہے۔

ثبوت نبوت کے متعلق بھی روش ہے۔ ایک ہی آیت پر غور کرو۔ اس میں نبوت کے کتنے خواص ظاہر فرمائے ہیں۔

یَتْلُوا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ ط

یَتْلُوا عَلَیْهِمْ بتلاتا ہے کہ نبی وہ ہے جسے مبدء فیاض سے نسبت اختصاص ہوتی ہے۔ ایک طرف وہ بلاواسطہ علیم الحکیم سے علوم کا استفاضہ کرتا ہے۔ اور دوسری طرف وہ بلاشائبہ غرض اور بلا آمیزش طمع اہل عالم پر افاضہ فرماتا ہے۔ وہ ایک فوارہ نور ہے کہ سماء اعلیٰ سے جو کچھ اس کے خزانہ میں آیا۔ اسی کو فوراً دوسروں تک پہنچایا۔

یُزَکِّیْهِمْ بتلاتا ہے کہ تعلیم نبوت کے بغیر کتنے دل عقائد فاسدہ سے روسیاہ ہوتے ہیں اور کتنے دل شک و زیغ کے ہاتھوں خانماں تباہ

بہت ہوتے ہیں جن کی بصیرت کی آنکھوں پر چربی چھائی ہوتی ہے اور بہت ہوتے ہیں جن کی کشت زار عمل خشک و مرجھائی ہوتی ہے۔ اس وقت نبی اللہ ہی کا کام ہوتا ہے کہ حکیم حاذق کی طرح ان امراض کی تشخیص کرے۔ پدر شفیق کی طرح سب کو اپنی تربیت میں لے لے۔ شاہ عادل کی طرح ہر ایک سرمایہ دار کی حفاظت کرے

یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ ط بتلاتا ہے۔ کہ نبی اللہ کا کام صرف اسی حد پر ختم نہیں ہو جاتا کہ مس زنگ آلود پر قلعی چڑھا دے۔ قلوب کو عیوب سے پاک کر دینے کے بعد پھر ان کی خبر بھی نہ لے۔ نہیں، نبی اللہ تو وہ ہے جو ہر ایک کے ظرف میں آب حیات بھی بھر دیتا ہے۔ جو ہر ایک دامن کو گلہائے خلد بہار کا چمن زار بھی بنا دیتا ہے۔ جو ہر ایک مریض مداوا کے بعد اکسیر زندگی عطا کر کے رخصت کرتا ہے۔

اَلکِتَاب ؕ قرآن مجید کا علم ہے۔ اس کا مصدر قوت جمعیت کو ظاہر کرتا ہے اور معقول کو محسوس بنانے کی طاقت رکھتا ہے۔

حِکمَت ؕ کی شان فصل قضایا ہے۔ اس کا اثر صواب و سداد اور اتقان و استحکام ہے۔ ان جواہر زواہر کی قیمت لگاؤ کہ نبوت کے معنی معلوم ہو جائیں اور نبی اللہ کے نفس قدسی کے ساتھ ایمان تازہ عقیدت بے اندازہ بڑھ جائے۔

منکرین غور کریں کہ نبوت پر کیا کیا برہان پیش کی گئی ہے۔

میرے اس مختصر بیان سے واضح ہو گیا ہے کہ اسلام ہی مذہب علم ہے۔ یعنی علم ہی اسلام ہے۔ اور اسلام ہی علم ہے

اصول دوم

اسلام تمام دنیا کے لیے محبت تام اور وداد دوام ہے۔

عربی دان جانتا ہے کہ عربی مصادر کا مادہ تین حروف کا ہوتا ہے۔

اسلام میں اگرچہ پانچ حروف ہیں اور اسی لیے وہ ارکان خمسہ کا مجموعہ ہے۔ مگر یہ لفظ بھی سلم سے بنا ہے۔ قرآن مجید میں ہے "اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً"

یہ حکم الٰہی ہے جو نوع انسان کے ہر فرد کو "صلح" کی تحت میں داخل ہونے کا ارشاد فرماتا ہے یہی صلح عام تو اسلام ہے

معشر الناس!

وہ مذہب جس کی بنیاد سلم و صلح ہو۔

وہ مذہب جو آشتی کا منادی ہو۔

وہ مذہب جو سب کو موانست و مسالمت کی دعوت دیتا ہو۔

ضرور ہے کہ وہی حجت تام کا مالک ہو۔

اس اصول کو محک امتحان پر لاؤ اور وسعت آباد جہاں کے افق تک اپنی نگاہ کو بڑھاؤ کہ کیوں کو جملہ اہل عالم محدود دوائر کے اندر گھرے ہوئے تھے۔ کیوں کہ انہوں نے اپنی اپنی قلتین کو سمندر سمجھ رکھا تھا بلکہ مجھے صاف کہہ دینا چاہیے کہ کس طرح دنیا کا ہر مذہب دنیا کے جملہ مذاہب کو جھوٹ اور بطلان بتلا رہا تھا۔

ایران والوں کا دعوی کہ سروش آسمانی صرف ایرج ہی کی نژاد کو ملا ہے۔

بنی اسرائیل کا دعوی کہ نبوت کا شرف صرف اسرائیل ہی کی اولاد کی میراث ہے۔

ہند والوں کا دعوی کہ آکاش بانی کا درشن صرف گنگا جمنا کے اشنان کرنے والوں یعنی انہیں وادیوں کے رہنے والوں نے پایا ہے۔

اہل چین کا دعوی کہ صرف انہیں کی قوم کو فرزند آسمانی ہونے کا منصب ہے۔

اگرچہ بجائے خود بڑے شاندار دعاوی ہیں۔ مگر ان دعاوی کا نتیجہ کیا تھا!

ایک زرتشتی اپنے سوا کل مذہب کو دروغ بتلاتا۔

ایک اسرائیلی اپنے سوا جملہ ادیان کو (جن میں زرتشتی بھی شامل ہے) باطل قرار دیتا۔

ایک سناتن دھرمی اپنے سوا (جن میں زرتشتی و اسرائیلی بھی شامل ہیں) سب کو است کہتا۔

ایک کانفیوشنی جملہ ملل کو (جن میں سناتن دھرمی بھی آگیا ہے) بیگانہ ارحق قرار دیتا تھا

خیال کرو! کہ ان شاندار دعادی سے کیا حاصل ہوا۔

کیا یہی کہ کل دُنیا نے کل دنیا کو جھٹلا دیا۔

اور ہر ایک قوم نے اپنے آپ کو کل دنیا سے نرالا انسان بنایا۔

اس طرح نفرت اور دوری بڑھتی گئی۔ قومیں قوموں سے اور ملک ملکوں سے دور ہوتے گئے ؎

بالمقابل کہہ رہا ہے دیوانہ ایک ایک کو
اب کیا تمیز رہ گئی دیوانہ اور فرزانہ میں

آگے چل کر اس زہریلی ہوا کا اثر یہ ہوا کہ ایک ہی ملک اور ایک ہی قوم کے اندر بھی تفریق اور افتراق پیدا ہو گیا۔

اسرائیلوں کے بارہ اسباط میں سے صرف بنی لاوی کو خطا کی قربانی پیش کرنے اور گناہ گار کو معافت کرنے کا حق حاصل تھا۔ اور کسی سبط کو نہ تھا۔

ہر دوار کی پوڑیوں پر اور پہوتیہ کے تالاب کے کنارہ پر خاص خاص پروہتوں یا پانڈوں ہی کی یہ شکتی ہے کہ جیو کو نرگ میں دھکیل دیں یا سرگ میں بھیج دیں۔ باقی سب برہمن بھی اس طاقت سے دور سمجھے گئے۔

مراتب کی یہ دائمی تفریق اس محبت تام کے خلاف تھی جس کا مقصد یگانگت واتحاد اور سلم وسداد اور محبت ووداد ہے۔

اسلام کا جملہ اقوام عالم پر یہ احسان ہے کہ اس نے مرض کو تشخیص کیا اور چارہ گری کا عزم کر لیا۔

اسلام نے پہلے تو سب کو لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ سنا کر تسلی دی۔ اور بعد ازاں اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَافَّةً کی دعوت دے کر وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا کے اصول سے روشناس کیا۔

وحدت دعوت کے ساتھ وحدت قومیت کے معنی بتانے اور اسرار توحید کا

انکشاف فرماتے ہوئے وحدت کلمہ کی طاقت کو بھی آشکار فرمایا۔

اس اعلیٰ تعلیم کا جو ثمرہ ہوا۔ وہ دنیا نے دیکھ لیا کہ

اختلاف زبان اور تباین الوان کی حدود ٹوٹ گئیں۔

قومی خصوصیات کا غرور خصائص اخلاق سے مبدل ہو گیا۔

تمام دنیا خاندان واحد کے افراد بن گئی۔

یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا کا جلوہ نظر آنے لگا۔ انھی پر کُوۡنُوۡا عِبَادَ اللّٰہِ اِخۡوَانًا کی ضرب المثل صادق آئی۔ عبودیت باری کے مضبوط رشتہ نے سب کو اخوت فی الدین کی قرابت سے متحد و متفق ہم عقیدہ و ہم نوا، یک دل و یک زبان بنا دیا۔

اسلام ہی نے محبت کو اپنی اصل ٹھہرایا اور وہی اس اصول میں کامیاب بھی ہوا۔

اصول سوم

اسلام تمام دنیا میں سب سے پہلے اخوت کا ملہ کا بانی ہے۔

مجھے انگلستان کی "برادر ہڈ سوسائٹی" (Brother Hood Socity) کے حالات معلوم ہیں۔ اس کا وجود اسلام سے بہت بعد کا ہے۔ اور اس میں اخوت اسلامی کے ظلال کا تشابہ سا پایا جاتا ہے۔

صاحبان! یہ اسلام ہی ہے جس نے تحریر و تقریر میں مخاطبین کے لئے الفاظ برادر و اخوان اور اس کی مرادفات کا استعمال کیا۔ فرقان حمید پڑھو!

وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ — خدا کی اس نعمت کو جو تم پر ہے یاد رکھنا۔ کہ تم پہلے

اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ — دشمن دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں کو آپس

قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا
میں وصل کر دیا۔ تب تم بفضل الٰہی بھائی بن گئے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اخ کی جمع اِخْوَۃٌ بھی ہے اور اخوان بھی اخوۃ برادران نسب کو اور اخوان برادران محبت کو کہا جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ برادرانِ محبت والفت کو یہاں تک تقویت دی گئی کہ لغت عرب میں اس کے لیے مستقل لفظ موجود ہو گیا۔

صاحبان! یہ اخوانی اور یہ محبت ایمانی صرف زبانی لسانی ہی نہ ہوتی تھی۔ بلکہ اس مواصلت میں منسلک ہونے والے وراثت اور تقسیم جائداد میں بھی برابر کے حصہ دار ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ باطنی علاقہ کے سامنے اس ظاہری برتاؤ کی بھی ضرورت نہ رہی۔

یہ وہ نفوس قدسی تھے کہ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ کے عرفان نے جان و مال کے دعوے سے دست بردار کر دیا تھا۔

یہ وہ تھے کہ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ کی مسرت نے مال و منال اور ذات وعیال کی ملک سے بے خود بنا دیا تھا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

اخوت اسلامی اپنے رنگ میں ترقی کرتی رہی حتیٰ کہ وہ امیر المومنین عمرؓ جس کے نام سے قیصر و کسریٰ کے اندام پر لرزہ تھا، سر ممبر بلالؓ حبشی کا ذکر کرتا ہے تو یہ الفاظ اس کی زبان سے نکلتے ہیں سیدنا ابوبکر اعتق سیدنا بلالاً ہمارے سردار ابوبکرؓ نے ہمارے سردار بلالؓ کو آزاد کر دیا تھا۔

ابوبکر صدیقؓ کو سید کہنے کی وجہ تو تاریخ بیان کر سکتی ہے کہ وہ خلیفہ رسول تھے

اور عمرانہیں کے جانشین تھے۔ مگر بلال کو سید کہنے کی وجہ صرف اخوت اسلام ہی بتلائے گی۔ جو چھوٹے بھائی، بڑے بھائی کی تفریق بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ جھوٹی دنیا بلال کو غلام کہتی ہے تو کہا کرے۔ مگر اسلام کی سچی تعلیم کا صحیح نمونہ تو اپنی زبان سے "سید" کہنے ہی مزا پاتا ہے۔ کیا ایسی اخوت کی کوئی نظیر کسی دوسرے گھر میں موجود ہے

اصول چہارم

"اسلام مساوات عامہ کا داعی، مظہر اور حامی ہے"

تاریخ عالم پر نگاہ ڈالو!

کسی قوم نے بواسطہ حکومت و سطوت

کسی قوم نے بذریعہ مال و دولت

کسی قوم نے بوسیلہ علم و فضیلت

کسی قوم نے بروئے زور و طاقت

کسی قوم نے بوجہ گوری و کالی رنگت

اپنے لیے ایسے خاص خاص حقوق کو اپنی واحد ملک بنا رکھا تھا جس سے وہ خود کو سب سے ممتاز بتاتے تھے۔

کوئی برہما کے منہ سے پیدا ہونے کی عزت کا مظہر تھا۔

کوئی اس کے بازوں سے قوت پانے پر مغرور۔

ایک برہمن دوسرے برہمن پر خاص عزت رکھنے کا اس لئے مدعی تھا کہ یہ تو دریائے سرستی کے مشرقی کنارے کا باشندہ ہے۔ اور دوسرا اس دریا کے مغربی کنارے پر آباد ہے۔

شکنتلا ناٹک کو پڑھ جائیے۔ جو آریہ ورت کے سپوت کالی داس جی کی تصنیف ہے۔ آپ کو نظر آئے گا کہ برہمن سنسکرت بولتا ہے۔ اور شودر کی بات چیت پراکرت میں ہے۔ یہی امتیازی تفاوت ایرانیوں کے موبدوں میں، اسرائیلیوں کے بنی لاوی میں اور تبت کے لاماؤں میں بھی جلوہ گستر تھا۔

امریکہ میں باشندگان قدیم جس ذلت وحقارت کے سزاوار ٹھہرائے گئے ہیں۔ وہ سب کو معلوم ہے۔ اس ملک میں ان لوگوں کے زندہ جلائے جانے کی بیسیوں نظائر پائی جاتی ہیں۔ یہ قانونی سزا اس لئے ملتی ہے کہ وہ کالی رنگت کے ہیں۔

انگریزوں کی معاشرت پر نگاہ ڈالو! دولت ومنصب نے ایک ہی ملک، ایک ہی قوم کے اشخاص میں کتنا امتیاز پیدا کر دیا ہے۔ ایک انگریز افسر، ایک انگریز کلرک کے ساتھ ایک میز پر کھانا نہیں کھاتا۔ افسروں کے کلب الگ، کلرکوں کے الگ، افسروں کے گرجا الگ، چھوٹی ہستی والوں کے الگ۔ یہ وہ حالات ہیں جو کھلے طور پر واضح ہیں۔

اب اسلام کا فرمان سنو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ — اللہ کے ہاں عزت میں وہی بڑھا ہوا ہے۔ جو تقویٰ میں بڑھا ہوا ہے۔

دوسرا حکم امتناعی ہے۔

فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ — لوگو! اپنے آپ کو پاک مت ٹھہراؤ۔

رب العالمین کا رسول صادق الامین اپنے خطبے میں فرماتا ہے۔ وہ خطبہ جو تسخیر مکہ کے بعد فاتحانہ شان میں مفتوحین کے سامنے دیا گیا

یا معشر القریش ان اللہ ذہب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ و تعظمھا بالآباء الناس من آدم و آدم من تراب (ثم تلا) یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ الخ

اے سرداران قریش! اللہ تعالیٰ نے تمہارے جاہلانہ غرور کو توڑ دیا اور باپ دادا پر اترانے کو مٹا دیا سنو! سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔ (اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی) اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا الخ

یہ الفاظ اس روح الصدق کی زبان پاک کے ہیں۔ جو وجاہت قومی، اور شرافت خاندانی، فضیلت نسب اور بزرگی حسب میں بین الاماثل والاقران نہایت ممتاز اور مسلمہ طریق سے سب سے برتر و اعلیٰ تھا۔

اگر کوئی گمنام، یا پیچ ذات کا شخص ایسی بات کہتا، ایسا اصول پیش کرتا تو سمجھا جا سکتا تھا کہ وہ خود اپنی پستی کی خندق کو بھرنے کے لیے دوسروں کے فلک نما محل گرانا چاہتا ہے۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی دگرگوں ہے۔

تخت چھوڑ کر سفید زمین پر نشست اس لئے اختیار کی گئی کہ سب خاک نشینوں کو ہم فرش ہونے کی عزت حاصل ہو جائے ۔

گزید فقر کہ فرمانروائے ملک ابد بہ شست خاک نیازد لوائے سلطانی
تو عبد خواندہ شدی در رموز دانستی کہ برتر است عبودیت از سلیمانی۔

مسلمانوں کی مساجد میں جا کر دیکھو۔ جہاں شاہ و گدا شانہ بشانہ ایک صف میں کھڑے ہیں۔ ایک ہی چٹائی پر بیٹھے ہیں۔ صدیق اکبر کا فرزند، دکن کا فرمانروا مسجد میں آتا ہے۔ اس کی رعیت کا ایک شخص بھی اس کے لئے کھڑا نہیں ہوتا۔ لطف مزید یہ ہے

کہ شاہ اس سلوک پر خوش ہے۔ اور اس کے خلاف تعظیم بجالانے والوں سے ناخوش یہ تمام نظارے صرف اسلام ہی کی تعلیم میں ہیں جس نے تمام جھوٹے امتیازات کو اٹھا دیا ہے۔ اور سب کو زندہ و توانا خدا حی القیوم کا یکساں بندہ بنادیا ہے

اصول پنجم

"اسلام ایک سادہ مذہب ہے"

بائبل میں جن لوگوں نے اسرائیلیوں کے طریقہ عبادت کو معلوم کیا ہے۔ چشمہ عبادت کے پیروؤں کی رنگتیں، چاندی، سونے کے برتن، خدام کی وردی، امام کا لباس، بخور کی مقدار، خطا کی قربانی، نذر کی قربانی، تقرب کی قربانی کے طویل و پیچیدہ احکام پر اطلاع حاصل کی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ان احکام کی تعمیل کس قدر دشوار ہے۔

مجوس میں مقدس آگ کے زندہ رکھنے کے احکام، اور ان کی تعمیل میں مصارف اور غور و پرداخت کی دشواری بتا رہی ہے کہ سلسلہ کس قدر طویل ہے۔

وید انسار سندھیا کرنے والا اگر ٹھیک طور پر ہون کرنا چاہے۔ تو اسے ایک دن میں تین بار ہون کرنا چاہیے۔

ایک ہون میں گھی کے سولہ چمچے (آہوتی) ضروری ہیں۔ ایک دن میں سندھیا کے لئے چوبیس تولہ گھی کی ضرورت ہر شخص یا ہر کنبہ کو ضروری ہے۔ چوبیس تولہ گھی کی جو آج قیمت ہے۔ اس کا اندازہ سامعین خود لگالیں۔

ہمارے سیاسی لیڈر ہندوستان کا افلاس ثابت کرنے کے لئے ہر ایک ہندوستانی شخص کی آمدنی کی اوسط نو پائی بتایا کرتے ہیں۔

اب "ہون" پر خیال کرو۔ کہ صرف ہوا کو خوشبودار بنانے کے لئے چھ آنہ یومیہ گھی کی ضرورت ہے۔

یہ گھی "ہون" کی ۳۵، ۳۶ چیزوں میں سے ایک چیز تھا "ہون" میں تو کستوری، مشک خالص بھی درکار ہے۔

کیا ایسے احکام ایسے غریب ملک کے لیے موزوں ہیں۔

لاشہ سوختہ کرنے کے لیے گھی کی ضرورت کبھی بیس سیر اور کبھی لاشہ کی ہموزن بتائی گئی ہے۔ غالباً امیر و غریب کا لحاظ کر لیا گیا۔ مگر حالت موجودہ میں کیا بیس سیر گھی فی لاشہ میسر آسکتا ہے۔ شرح اموات کے نقشوں سے تعداد اموات معلوم کر لو اور اس تعداد میں بیس سیر کو ضرب دو۔ یہ احکام ظاہر کرتے ہیں کہ مذہب کی پابندی کو کتنا پیچیدہ بنایا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ مذہب خود مذہب والوں کی دسترس سے کتنا بلند، کتنا دور ہے۔

اسلام میں بھی روزانہ عبادت ہے۔ اس کی ادائیگی پر زور بھی بہت دیا گیا ہے حتیٰ کہ اسے کفر و ایمان میں مابہ الامتیاز بتلایا گیا ہے۔ اس عبادت کا نام نماز ہے۔

نماز کی تیاری کے لئے صرف ایک لوٹا پانی کی ضرورت ہے۔ وہ بھی ملے، تو ملے ورنہ وضو کی قائم مقامی کے لیے تیمم موجود ہے۔

اسرائیلیوں اور ہندیوں کے تکلفات اور اسلام کی سادگی کا موازنہ نہایت عجیب ہو گا۔

اسلام کا ایک رکن صوم (رمضان) ہے روزہ کی ابتداء و انتہاء، طلوع فجر اور غروب شمس کو ٹھہرایا گیا۔ یہ ایسی بین علامتیں ہیں کہ ہر ایک شخص ان کو کھلی آنکھ سے

دیکھ سکتا ہے۔ نہ پترہ میں گھڑی پل دیکھنے کی ضرورت اور نہ کسی گرینج سے گھڑی گھنٹے کا وقت درست کرنے کے لیے وقت منگانے کی حاجت۔

اس سے بڑھ کر خوبی دیکھیے کہ رمضان کے دن کس طرح ہیر پھیر کے ساتھ آتے ہیں۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا نہ کرتے اور شمسی حساب پر کسی مہینہ کا روزہ مہینہ کے لحاظ موسم سرما کا کوئی مہینہ ہوتا یا گرما کا) مقرر فرما دیتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ نصف کرۂ ارض کے باشندے دائمی راحت و آسائش میں اور نصف کرہ ارض کے باشندے دائمی امتحان و تکلیف میں پڑ جاتے۔

اسلام کا ایک رکن "زکوٰۃ" ہے۔ گورنمنٹ بھی اپنی رعایا پر "انکم ٹیکس" لگاتی ہے اور اس امر کا بھی لحاظ رکھتی ہے کہ ٹیکس کی شرح گراں نہ ہو۔ مگر "زکوٰۃ" کی شرح تو اس سے بھی کم ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ صرف اموال نامیہ پر ہے اور وہ بھی جملہ مصارف کے بعد اصلی بقایا پر اجو مالک کے قبضہ میں موجود ہو۔

اسلام کا ایک رکن "حج" ہے۔ اس کی فرضیت میں شرط "استطاعت" لگی ہوئی ہے۔ سفر بحر و بر کو ضروری ٹھہرانا ان جملہ مقاصد کا جامع ہے جو حصول نتائج دانش و خبرت کے لیے مسلمہ ہیں۔ بایں ہمہ "استطاعت سبیل" کی شرط دال ہے کہ اسلام کتنا سادہ مذہب ہے اور اس کے ارکان کی پابندی شاہ و گدا اور غنی و بے نوا سب کو کیسی آسان ہے۔

اصول ششم

"۶۔ اسلام تبلیغی مذہب ہے"

یہودیوں، پارسیوں، سناتن دھرمیوں اور جین مت والوں کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ دوسری قوم کا شخص ان میں شامل نہیں ہو سکتا۔

اب مشہور اقوام میں سے صرف عیسائی رہ جاتے ہیں۔ جو تبلیغ کا کام صدیوں سے کر رہے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان کے پاس جناب مسیح ؑ کی اجازت ہے؟

موجودہ اناجیل اربعہ کے مطالعہ سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جناب مسیح اپنے مذہب کو تبلیغی نہیں سمجھتے تھے۔

انجیل متی میں نہایت وضاحت سے بیان ہوا ہے۔ کہ ایک عورت اپنی بیمار لڑکی کو لائی۔ تاکہ جناب ممدوح اسے اپنی روحانیت سے چنگا کر دیں مسیح نے عورت کے چلانے پر توجہ نہ کی۔ جب شاگردوں نے اس بارہ میں عرض کی۔ تب مسیح نے فرمایا کہ جو روٹی بچوں کے لئے اکٹھا کر رکھی گئی ہو۔ کون اسے کتوں کے سامنے پھینک دیا کرتا ہے۔ اس مثال کے بعد انہوں نے بتایا کہ مسیح تو صرف بنی اسرائیل کے لئے ہے اور یہ عورت غیر قوم کی ہے۔

ایک دوسرے موقع پر جناب مسیح نے فرمایا "کہ وہ تو صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے ہیں"۔

یہ تو مسیح کے اقوال تھے۔ اب ان کی زندگی کا عمل بھی ملاحظہ ہو۔

انہوں نے بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں کے لیے اپنے شاگرد بھی بارہ ہی بنائے اور یہ بھی سب کے سب اسرائیلی فرقوں ہی سے تھے۔ غیر قوم کا ان میں کوئی نہ تھا۔

مسیح نے جب ان کو تبلیغ کے لیے روانہ کیے تب بھی یہی فرمایا کہ "غیر قوموں کی طرف نہ جائیں۔

حضرت مسیح کا قول و فعل اس مسئلہ میں یقیناً قول فصل ہے۔ اور نتیجہ یہ ہے۔ کہ مسیحی مذہب خود اپنے ہادی کے فتویٰ سے غیر تبلیغی مذہب ہے۔

حواریوں کے بعد، یا ان کے علی الرغم جو تغیرات اس مذہب میں ہوئے، ان سے مسیح کی پاک تعلیم کی صورت بدل گئی ہے۔ اعتقاد کفارہ و تثلیث کے مسائل تیسری صدی کے پیداوار ہیں اور رُهْبَانِيَّةَنِ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ - کی ذیل میں داخل ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کی فوج کے چھ لاکھ بہادروں کو دیکھو! جو سمندر چیر کر مصر سے فلسطین کو آرہے ہیں۔ ان میں کوئی ایک بھی کسی دوسری قوم کا ہے۔

ان ستر بزرگوں کے نام معلوم کرو، جن کا انتخاب حضرت کلیم اللہ نے میقات الٰہیہ کے لئے فرمایا تھا۔ ان میں کوئی ایک بھی غیر اسرائیلی ہے۔

داؤد علیہ السلام کے سب سرداروں کے نام بائبل سے مل سکتے ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی اسباط در دوازہ سے باہر کا ہے۔

مسیح علیہ السلام کے بارہ شاگرد، یا زیادہ سے ۱۲۴ کس ان سے اعتقاد رکھنے والے ہیں۔ ان میں اولاد یعقوب کے سوا کوئی اور بھی ہے۔

شری کرشن جی مہاراج کی گیتا کو دیکھو! ان کے مخاطب ارجن دیوجی ہی ہیں۔

مہاتما بدھ کے چھ شاگرد ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی کسی دوسرے ملک یا زبان کا ہے

زرتشت فرخ نہاد کا پیرو دربار گشتاسپ سے باہر بھی کوئی پایا جاتا ہے

معلوم ہوتا ہے کہ ان مالیوں نے ان کیاریوں میں سب ایک ہی قسم کے پھول لگائے تھے۔

صاحبان! یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کسی مذہب کا تبلیغی مذہب ہونا صرف دو طریقوں سے ثابت ہوتا ہے۔

طریقہ اول:- بانی مذہب کا تبلیغ کا مدعی ہونا۔

طریقہ دوم:- خود بانی مذہب نے تبلیغ کا کام عملاً سرانجام دیا ہو۔

یعنی خود بانی مذہب کا قول اور فعل اس مسئلہ کا ثبوت بن سکتا ہے۔ اور دین اسلام کے متعلق بھی ہم اس کسوٹی سے آزمائش کرنا چاہتے ہیں۔

طریق اول کے تحت اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان کی اشاعت علی الاعلان فرمائی ہے

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ	کہہ دیجئے کہ اے نوع انسان کے بچو! میں
اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي	تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ وہ اللہ
لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ	جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ اس کے
لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ط	سوا اور کوئی بھی معبود نہیں۔

آیت بالا میں یا ایھا الناس اور جمیعا کے الفاظ کو دیکھو! کتنے وسیع ہیں۔ پھر قرآن مجید کے طرز خطاب پر غور کرو۔

وہ کسی جگہ یا ایھا الذین امنوا کہتا ہے۔ اس جگہ صرف وہی مخاطب ہوتے ہیں، جو داخل اسلام ہو چکے ہیں۔

وہ کسی جگہ یا اھل الکتاب کہتا ہے۔ اس جگہ یہود و عیسائی ہی کی طرف خطاب ہوتا ہے۔

وہ کسی جگہ یا ایھا الکافرون فرماتا ہے۔ اس وقت اس کے مخاطب صرف وہی لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے اسلام سے انکار کرتے ہوئے خود اپنا یہ نام تجویز کر لیا ہے۔

الغرض خطابات بالا سے مخاطب خاص خاص فرقے ہوا کرتے ہیں، مگر آیت بالا کا طریق خطاب بالکل نرالا ہے۔ اور ایسی عمومیت لیے ہوئے ہے جس سے نسل انسان کا کوئی ایک شخص بھی باہر نہیں رہ سکتا

اوّل تو اسم "ناس" موجود ہے۔ یہ ایسا اسم جنس ہے جس کے احاطہ سے وہی باہر رہ سکتا ہے۔ جو انسان کہلانے کا روادار نہ ہو۔

دوم۔ اس پر بھی "الف، لام" موجود ہے۔ جو اسم کو لغوی معنی میں محکم بنا دیتا ہے۔

سوم۔ جمیعًا کا لفظ ہے۔ جو معنی بالا کا اثبات کرتا ہے۔ اور اس کے سوا باقی ہر ایک تاویل کو غلط ٹھہراتا ہے۔

طریق دوم کے ثبوت کو دیکھو کہ حکم بالا کی تعمیل کیونکر کی گئی۔

شاہان عالم کے نام فرمان لکھے گئے۔ سفیر بھیجے گئے۔ سفیر بھی وہ جو اس ملک کی زبان میں گفتگو کر سکتے تھے۔ ہر ایک بادشاہ کو اس کے ممالک مفتوحہ مقبوضہ کی جملہ اقوام کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ ہر ایک کو انجام اطاعت اور فرجام طغیان کھول کر سمجھایا گیا کاروائی کا آغاز رب العالمین کے حکم سے تھا۔ ایسی کاروائی کو کوئی پہلی نظیر بھی دنیا میں موجود نہ تھی۔ اب دیکھو کہ رب العالمین ہی نے جو دلوں کا مالک ہے جو ارواح پر حکم چلاتا ہے۔ اس کام میں کیا برکت ڈالی۔

ایک زمیندار کا کام ہے۔ زمین کو قابل کاشت بنائے۔ اس میں اچھا بیج گرائے۔ مگر یہ اس کی طاقت سے باہر ہے۔ کہ وہ دانہ زمین سے سرسبز ہو کر بھی نکلے۔ اس میں بہت سی بالیں لگیں۔ ہر ایک بال میں ان گنت دانے بھی ہوں۔

یہ مثال سمجھ کر دعوت محمدی میں نصرت ربانی اور برکت سبحانی کا نظارہ کر دا دریا

محمدی پر نگاہ تحقیق ڈالو! اور دیدہ حق بین سے دیکھو کہ ملک ملک کے رتن، قوم قوم کے جواہر ریزے، ہر ایک مذہب کا پیشوا، ہر ایک فرقہ کا راہنما کیونکر اس دربار سراپا انوار میں حاضر ہو گیا ہے۔

یہود

یہود میں سے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے نظر آئیں گے یہ یہودیوں کے ربی اعظم ہیں اور سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نژاد سے ہیں۔ قوم میں امام ابن امام کے نام سے مشہور تھے۔ اور سیدنا وابن سیدنا کے لقب سے ملقب تھے۔ سب امتیازات کو چھوڑ چھاڑ کر دربار محمدی میں بزمرہ خدام بیٹھے ہوئے ہیں حضرت وجہ اور تازگی رخسار سے آشکار ہے کہ اس ترقی منصب پر شادان و فرحان ہیں۔

رفاعہ بن سموئیل رضی اللہ عنہ کو بھی برابر میں دیکھ لو! یہ سرداران خیبر میں سے ہیں حضورؐ کی خدمت میں پہنچ جانے کو اسرائیل کی اصلی کھوئی ہوئی حشمت کا مل جانا سمجھتے ہیں۔

عیسائی

عیسائیوں میں سے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ حاضر ہیں۔ یہ مشہور سخی حاتم طائی کے اکلوتے فرزند ہیں۔ فرقہ رکوسیہ کے لارڈ بشپ، قوم ان کو پیداوار کا ایک چہارم نذرانہ دیا کرتی ہے۔ اب ساری جاہ و تمکنت سے دست بردار ہو کر حضور کے فدائیوں میں جاگزین ہیں۔

تمیم داری

عرب کے مشہور قبیلہ لخم کے پادری، جہاندیدہ بحر و بر آزمودہ ہیں۔ عجائبات عالم میں سے بہت کچھ دیکھا ہے۔ اب حضورؐ کے رخ انور پر تاک لگائے بیٹھے ہیں۔ اور دل ہی دل میں کہہ رہے ہیں ؎

بسیا خوباں دیدہ ام مہرتباں ورزیدہ ام
آفاقہا گردیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ابو اسرائیل یسیر رضی اللہ عنہ، مشہور منک سخت راہب تھے، عرب کا گرم آفتاب ان کا ظلہ تھا۔ اور زینیدہ احجاران کا فرش ترم، اب دین الفطرت کی حقیقت کو سمجھ گئے ہیں

مجوس

مجوس میں سے سلمان پارسی حاضر ہیں۔ بڑے زمیندار کے لاڈلے فرزند تھے، نبی موعود کی تلاش میں عراق و عجم اور شام و فلسطین گھومتے ہوئے مدینہ پہنچ گئے ہیں۔ آقائے دو جہاں کے انتظار میں ایک یہودی کے غلام بن کر زیست بسر کر رہے ہیں۔ اسلام کے بعد حسب و نسب کی بزرگی کا زبان پر لانا حرام سمجھتے ہیں۔ اور سلمان بن اسلام بن اسلام الیٰ سبعین مرۃ کہہ کر سامعہ نواز سائل ہیں۔

جویائے حقیقت کو اگر ابھی اور بھی مختلف ممالک کے اشخاص کی تلاش ہے تو اسے دیکھ لینا چاہیے کہ

حبش کا بلال، روم کا صہیب، ایشیائے کوچک کا عداس، افریقہ کا یاقوم بھی کمر بستہ حاضر ہیں۔

کیا مفتش کی نگاہ مختلف طبقات کی طلب میں سے آؤ! بادشاہوں کا نظارہ مطلوب ہے، تو وہ بھی موجود ہیں۔

اکیدر	شاہ دومۃ الجندل
جیفر رض	شاہ بحرین
اصحمہ رض	شاہ ابی سینا
ذوالکلاع رض	شاہ حمیر

یہ لوگ عبداللہ ذوالبجاد، اور ابوذر، و مقداد کی اوٹ میں بیٹھے ہوئے نظر آئیں گے ان مالکان تخت و تاج نے ان دلق پوشوں میں کیا بات دیکھ لی ہے۔ کہ ان کے آگے بڑھ کر بیٹھنا خلاف ادب سمجھ رہے ہیں۔

ہاں!

باذان کو دیکھو! یہ ملک یمن کا وائسرائے ہے اور سلطنت ایران کی طرف سے مختار کل ہے۔

فروہ خزاعی کو بھی برابر میں دیکھ لو! یہ ملک شام کا وائسرائے اور سلطنت روما کی جانب سے حکمران مطلق ہے۔

دونوں کے دونوں دور ہی سے حظ غلامی پیش کر رہے ہیں۔ ان کو نہ زوال حکومت کا ڈر ہے۔ اور نہ پھانسی کی پرواہ۔

اس دربار کے جویائے اسرار کی نگاہ شوق ابھی بہت کچھ دیکھ سکتی ہے۔

ابن زہیر جیسا سخن گستر، اور نابغہ جیسا زبان آور، کعب جیسا زمزمہ سنج

اور حسان جیسا حقیقت طراز

بھی موجود ہیں۔ انہیں لوگوں کے دعوے تھے کہ وہ ایک قصیدہ پڑھ کر قوم کو قوم سے لڑا سکتے ہیں۔ یا قبیلہ کو قبیلہ سے ملا سکتے ہیں۔ لیکن یہاں سب کی زبان لال ہے۔ سب کا ناطقہ بند ہے۔ دعوی فصاحت و بلاغت بھول گئے چپ چاپ زانوئے ادب تہ کیے بیٹھے ہیں۔

ہاں! انہیں کے پہلو میں

خالد بن ولید   فاتح عراق

ابو عبیدہ عامر　　　فاتح شام

سعد بن ابی وقاص　　　فاتح ایران

عمرو بن العاص　　　فاتح مصر

کو بھی دیکھ لو! مالکان اورنگ و دیہیم توان کے نام سے لرزہ براندام ہیں۔ مگر یہ سب یہاں تو نظر بر قدم، مہر بر لب، ہمہ تن گوش بیٹھے ہوتے ہیں۔

ذرا دوسری طرف بھی دیکھنا نجران کے عیسائی عالم اور تیماء کے یہودی امام موٹی موٹی کتابیں لاد کر، اور بڑی بڑی دستار ہائے فضیلت سر پہ سجا کر آتے تھے۔ دل میں یہ گھمنڈ کہ ایک امی کا لاجواب کر دینا بھی کچھ مشکل ہے؟ ثبوت دعوی میں تورات سامنے لائی جاتی ہے۔

اب آفتاب علم باری کی نور باری شروع ہوئی تو سب کے سب مبہوت و خاموش ساکت و خود فراموش ہیں۔ زبان پر لکنت ہے اور اپنی ہی کتاب پڑھنے کی جرات نہ رہی۔

صاحبان! کیا کوئی مورخ، کوئی محقق، کوئی ہمہ دان، کوئی جہانیان جہاں گشت اس جامعیت کا دربار، کسی دوسرے دربار میں بھی دکھلا سکتا ہے؟

اگر نہیں! اور مجھے تو بحق الیقین معلوم ہے کہ ہرگز نہیں۔

تب یہ صداقت خورشید جہاں افروز بن جاتی ہے۔ کہ اسلام ہی واحد تبلیغی مذہب ہے

معشر مسلمین! اسلام کے تبلیغی مذہب ہونے کا ثبوت، اس کی قوت انجذاب سے بھی ملتا ہے۔ حقیقت صاد قہ یہ ہے کہ اسلام اپنے اندر ایک ایسی کشش رکھتا ہے، جو دنیا کے دیگر ادیان و مذاہب میں سے کسی میں نہیں۔

حاسدین اسلام چاہتے ہیں کہ اس کی اس طاقت کا علم دوسروں کو نہ ہونے پائے

اس لیے وہ کہا کرتے ہیں کہ "اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا"۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک وقت تھا جب مسلمانوں کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ لیکن وہ کیا چیز تھی، جس نے ایسے ایسے شمشیر زن اپنے قبضہ میں کر لیے تھے۔ ہاں وہ اس کی دوسری طاقت تھی۔ روحانیت اور صداقت

کیا کوئی بتا سکتا ہے۔ کہ خطاب کا بیٹا عمرؓ جو گھر سے مسلح ہو کر اس لیے نکلا تھا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گردن پر اپنی شمشیر کی کاٹ دکھلائے۔ وہ کیوں کر چند ہی ساعات کے بعد سر جھکائے شمشیر بکمر زن کھڑا ہے۔

کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ وہ خالد بن ولید جس نے غزوہ احد میں اسلامی لشکر کے نظم و نسق کو تہ و بالا کر دیا تھا۔ اور سکندر رومی کی سی شان کے ساتھ وطن پہنچا تھا۔ پھر وطن سے کس طاقت سے مغلوب ہو کر آبلہ در قدم، تفسیدہ لب، فدایانہ رنگ اور عاشقانہ روپ میں مدینہ جا حاضر ہوا تھا؟

کرز بن جابر الفہری

عیینہ بن حصین الفزاری

سہیل بن عمرو قرشی

ثمامہ بن اثال نجدی

ابوسفیان بن حرب صخر اموی وغیرہ وغیرہ

بہت ایسے لشکر کش، سپہ سالار، اور سرداران قبائل ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی فوجی طاقت کو کبھی اپنی نگاہ میں وقعت نہیں دی لیکن یہی لوگ تھے کہ اسلام نے اپنی روحانی کشش سے ان کو اپنی طرف ذرا کھینچا۔ تو بے اختیار ہو کر اسلام میں منجذب

ہو گئے

یہ ذکر تو ان سرداروں کا ہوا۔ جو کسی نہ کسی سریہ یا غزوہ میں اسلام کے سامنے مقابلہ آرا بھی ہوتے تھے۔

آپ کو اسلام کی طاقت انجذابی کا حال دیگر ممالک سے معلوم کرنا چاہیے۔

یمن حضرموت، حیرہ، اطسا، بحرین، حبشہ، وہ اقطاع عالم ہیں۔ جہاں اسلام کا ایک سپاہی بھی نہیں گیا تھا۔ اور یہ ممالک بجائے خود ایسی زبردست حکومتوں کے تحت تھے جنہوں نے کبھی قریش کی طاقت یا حجاز کی حکومت کو تسلیم بھی نہ کیا تھا۔

مگر حضور ہی کے عہد ہمایوں میں یہاں کے بادشاہوں، فرمانرواؤں، حکمرانوں نے اپنے اپنے مستقران سلطنت سے عرائض غلامی، سرور کائنات، فخر موجودات سیدنا و مولینا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں روانہ کر دی تھیں۔

معشر مسلمین! اسلام کے منجانب حی القیوم ہونے کا ثبوت۔

اسلام کے زندہ رہنے والے مذہب ہونے کا ثبوت یہی ہے۔ کہ وہ طاقت وہ کشش، وہ جذبیت، وہ دل ربائی جو اسلام میں بعہد مصطفوی موجود تھی۔ اس کی تاثیر اس کا اثر، اس کا نمونہ بعد میں بھی موجود پایا گیا۔

ترکوں کی تاریخ پڑھو! انہیں نے ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں خلافت عباسیہ کو بے نام ونشان بنایا تھا۔ اس روز عروس البلاد کے گلی کوچے، اپنی آنکھ کے تاروں مظلوموں کے خون سے سراپا شفق تھے۔ اور دریائے دجلہ قلمی کتابوں کی روشنائی سے سیاہ پوش تھا۔

ایسی جبار اور دشمن اسلام قوم کو حکومت کرتے ہوئے پچاس سال بھی گزرے

بنے کہ مفتوحین کے دین نے فاتحین کے دل کو فتح کر لیا۔ اور ساری ترک قوم یکبارگی مسلمان ہو گئی۔

کیا اس قوم کا داخل اسلام ہو جانا اسلام کی روحانی طاقت کی دلیل نہیں۔

اب یہ وہی ترک قوم ہے کہ سات صدیوں سے یورپ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ یورپین تمدن، یورپین عیش و عشرت کے سارے نمونے اس کی آنکھ کے سامنے ہیں۔ مگر عیسائیت ان کے دل کو ذرا بھی اپنی طرف مائل نہ کر سکی۔

ایک ایسا سلطان جو ایک ہی سفر میں ایران کو نیچا دکھلاتا ہے، مصر کو داخل ممالک محروسہ بناتا۔ یورپ سے خراج لیتا ہے وہ اپنے القاب سلطان ابن سلطان اور خاقان ابن خاقان، مالک البرین والبحرین کے ساتھ ساتھ اگر کسی لقب کو اپنے نام کے ساتھ شامل کرتا ہے۔ تو وہ خادم الحرمین ہے۔

سلطان اس لقب کی تعظیم میں پہلے کھڑا ہو جاتا اور پھر جلدی سے رب العالمین کے حضور میں پیشانی کو زمین پر رکھ دیتا ہے۔ سچ ہے، دنیا اپنی قدر و قیمت میں دنیا و مافیہا سے گراں تر ہے۔

سرحدی اقوام اور افغان اقوام کے اسلام کا حال معلوم ہے۔ کہ ایک ہی ہفتہ کے اندر اسلام نے سارے ملک کے دلوں پر اپنا قبضہ جما لیا۔ اور اپنا بنا لیا تھا۔

اگر تلوار کسی قوم سے اس کا مذہب چھین سکتی ہے۔ تو گورنمنٹ برطانیہ کی توپیں، اور ہوائی جہاز کیوں ان لوگوں کو کم از کم آئین پسند نہیں بنا سکے۔

لوگ اورنگ زیب کے تعصب کی کہانیاں کہا کرتے ہیں۔ مجھے ان کی اصلیت پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر کسی نے کبھی یہ بھی خیال کیا کہ یہ شخص تو قوم کا مغل

تھا۔ اس کی قوم برسوں تک اسلام کے مٹانے، اور بے نام ونشان بنانے میں ساعی رہی۔

اب اس قوم میں اسلام کی نسبت یہ توغل، یہ عصبیت، یہ جنبہ داری کیوں کر پیدا ہو گئی۔ اور کیوں کر عصبیت فی الدین کا خیال محبت پدر و برادر سے بھی بالاتر ہو گیا۔

میرا مضمون طویل ہو رہا ہے۔ اس لیے مجھے رک جانا چاہیے۔

یہ جملہ نظائر ہی بتلاتی ہیں کہ صرف" اسلام ہی میں وہ واحد قوت اور کشش ہے۔ جو ملک کے ملک، اور قوموں پر قوموں کو اپنے اندر منجذب کر سکتا ہے۔

اسلام آج کل بھی افریقہ کو فتح کر رہا ہے۔ اور مشن کا سارا زور اس کی فتوحات کو نہیں روک سکتا۔

اسلام آج کل یورپ میں بھی اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا کا جلوہ دکھا رہا ہے اور "چرچ" کوئی روک تھام نہیں کر سکتا۔

یاد رکھیے! کہ

اسلام ہی ہے جو مشرق سے مغرب کو ملا سکتا ہے۔ اور

اسلام ہی ہے جو یورپ کی دہریت پر روحانی فتح حاصل کر سکتا ہے۔ یہ

اسلام ہی ہے، جسے بے دھڑک ایک دہری، ایک فلسفی، ایک متدین ایک متشکک کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔

یہ اسلام ہی ہے جس نے فلسفہ قدیم و جدید کے حملوں کو برداشت کیا اور پھر حملہ آوروں کو اپنے سایہ عاطفت میں آسودگی سے رہنے کے لیے جگہ دی۔

اصولِ ہفتم

"اسلام مذہب کامل ہے"

موسیٰ علیہ السلام کے حالات کو پڑھو! وہ خدا کی برگزیدہ قوم کو وعدہ کی زمین پر پہنچانے سے پیشتر دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔

ان کی پانچویں آخری کتاب کے آخری باب میں لوگوں کو شعیر و فاران کے انوار کا منتظر بنایا گیا ہے۔

پرانا عہدنامہ میں انجیل یوحنا کا خاص درجہ ہے۔ وہ مسیح کے لاہوت کی کتاب تسلیم کی گئی ہے۔ اس میں روح الحق کے قدوم کی خبر اور اس کے وقت میں تعلیم کے کامل ہونے کی اطلاع دی گئی ہے۔

ان سب مبشرات کو پورا کرنے والا اسلام ہی ہے۔ اسلام کے سوا کسی آسمانی کتاب میں اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کا اعلان کسی مذہب نے نہیں سنایا۔ اسلام کے سوا کسی تعلیم نے ترقیات روحی کو رضوان الہیٰ تک نہیں پہنچایا۔

اسلام بلا اعانت دیگرے مکمل ہے۔ اور اسلام جملہ ادیان صادقہ کی تعلیم کی تکمیل کرتا ہے۔ اس لیے کمال دین اور اتمام نعمت یہ دو ایسے فضائل ہیں جن میں اسلام کا کوئی بھی سہیم نہیں۔

صاحبان! یہ ہیں وہ سات زندہ اصول، جو اسلام کی زندگی اور ترقی، فراخی اور تابندگی کا سبب ہیں۔ اسی لئے اسلام نے ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم اور ہر ایک براعظم میں قدم جمالیا ہے اور لِیُظْہِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ کا نور پھیلا رہا ہے۔ مبارک ہیں جو اس زندہ اور پائندہ مذہب کے ساتھ اپنی زندگی کو وابستہ کر رہے ہیں۔

معشر مسلمین! اسلام کے متعلق جو خدا کا فرمودہ ہے۔ وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ ممالک کو امن بسیط اور قلوب کو اطمینان کلی اسلام ہی سے ملے گا لیکن کیا میں یہ دریافت کرنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ آپ خود بھی کچھ خدمت اس دین پاک کی سرانجام دے رہے ہیں۔

اسلام کی تاریخ پڑھو!

ایک وہ تھے جنہوں نے اسلام کے لیے جانیں قربان کیں۔

ایک وہ تھے جنہوں نے اسلام پر خزانے نثار کیے۔

ایک وہ تھے جنہوں نے اسلام کے لیے وطن چھوڑا، خویش واقارب سے منہ موڑا، صدق کمایا، دین بچایا اور ممالک کی کھلی سرزمین پر پھیل گئے۔

ایک وہ تھے جنہوں نے صادقین کے سامنے دل و دیدہ کو فرش راہ بنایا۔ ان کی راحت و آرام کے لئے خود گوناگوں مصائب کو برداشت کیا۔

ایک وہ تھے جنہوں نے نشر علوم پر کمر باندھی، اور ان کی سیاہی نے خون شہداء کے برابر ترازوئے عمل میں جگہ حاصل کی۔

ایک وہ تھے جنہوں نے اعلائے کلمۃ الحق کو زبان میں کھولا۔ اور لاکھوں خواب غفلت میں سونے والوں کو جگا جگا کر اپنا ہم آواز وہم نوا بنالیا۔

ایک وہ تھے جنہوں نے دل وہوش اور دیدہ گوش کو صداقت پر لگایا اور اسی صداقت کو اپنے لیے زاد آخرت بنایا۔

کیا اب آپ بھی بتا سکتے ہیں کہ آپ کا شمار کس جماعت میں ہے؟

نعوذ باللہ، ایسا نہ ہو کہ آپ کا حصہ ان میں سے کسی میں بھی نہ ہو،

پیارے مسلمانو!

اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے جانا ہے۔

سرور کائنات کو منہ دکھانا ہے۔

فرقان حمید کے مواجہ میں جواب دعویٰ پیش کرنا ہے

اسلام کی سند دکھلا کر رہائی حاصل کرنا ہے

لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ؕ

ان سب باتوں کی فکر آج کر لیجیے ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش — در نوشت است پند بر دیوار

خاکسار

محمد سلیمان سلمان منصور پوری

خطبۂ صدارت

(یہ قاضی صاحب مرحوم کا وہ خطبہ صدارت ہے۔ جو آپ نے آل انڈیا اہل حدیث کانفرس کے پندرھویں سالانہ جلسہ آگرہ میں ۳۰ر مارچ ۱۹۲۶ء کو پڑھا۔ اور حاضرین نے نہایت توجہ سے سنا، اور جماعت میں نہایت قدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا۔

(خادم)

الحمد لله نحمده ونستعينه ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له واشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله ارسله بالحق بشيرا ونذيرا بين يدي الساعة ومن يطع الله ورسوله فقد رشد ومن يعصهما فانه لا يضر الا نفسه ولا يضر الله شيئا[1]

اما بعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم وشر الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة[2] وكل ضلالة في النار

---

[1] ابوداؤد عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ

[2] صحیح مسلم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

ایّھا السادات الکرام!

آل انڈیا کانفرس اہلحدیث کا یہ پندرھواں سالانہ جلسہ ہے۔

اس کانفرس کے اغراض و مقاصد استاذ الاساتذہ حافظ عبد اللہ صاحب غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطبہ صدارت در اس کانفرس میں مندرجہ ذیل بیان فرمائے تھے۔

آل انڈیا اہل حدیث کانفرس کے مقاصد

مقصد اول:- اشاعت و تالیف و تصنیف کتب دینیہ۔

مقصد دوم:- اشاعت اسلام

مقصد سوم:- فرق ضالہ کی تردید اور مناظرہ

مقصد چہارم:- ان بدگمانیوں کا ازالہ، جو اہلحدیث کی نسبت پھیلی ہوئی ہیں۔

مقصد پنجم:- اہل حدیث کے باہمی اختلاف کا ازالہ۔

مقصد ششم:- حکومت کی وفاداری کے ساتھ ساتھ اپنی دینی و دنیوی ترقی کا انتظام۔

بس یہی بڑے بڑے مقاصد اس کانفرس کے قیام کے وقت مدنظر تھے اور اب تک یہی مقاصد مطمح نظر ہیں۔

میں اس خطبہ میں کوئی نئی بات بیان نہیں کروں گا۔ بلکہ انہی مقاصد ستہ کے متعلق گذارش کرنا چاہتا ہوں۔

مقصد اوّل

اشاعت کتب و تالیف و تصنیف ہے۔ میں بوثوق کہہ سکتا ہوں کہ اس مقصد کے تحت علماء نے کتابیں لکھیں، اور تالیف و تصنیف کی خدمت کو ضرور ادا کیا، لیکن یہ جملہ مساعی علماء کی طرف سے انفرادی طور پر ہوتی رہی ہیں۔ آئندہ کے لئے مجلس

شدہی کو اس امر پر غور کرنا چاہیے۔ کہ یہ سلسلہ کیونکر کانفرس ہذا سے وابستہ ہو سکتا ہے

مقصد دوم

کانفرس کا مقصد دوم اشاعت اسلام ہے۔ یہی سب سے بڑا کام ہے۔ یہی ذمن ترین فرض ہے

اس سطح عالم پر (جہاں ہم اشاعت اسلام کرنا چاہتے ہیں) نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے مذہب وادیان کی تقسیم دو اصناف پر کی جاسکتی ہے

(ا) تبلیغی مذہب

(ب) غیر تبلیغی مذہب

تبلیغی و غیر تبلیغی مذاہب

غیر تبلیغی مذہب کے تحت یہودی، پارسی، مورتی پوجنے والے، سناتن دھرمی، آدہندو قبطی، ہبشی، امریکہ کے باشندگان قدیم جین مت شامل ہیں۔

تبلیغی مذہب مورخین نے تین ادیان کو قرار دیا ہے۔

(۱) بدھ ازم (۲) عیسائیت (۳) اسلام

بدھ ازم

بدھ ازم کو تبلیغی مذہب قرار دینے میں مورخین کو مغالطہ ہوا۔ یعنی انہوں نے مہاتما گوتم بدھ جو ہندوستان میں پیدا ہوئے اور اسی جگہ تا آخر دم رہے) کو ہندوستان میں اور ان کے ماننے والوں کو حدود ہندوستان سے باہر یعنی مشرقی سرحد، برہما، سیام، ملایا اور چین میں موجود دیکھا تو انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہی بات بدھ ازم کے تبلیغی ہونے کی دلیل ہے۔

لیکن میں جرات سے عرض کروں گا کہ یہ سب لوگ، تو انہی ہندی اشخاص کی اولادیں جو اپنے دشمنوں سے شکست کھا کر اور اپنی جانیں بچا کر ان مشرقی ممالک میں پہنچ گئے۔ گویا ان لوگوں نے بدھ ازم کو وراثتہً حاصل کیا ہے۔ اور اس میں تبلیغ کا دخل کچھ بھی نہیں۔

مزید برآں یہ بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ جب بدھ ازم کی نصابیت میں صفات وصفات باری تعالےٰ کے متعلق کوئی نظر موجود نہیں۔ تو کیا اندریں صورت اس پر لفظ مذہب کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں؟

میرے نزدیک اسے ایک سوسائٹی کہا جا سکتا ہے اور اگر اس کے ساتھ کوئی وصفی نام اضافہ کرنا چاہیں تو اسے اخلاقی سوسائٹی کہہ دینا کافی ہوگا

خود مہاتما بدھ کی سیرت ظاہر کر دے گی کہ یہ مذہب تبلیغی اوصاف سے بہت دور ہے۔

مہاتما گوتم کی سیرت

مہاتما گوتم کا جوان بیوی اور شیر خوار بچہ کو چھوڑ دینا کیا دنیا کے سامنے بطور تبلیغی اصول کے پیش کیا جا سکتا ہے۔

مہاتما گوتم کا اپنے انتہائی کمال میں ایام میں روزانہ کشکول ہاتھ میں لے کر اہل دنیا کے دروازے پر ننگے سر چپ چاپ کھڑے ہو جانا اور اس طرح روزانہ بھوجن کا انتظام کرنا کیا تبلیغی اصول قرار دیا جا سکتا ہے؟ اگر نہیں، تو ہم ایسے بڑھ کر اور کس کی سیرت کو بطور نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔

عیسائیت

اب عیسائیت کو لیجیے جو عیسیٰ مسیح کے مبارک نام کی طرف منسوب ہے۔ کیا یہ تبلیغی مذہب ہے۔

تمام دنیا کے عقلاء کے نزدیک مسلمہ قانونی مسئلہ یہ ہے۔ کہ بیان مدعی کے بغیر کوئی دعویٰ نہیں چل سکتا۔

تلاش کرو، کہ حضرت مسیح نے کبھی اپنے آپ کو یا اپنی ہدایات کو بطور تبلیغ عالم یا تبلیغ عام پیش کیا۔ اس کا جواب ہم کو اناجیل سے بھی مل جاتا ہے۔ اور قرآن جلیل سے بھی

مسیح کی تعلیم بارہ شاگردوں کو

متی، ۱۰ باب، ۵ درس پڑھو! مسیح نے اپنے بارہ ۱۲ شاگردوں کو تبلیغ کے لیے روانہ کرتے وقت فرمایا تھا

"غیر قوموں کی طرف نہ جانا، اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا"

اس حکم کے بعد عیسائیت کو تبلیغی مذہب کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔

میں متی، ۱۰ باب، کے درس ۲ پر توجہ دلاؤں گا۔ اس میں ان شاگردوں کے نام درج ہیں جن کو مسیح نے اپنی تعلیم کے لیے برگزیدہ کیا تھا۔ کیا ان بارہ کے اندر کوئی ایک غیر اسرائیلی بھی ہے۔؟

اس سے نتیجہ نکلے گا، کہ مسیح نے کس طرح اپنی تعلیم کو بنی اسرائیل کے لئے خاص اور محدود فرمایا تھا۔

مسیح اور اس پر ایمان لانے والے

کتاب اعمال کو بھی ملاحظہ کر لیجیے۔ اس میں مسیح کی زندگی میں مسیح پر ایمان لانے والوں

کی تعداد کا اندازہ ۱۴۴ ہزار کیا گیا ہے۔ کیا ان میں کوئی بھی غیر اسرائیلی شامل ہے

میں کہتا ہوں کہ اس نتیجہ سے بھی زیادہ صاف حضرت مسیح کا یہ ارشاد موجود ہے

"میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا

گیا" (متی، ۱۵ باب، ۲۴ درس)

ارشاد مسیحؑ

حضرت مسیح کی حیات طیبہ میں معلوم نہیں کہ ان کھوئی ہوئی بھیڑوں میں سے کتنی بھیڑیں حضور کو مل گئی تھیں۔ مگر اب تو بنی اسرائیل کے بارہ اسباط میں سے صرف ڈھائی اسباط کا نشان دنیا میں ملتا ہے۔ اور باقی بھیڑیں بالکل گم ہیں۔ کہ مسیحی بیلٹی کے فدائی اگر حضرت مسیح کے مشن کی تائید کرتے۔ تو ان گم شدہ بھیڑوں کو تلاش کرنے میں اپنی کوشش صرف کرتے۔ مگر انہوں نے تو ادھر توجہ ہی نہیں کی۔

مسیح اور غیر قوم

ہاں مذکورہ بالا ارشاد مسیح کے علاوہ اس واقعہ کو بھی پڑھ لینا چاہیے۔ جو متی، ۱۵ باب میں ۲۱ سے ۲۶ درس تک مذکور ہے۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ ایک کنعانی عورت کی بیٹی دیوزدہ تھی۔ اس نے مسیح سے درخواست کی کہ اس کی بیٹی کو شفا مل جائے، شاگردوں نے بھی مسیح سے اس کی بابت کہا۔ اب مسیح کا جواب جو صداقت کے ساتھ خود کو صرف بنی اسرائیل کی طرف بھیجا ہوا جانتے ہیں، سنو!

"مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دیویں۔"

مسیح جیسا نیک دل اس فقرہ میں صرف اسرائیلیوں کو فرزند اور باقی سب کو کلاب سے تشبیہ دینے پر اس لئے مجبور ہو گیا ہے۔ کہ آئندہ اسے مقررہ رقبہ اور مقررہ

حدود سے باہر کام کرنے کو بالکل نہ کہا جائے۔

ان تمام نظائر سے ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ عیسائیت کبھی حضرت مسیح کے علم میں تبلیغی مذہب نہ تھا۔

ڈین انگ

عہد حاضرہ میں انگلستان کے مشہور پادری ڈین انگ نے اس سے بھی زیادہ وزن دار سوال کلیسا کے سامنے پیش کر رکھا ہے۔ وہ دریافت کرتا ہے کہ کیا موجودہ عیسائیت حضرت مسیح کا مذہب ہے۔

اس سوال کا جواب مثبت دینے کی ابھی کسی کو جرأت نہیں ہوئی۔

ہر دو مذاہب بدھ ازم اور عیسائیت کے بعد صرف اسلام رہ جاتا ہے۔ جسے خود مورخین عالم نے بھی تبلیغی مذہب تسلیم کیا۔ اور اس کا تبلیغی مذہب ہونا علم اور عمل، سے بھی ثابت ہے۔

اسلام

سیدنا و مولینا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے رقبۂ تبلیغ کی وسعت رسالت عامہ کی مسعت، مخاطبین و منذرین کی عمومیت ایک ہی آیت فرقانیہ سے بخوبی واضح ہے۔

وسعت دائرہ رسالت

قُلْ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ	اے نبی! کہہ دیجئے کہ اے نسل انسان کے بچو!
رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا نِ	میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ہوں۔ وہ
الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	اللہ جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔

اب میدان عمل کی سیر کو تشریف لے چلیے

کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے بھی صرف اہل مکہ ہی ہیں۔ جہاں حضور نے دس سال رسالت احکام ربانی فرمائی۔

کیا حضور پر ایمان لانے والے صرف حضور ہی کے خویش واقارب کے لوگ ہیں۔

یا گروہ مومنین میں صرف حضور ہی کے وطن و دیار کے باشندے شامل ہیں۔

دین الٰہی میں فوج در فوج داخلہ

یاان سب سے بڑھ کر عملی طور پر بھی جمعیت کافہ، جامعیت مرافرہ، جمجموع کثیرہ اور جماعات متکاثرہ، جنود نامحدود کا وجود اس میدان میں موجود پایا جاتا ہے۔ اور حیطۂ اسلام میں داخل ہونے والوں ہی پر اسم "الناس" جو جمیع اصناف اور جملہ انواع پر شامل وحاوی، محیط و محتوی ہے، صادق آتا ہے۔

میں ہر ایک جوئندہ صداقت اور طالب حقانیت سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ مہاجرین وانصار کے گروہ ابرار کو دیکھتے ہوئے اپنی نظر کو ان اقوام متعددہ تک بلند کرے۔ جو انجذاب ایمانی سے کھچ کھچ کر شمس منیر ہدایت اور خورشید درخشاں رسالت تک پہنچے اور پھر کالنجوم ہو کر فلک تبلیغ وارشاد پر ضیا بخش ہوئے۔

نمونہ کے طور پر چند ممالک کے چند سابقین اولین سے اسمائے مبارکہ درج کرتا ہوں۔

مختلف ممالک کے ثمرات اولین اسلام

فارس سے — سلمان فارسی، سالم مولی ابی حذیفہ، سفینہ مولی ام سلمہ (رضی اللہ عنہم)

حبش سے	بلال، اسودہ
روم سے	صہیب، باقوم
خراسان سے	فیروز دیلمی
ایشیائے کوچک سے	عداس نینوائی۔
یمن سے	ابوعامر، ابوموسیٰ اشعری، ابوہریرہ

اب مختلف مدارج و طبقات کے لحاظ سے بھی چند نام آوروں کے گرامی نام سن لیجئے۔ بادشاہوں میں سے

بادشاہان

اصحمہ نجاشی شاہ ابی سینیا

اکیدر شاہ دومۃ الجندل

جیفر شاہ عمان

ذوالکلاع حمیری، شاہ حمیر

عبد یالیل ثقفی، حکمران طائف

وائسرایان اول عظام

تائبان سلطنت

فردۃ الخزاعی، سلطنت روما کا وائسرائے ملک شام

بازان سلطنت ایران کا وائسرائے یمن

حکمران قبائل

زبدالخیل

(۲) حصین بن عیینہ (۳) ثمامہ بن اثال (۴) طفیل دوسی

کشور کشایان نام آور

فاتحین ممالک

(۱) نعمان بن مقرن (۲) مثنیٰ بن حارثہ الشیبانی (۳) اشعث بن قیس کندی

آئمہ یہود

آئمہ مذاہب شتی

(۱) عبداللہ بن سلام، عالم الکتاب، از نسل یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام

(۲) ابو اسرائیل بسیر (۳) سموئیل خیبری رض

عیسائیت کے مبلغین اور بشپ

(۱) ابو ضرمہ قیس بن مالک المازنی (۲) تمیم داری

(۳) عدی بن حاتم طائی (۴) طلق بن علی

(۵) عمرو بن مسیح بن کعب وغیرہم (۶) عباس بن مرداس الشاعر السلمی

کلید بردار کعبہ

عثمان بن طلحہ

غزوہ ہند کا ذکر حدیث میں

ہندوستان کو اگر آپ پیچھے نہ چھوڑنا چاہیں تو اس امر پر فخر کر سکتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ ہند کی بھی بشارت فرمائی تھی (بیہقی عن ابی ہریرۃ و خصائص الکبریٰ جلد دوم صفحہ ۱۱۳) اور یہ بھی یاد رکھ سکتے ہیں کہ سندھ اور ساحل مالابار پر اسلام تاجران حجازی کی تبلیغ سے قائم ہوا تھا۔

اتھروید اور اس کا اپ نشد

ہاں اتھروید کا الواپ نشد بھی ملاحظہ طلب ہے جس میں کلمہ طیبہ موجود ہے مہرشی دیانند سرستی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور وہ اس کے الہامی ہونے کا ثبوت پیش کرنے سے بھی ساکت ہیں۔

معشر مسلمین! تفصیل بالا سے واضح وثابت ہوجاتا ہے کہ تبلیغ صرف اسلام ہی کی خصوصیات میں سے ہے

خصائص اسلام

اسلام ہی نے بدو ایام سے خود کو تبلیغی مذہب بنایا۔

اسلام ہی نے اس میدان میں اولیں گام اٹھایا۔

اسلام ہی مختلف قوموں کے بنائی مختلف ملکوں کی دوری مختلف اصناف مردم کے جداگانہ رسوم ورواج، مختلف الالوان انسانوں کے اختلافات، مختلف اَلسِنَہ کی بیگانگی کو دور کرنے والا ہے

یہ اسلام ہی کی وحدت دعوت ہے جس نے توحید کا سبق سب کو پڑھایا۔ جس نے مشرق سے لے کر مغرب تک کے بحری وبری باشندوں کو ایسا متحد و یگانہ بنایا کہ سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ سب کے دلوں میں ایک ہی ولولہ سب کے دماغوں میں ایک ہی فہم واندیشہ سب کی ارواح میں ایک ہی میلان سب کی طبائع میں وحدت کی جانب رجحان پیدا کر دیا یہ اسلام ہی ہے جو فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا کا نظارہ عالم کو دکھلاتا، شاہ کو گدا کا اور آقا کو مولی کا بھائی بنا دیتا ہے۔

بیشک تبلیغ ہر مسلمان کا فرض ہے یعنی فرض کفایہ نہیں بلکہ فرض عین ہے کیونکہ

کا ہے کا ارشاد نبوی اسی کی سند ہے

مبلغین کیلئے چند اصول

تبلیغ کا کام کرنے والوں کو لازم ہے کہ وہ خالص اسلامی اصول کی تبلیغ کی تفہیم سے اپنا کام شروع کرے اور جذبات میں نہ پڑے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ پاک سامنے ہے دیکھو اور غور کرو! کہ مکہ معظمہ میں حضور نے تفاصیل شرائع کا مذکور نہ فرمایا۔

صوم و زکوٰۃ (جو ارکان اسلام ہیں) کی فرضیت ۱۵ھ نبوت میں شائع کی گئی۔

حرمت خمر کا اعلان غزوہ احد کے بعد ہوا

حرمت متعہ کا اعلان تام غزوہ خیبر کے بعد ہوا

یہ اس استاد عالم و عالمیان نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نصاب کی ترتیب ہے۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ کی روایت بصر افروز ہے کہ اگر حضور پہلے ہی دن حرمت خمر و زنا کا وعظ فرماتے تو انکار عام کے سوا اور کوئی آواز سنائی نہ پڑتی، الا ما شاء اللہ

معشر مسلمین! میں سمجھتا ہوں کہ تبلیغ اسلام کے مراتب ہیں اگر ہم غیر مسلموں میں تبلیغ شروع کرنا چاہتے ہیں تو ضرور ہے کہ اول خود ہم کو اس قوم کے معتقدات اور مسلمات کا علم ہو۔

عیسائیت کا مُطالعہ

ہندوستان میں ہم کو بسا اوقات عیسائیت اور ہندو دینت پر گفتگو کا موقع ملا کرتا ہے

(۱) عیسائیت پر گفتگو کرنے والے کو بائبل کا علم ہونا چاہیے۔ ضرور ہے کہ وہ تاریخ کلیسا سے باخبر ہو۔

ضرور ہے کہ وہ عیسائیت موجودہ کے بنیادی اصول یعنی تثلیث وکفارہ وابنیت والوہیت کے مسائل کے نشوونما اور موجودہ ارتقار سے پورا پورا واقف ہو

ضرور ہے کہ وہ رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ اور یونیٹیرین کے مابہ الامتیاز سے باخبر ہو۔

ضرور ہے کہ وہ چرچ آف گریک، چرچ آف رشیا، چرچ آف انگلینڈ کے اختلافات صوری ومعنوی کا علم رکھتا ہو۔

پاپایان روما کے مسیحی اختیارات اور بشپ آف کنٹربری کے دینی اختیارات (بشمولیت کنگ) اس کے پیش نظر ہوں

ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ اناجیل اربعہ کے بیانات کے تناقض و تضاد کو یاد رکھتا ہو۔ کتاب اعمال میں اور حواریوں کے خطوط میں جو مختلف تعلیم دی گئی ہے اسے جانتا ہو۔

یعقوب حواری، برنباس حواری اور پولوس مبلغ کے جداگانہ طریقوں سے واقف ہو

ہندوازم کا مطالعہ

(ب) ہندوازم کے متعلق ایک وہ ہیں جو چار ویدوں، چھ شاستروں اور منوسمرتی کے علاوہ کسی اور کتاب کا حوالہ پسند نہیں کرتے۔

ایک وہ ہیں جو شری مدبھاگوت اور مہابھارت اور اٹھارہ پرانوں کا ڈسٹانٹ بھی تسلیم کرتے ہیں۔

ایک وہ ہیں جن کو وید پران سے کوئی تعلق نہیں ان کی کتابیں، ان کے دیوتا بالکل ہی الگ ہیں (جینی، آدھ ہندو) ان ہی میں شامل ہیں

میرے نزدیک اس فرق کو یاد رکھنا ضروری ہے۔

ویدوں کا مطالعہ نہایت ضروری ہے اگرچہ سخت مشکل یہ ہے کہ ویدوں کے تراجم باقاعدہ موجود نہیں مہرشی دیانند سرستی جی نے ویدوں کا ترجمہ بھاشا میں لکھنا شروع کیا تھا مگر وہ بھی اس کام کو پورا نہ کر سکے اور جس قدر انہوں نے لکھا ہے۔ اس کی تائید شارحین قدیم سے نہیں ہوتی اور زمانہ حال کے علمائے سنسکرت بھی ان سے متحد الرائے نہیں۔

مسلمان فضلائے سنسکرت

مگر مسلمان مبلغ ابو ریحان ہارونی، ابو معشر بلخی فیضی فیاضی اور دارا شکوہ کے رشحات قلم سے بہت کچھ معلومات حاصل کر سکتا ہے

بزرگان قوم اشاعت اسلام کا ایک درجہ خود اپنے گھر میں ہے

مختلف فیہ مسائل پر گفتگو کرنا ایسے بردبار عالم کا کام ہے جو مخاطب کو عزیز و دوست سمجھتا ہو جو شکست و فتح کے لیے نہیں بلکہ محض اخلاص سے گفتگو کرتا ہو۔ جو مناظرہ کے اختتام پر اسی انبساط وجہ کے ساتھ اٹھے جس کشادہ پیشانی اور وسعت خاطر کے ساتھ مناظرہ میں آیا تھا۔

مقصد سوم

کانفرس کا مقصد سوم فرق ضالہ کی تردید اور مناظرہ ہے میں خیال کرتا ہوں کہ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب فاضل امرتسری اور مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی اس مقصد کے متعلق بہت کچھ کرتے رہے ہیں مولانا مولوی محمد صاحب جونا گڈھی بھی مقصد ہذا کی تکمیل کی جانب متوجہ ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ آل انڈیا کانفرس کی سالانہ رپورٹ میں ان مناظرات کا ذکر بطور خلاصہ و یادداشت ضرور ہو جایا کرے

مقصد چہارم

ان بدگمانیوں کا ازالہ ہے جو اہل حدیث کی نسبت پھیلی ہوئی ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ہر ایک جماعت، ہر ایک فرقہ ہر ایک شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کے متعلق جو بدگمانیاں پھیلی ہوئی ہیں ان کے ازالہ میں سعی کرے اس سے بدگمانی کا انسداد ہوتا ہے اور اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا کی حقیقت جلوہ گر ہوتی ہے۔ بدگمان کو پشیمان ہونے کا موقع مل جاتا ہے اور جو لوگ نیک نیتی سے بدگمانی میں پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ انتباہ اور صحیح اطلاع کے بعد غیبت و بہتان کے وزر سے بچ جاتا ہے۔

اہل حدیث پر بہتانات

اہلحدیث کی نسبت کچھ بدگمانیاں ایسی ہیں جن کی اشاعت کے ذمہ دار جاہل و بے خبر لوگ ہیں یہ لوگ اکثر کہا کرتے ہیں۔

(۱) اہل حدیث رسول اللہ کا درجہ بڑے بھائی کے برابر جانتے ہیں۔

۲۔ اہلحدیث اولیاء اللہ کے دشمن ہوتے ہیں۔

۳۔ اہلحدیث کرامت کے منکر ہیں۔

۴۔ اہلحدیث امام صاحب کو برا سمجھتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ چاروں باتیں قطعی غلط ہیں۔ بہتان عظیم ہیں، دروغ محض ہیں۔

(۱) اہل حدیث کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ

اہلحدیث تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطاع عالم سید وُلد آدم صاحب مقام محمود صاحب لواء الحمد خاتم النبیین سید المرسلین رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین سمجھتے ہیں بڑے بھائی کی حقیقت کیا ہے۔ اہل حدیث تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمنوا ہو کر فداہ آباءنا و امہاتنا ہمارے باپ دادا اور ہماری مائیں اور دادیاں نانیاں حضور پر قربان ہوں کہا کرتے ہیں۔ اب بھی کوئی نہ مانے تو وہ جانے۔

(۲) اولیاء اللہ سے محبت رکھنا، صالحین کا ذکر خیر کرنا ان کے نام کو محبت اور ادب سے زبان پر لانا، ان کی سیرت کے واقعات صحیحہ کو بیان کرنا ان کے لیے دعائے خیر کرنا اہل حدیث میں جاری و رائج ہے

کرامت اولیاء

۳۔ کرامت کا کوئی منکر نہیں جب کسی بزرگ کی کوئی کرامت بروایت صحیح ثابت ہو جاتی ہے تو اسے دلیل صداقت اسلام اور نتیجہ اتباع رسول انام صلی اللہ علیہ وسلم سمجھا جاتا ہے۔

امام اعظم رح

۴۔ امام ہمام عالی مقام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کو اہلحدیث امام تسلیم کرتے ہیں۔ ان کو یکے از آئمہ اربعہ جانتے ہیں فتاوی ہیں ان کے مذہب و دلیل کو لیتے ہیں

تلامذہ امام اور خلافیات

کسی مسئلہ میں توافق کا نہ ہونا اس اصول پر ہوتا ہے جس اصول پر امام ابو یوسف رح رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا خلاف ہے امام زفر اپنے استاد سے خلاف

کرنے میں اہلحدیث سے بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔ بایں ہمہ کوئی صاحب ان بزرگواروں کی نسبت یہ نہیں خیال کرتا کہ یہ امام صاحب کو برا سمجھنے والے ہیں لہذا اہلحدیث پر بھی یہ بدگمانی نادرست ہے۔

اہل السنت واہل حدیث

ہاں کچھ بدگمانیاں وہ ہیں جن کا ذکر بعض اہل علم کی زبان و قلم پر بھی آجاتا ہے۔ مثلاً اسم اہلحدیث کی نسبت کبھی کبھی کچھ سننے میں آجاتا ہے

میں کہتا ہوں کہ جو اہل علم خود کو اہل السنت والجماعت کہلانا صحیح سمجھتے ہیں ان کو اسم اہل حدیث پر کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیے کیونکہ سنت اور حدیث دونوں ہم معنی ہیں۔

دائرہ اہل حدیث کی وسعت

اہلحدیث وہ ہے جو حدیث سے استدلال کرتا ہو جو حدیث رسول کو رشد و ہدایت سمجھتا ہو جو فرمان رسول کے سامنے رائے اور قیاس کو چھوڑ دیتا ہو اس تعریف کے مطابق آئمہ اربعہ اور آئمہ ظواہر یقیناً اہلحدیث ہیں اور مالکیہ و شافعیہ و حنابلہ و احناف کے وہ سب علمائے کرام بھی اہلحدیث ہیں جو مسائل شرعیہ میں سنت نبویہ کو حجت سمجھتے ہیں جو حدیث رسول اکرم سے استشہاد کرتے ہیں۔

ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ کہہ دے کہ اہلسنت والجماعت کا لفظ ہی کہاں ثابت ہے جسے یہاں اہلحدیث کا مرادف یا مشبہ بہ بنایا گیا ہے۔

علی مرتضیٰ اور جماعت

میں کہتا ہوں کہ امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات پڑھو!

سند برائے لفظ جماعت

الزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ (نہج البلاغۃ ص۱۰۵)

سواد اعظم کا لزوم کرو کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے

سند برائے لفظ سنت (علی مرتضیٰؓ اور سنت)

واقعہ تحکیم کے متعلق امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں

وَقَدْ قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ فَرَدُّہٗ اِلَی اللّٰہِ اَنْ نَحْکُمَ بِکِتَابِہٖ وَرَدُّہٗ اِلَی الرَّسُوْلِ اَنْ نَاْخُذَ بِسُنَّتِہٖ۔ (نہج البلاغہ ص۱۴۰، جواب نمبر ۲۴۷ سنہ۱۳۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر تمہارا آپس کا نزاع کسی چیز میں ہو جائے تو جھگڑا کو اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ۔ اللہ کیطرف لے جانے کا مطلب ہے کہ قرآن کی رو سے فیصلہ کیا جاوے اور رسول کی طرف لے جانے کا مطلب ہے کہ حضور کی سنت پر عمل کیا جائے

اہل سنت والجماعت کے الفاظ کا ثبوت ہو گیا تو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کلام رسول کو بلفظ حدیث بیان فرمایا ہے۔

حدیث قرآن میں

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا (سورۃ تحریم)

جب نبی نے ایک بیوی سے ایک حدیث راز میں کہی۔

الفاظ حدیث کو یاد رکھنا، اسے جوں کا توں ادا کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد اور دعائے برکت کی تحت میں ہے

حافظ الحدیث کے لیے دعا

نَضَّرَ اللّٰہُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعَاھَا وَ اَدَّاھَا کَمَا سَمِعَھَا ط

اللہ تعالیٰ اس بندے کو سرسبز و شاداب رکھے جس نے میرا کلام سنا اسے محفوظ رکھا۔ پھر جیسا سنا تھا اسی طرح ادا بھی کر دیا۔

مجھے امید ہے کہ اب اس بدگمانی سے اہل حدیث کو مصئون رکھا جائے گا

علم الحدیث کے خلاف ظنون

ایک اور بدگمانی ہے جو خود علم الحدیث کی نسبت پھیلائی گئی ہے یہ بدگمانی یورپ کے مستشرقین نے پھیلائی ہے اور بعض مسلمان بھی اس بدگمانی کا شکار بن گئے ہیں وہ کہا کرتے ہیں کہ حدیث ایک عرصہ تک قلمبند نہیں کی گئی اور صرف حافظہ پر اس کا دارومدار رہا اس لیے حدیث کا کوئی اعتبار نہیں۔

یہ لوگ مندرجہ ذیل امور کو بھول جاتے ہیں

ا۔ دنیا بھر کے مورخین کی عادت اور تاریخ نگاری ہیں ان کا معمول یہ شیوہ مستحکم کیا ہے۔

شیوۂ مصنفین و مورخین

کیا ہر ایک مورخ و مصنف نے اپنے ہیرو کے اصلی الفاظ کی تلاش میں محنت شاقہ نہیں اٹھائی، حکماء یونان فلاسفران یورپ مورخین ایشیا، داستان طرازان ہند، فسانہ نگاران چین رہبران دین اور مقتدایان حکمت سب کے سب اسی بات پر کاربند رہے ہیں کہ اپنے ہیرو کے اصلی الفاظ کو بیان کیا کریں۔

شاعروں کے حالات میں ان کے اشعار کا بیکچراروں کے بیان میں ان کی

گفتگو کے فقرات کا، اشراقیین کے حالات میں ان کے ملفوظات کا حکمرانوں کی تاریخوں میں ان کے پیامات کا ذکر کرنا ہر ایک نے لابُدّ سمجھا ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ ہر ایک بزرگ ہستی کے الفاظ کی حفاظت کرنا اس کے حلقہ اثر میں مسلمہ رہا ہے اور بالکل فطرت انسانی کے موافق ہے

انجیل متی میں مسیح کا ایک فقرہ

جناب متی کو حضرت مسیح علیہ السلام کا ایک اصلی فقرہ مل گیا تھا اس نے اس فقرہ کو بعینہ اپنی انجیل میں درج کر دیا اور آج تک اس انجیل کے ہر ایک ترجمہ میں انہی الفاظ کو بطور خاص ضرور درج کیا جاتا ہے وہ فقرہ یہ ہے اِیلی اِیلی لِمَا سَبَقْتَنِی عربی زبان میں جو عبرانی سے نہایت متقارب الصوت ہے اس کا ترجمہ یہ ہے

الٰہی الٰہی لما سبقتنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا

ب۔ اب اس گروہ صحابہ پر نظر ڈالیے تب اندازہ ہو سکے گا کہ یہ مقدسین کیونکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارکہ کو محفوظ کر لیتے تھے۔

عرب کی ذہانت

۱۔ وہ صحابہ جن کا حفظ و ایقان اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ایک ایک جلسہ میں ایک ایک سو قصیدہ کا زبانی پڑھ دینا ایک معمولی بات سمجھا جاتا تھا۔

۲۔ وہ صحابہ جن کا فہم و ذکا اتنا زبردست تھا کہ سنسان بیابانوں میں سینکڑوں کوس تک درختوں پتھروں اور راہ کی اونچائی نیچائی کی شناخت کرنا ان کو کچھ دشوار نہ معلوم ہوتا تھا۔

اوصاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

(۱) وہ صحابہ جن کو اپنے گھوڑوں اور گھوڑیوں تک کے نسب نامے اور کارنامے ازبر ہوتے تھے۔

۲۔ وہ صحابہ جنہوں نے اسی پاک نبی کی محبت میں گھر بار، خویش و تبار، یاران دلبند اور زن و فرزند کو ترجیح دیا تھا۔

۳۔ وہ صحابہ جنہوں نے حضور ہی کے جمال پر جلال کو آئینہ قلب صفائے ایمان بنا رکھا تھا۔ فی الحقیقت اس امر عظیم کے اہل تھے کہ جو کچھ حضور سے سنیں اسے فوراً محفوظ کریں اور محفوظ کو مکتوب کرنے والوں تک پہنچائیں۔

مسٹر برگ انگلستان کا پرانا بیرسٹر

۴۔ تم کسی انگریز سے مسٹر برگ کی بابت دریافت کرو جو وارن ہیٹنگز کے خلاف پارلیمنٹ میں مقدمہ لڑ رہا تھا ہر ایک انگریز کو اقرار ہے کہ اس مشہور وکیل کو گورنر جنرل مذکور کے ہفت سالہ حکومت ہند کے تمام بجٹ ہا کی جملہ رقوم ایسی صحیح یاد تھیں۔ کہ ان ہزاروں لاکھوں رقوم میں کسی جگہ بھی اس کو زبانی دہراتے ہوئے دہائی اکائی یا آنہ پائی کا مغالطہ نہ ہوتا تھا

اگر رقموں کا یاد رہ جانا ممکن ہے۔ اگر ہزاروں، لاکھوں اعداد کا دماغ میں محفوظ رہ جانا تجربہ میں آچکا ہے تو پھر کسی کلام بلاغت نظام کا سنتے ہی یاد رہ جانا ذرا بھی مستبعد نہیں رہ جاتا۔ ؎ سخن کہ از دل آید بود دل پذیر

کلام فصیح

۵۔ اب یاد کرو کہ عرب فصاحت کلام کے کس قدر دلدادہ تھے۔ وہ جب

کبھی کوئی فصیح کلام سن لیتے تو بے اختیار بول اٹھتے

عرب اور منزلت فصاحت

اُکْتُبُوْهَا بِالْخَنَاجِرِ دَکُو اس کلام کو اپنے گلوں پر لکھ لو۔ خواہ تلواروں

بِالْخَنَاجِرِ کی دہار ہی سے لکھنا پڑے۔

فصاحت نبوی صلعم

۵۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت کے متعلق مجھے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں زبان عرب کا کوئی ادیب خواہ کتنا ہی متعصب عیسائی ہو بلکہ متشدد یہودی بھی ہو وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پاک کی فصاحت وبلاغت اور جزالت و رشاقت کا اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

جب آپ صحابہ کے داخل اسلام ہونے کے حالات تفحص کریں گے۔ تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اہل فضل وکمال پر حضور کے اسی معجزہ نے اثر کیا تھا۔

ضماد ازدی کا ذکر

ضماد ازدی یمن کا باشندہ تھا۔ اور عرب کا مشہور کاہن ہزاروں لوگ دور دور سے پہنچ کر اس کی آستان پر حاضر ہوتے اور اس کے فقرات مسجع و مرجز کو ازالہ مرض کا افسون سمجھا کرتے تھے۔ وہ ایک بار مکہ میں آیا اہل مکہ نے کہا کہ ہمارے خاندان کا ایک نوجوان ہے اسے جنات کا سایہ ہو گیا ہے اس کا علاج ہو جائے تو ساری قوم تیری شکر گزار بن جائے گی ضماد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا کہا محمد! ادھر آؤ میں تمہیں اپنا منتر سناؤں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے مجھ سے سن لو کہ میں کیا کہتا ہوں اس وقت حضور نے اس طرح کلام کا آغاز فرمایا:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ	حمد کا مالک اللہ ہے ہم اسی کی حمد کرتے اور
مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ	اسی سے مدد مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے
لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ	اسے گمراہ کرنے والا کون جسے وہ گمراہی دے اس کا
لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ	ہادی کون میری شہادت یہ ہے کہ اللہ کے سوا
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ	کوئی اور معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں
اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ	میری شہادت ہے کہ محمد اللہ کا بندہ اور رسول ہے
اَمَّا بَعْدُ	اما بعد

ضماد نے اسی قدر سنا تھا کہ بول اٹھا کہ ان کلمات کو پھر سنا دیجئے وہ یہی کہتا رہا اور دو تین بار حضور کی زبان سے انہی کلمات کو سنتا رہا اور پھر بے اختیار ہو کر بول اٹھا۔

"واللہ میں نے بہتیرے کاہن دیکھے ساحر دیکھے شاعر سنے لیکن ایسا کلام تو میں نے کسی سے بھی نہ سنا، وَلَقَدْ بَلَغْنَ قَامُوْسَ الْبَحْرِ یہ کلمات تو وہ سمندر ہیں جس کی گہرائی کا پتہ ہی نہیں لگتا۔

"محمد اللہ اپنا ہاتھ بڑھاؤ کہ بیعت اسلام کر لوں" (صحیح مسلم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

امام یہود عبداللہ بن سلام رضہ کا ذکر

عبداللہ بن سلام بن الحارث الاسرائیلی رضی اللہ عنہ کی سنو یہ یہود کے امام تھے۔ اور سیدنا یوسف صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یادگار اور آیت قرآنی من عندہ علم الکتٰب کے مصداق انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سن لیا تھا

اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ	سلام علیک بکثرت کیا کرو مساکین کو کھانا کھلایا
وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ	کرو قرابت داروں سے مل کر رہو رات کو جب

وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ السَّلَامِ ۔ لوگ سورہے ہوں نماز پڑھا کرو، جنت السلام میں داخل ہو جاؤ گے۔

حدیث اور طرق حدیث

ا۔ حدیث کی صحت و عظمت پر اس وقت دل مطمئن ہو جاتا ہے جب دیکھا جاتا ہے کہ ایک ہی حدیث کو متعدد آئمہ حدیث نے بیان کیا راوی مختلف ہیں مگر الفاظ متحد ہیں۔ بسا اوقات طالب حق دیکھ لے گا کہ ایک جامع کتاب سے لے کر صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک راوی بالکل نئے ہیں، مگر متن حدیث واحد ہے اگر دیکھنے والا ہوش ہے تو وہ معلوم کر سکتا ہے کہ ایک راوی کس کس اسناد سے روایت کرتا ہے اور اس راوی سے کتنے شاگرد روایت کرتے ہیں اس کے اساتذہ اور تلامذہ کا یہ سلسلہ سینکڑوں کوسوں تک پھیلا ہوا ہے مگر راوی کے سب شاگرد اور سب اسناد متن حدیث کے بیان کرنے میں کس قدر توافق باہم رکھتے ہیں

کمی یا بیشی الفاظ معلوم کرنے کا طریقہ

اگر کسی روایت کے الفاظ متن میں کسی لفظ کی کمی بیشی ہو جاتی ہے تو فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کمی یا بیشی فلاں راوی کی طرف سے ہوئی ہے

حدیث واحد اور راویان ممالک متعددہ

ہاں جس کو اسماء الرجال پر کامل دسترس ہے تو وہ یہ بھی معلوم کر سکے گا کہ ایک ہی حدیث کے راوی سب کے سب اہل شام بھی ہیں اور اسی حدیث کے سب راوی اہل مصر بھی ہیں اور اہل حجاز بھی ہیں وغیرہ وغیرہ راویوں کے اس بون بائن پر بھی متن حدیث میں توافق موجود ہوتا ہے یہ باتیں معمولی نہیں بڑی وقعت کی ہیں۔

معیار شہادت اور قوانین ممالک یورپ

ہندوستان اور یورپ کی عدالتوں میں جو جو قانون شہادت مروج ہیں۔ اور ان میں شہادت کے پرکھنے کے جو جو قواعد مندرج ہیں ان کا مقابلہ ان شروط سے کیجیے جو آئمہ حدیث نے روایت کے متعلق اختیار کی ہیں۔ ہر ایک قانون دان کو اقرار کرنا پڑیگا۔ کہ جو اصول ہمارے آئمہ کرام نے قرار دیے ہیں ان سے بڑھ کر تنقید شہادت کا کوئی معیار ہو ہی نہیں سکتا۔

شمار صحابہؓ

یہ علم اسماء الرجال ہی کی یمن و برکت ہے کہ امام ابن عبد البر کی کتاب الاستیعاب سے ۳۵۸۵ صحابہ رسول پاک کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں اور حافظ شمس الدین ذہبی کی کتاب تجرید سے ۲۲۱۶ کے اسماء مبارکہ مل جاتے ہیں یہ علم اسماء الرجال ہی کی برکت ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ہزاروں ہزار تابعین و تبع تابعین اور حفاظ حدیث کے نام معہ ان کی سیرت و حالات کے مبرہن و روشن ہیں۔

کیا کوئی قوم کوئی مذہب کوئی ملک کوئی سلطنت اپنی رعایا و برایا یا امراء و وزراء یا حکماء و علماء کے حالات کا ایسا مکمل سلسلہ پیش کر سکتا ہے جو مسلمانوں کی صحت حدیث کی نگہداشت کے شغف و توغل میں اس علم کے اندر پیش کر دیا ہے۔

راوی کا روایت کو بالیقین بیان کرنا

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اہل اسلام بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں اور ثلج خاطر و اطمینان قلب کے ساتھ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر روایت کر سکتے ہیں۔

ذرا علم الحدیث پر اگر مفتشین حقائق بطور فلسفہ اخلاق غور کریں۔

حدیث اور علوم تمدن

یا مورخین مدنیت بطور تاریخ تمدن اسے پیش نظر رکھیں تو اسے یہ مجموعہ گنج خداداد کا ذخیرہ نظر آجائے گا اور اسی مجموعہ سے اصول علم جدیدہ کا اتنا بڑا سرمایہ حاصل ہو جائے گا جتنا کہ مسائل فقہی کا ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے

حدیث اور علم اللسان

ح۔ اگر اس مجموعہ پر علم وادب کے شیدائی اور لسان العرب کے فدائی انہماک اور شوق کے ساتھ متوجہ ہو جائیں تو ادب کی سب کتابیں نظم یا نثر اس خوان نعمت کے سامنے پھیکی دال معلوم ہونے لگیں گی۔

عجائبات حدیث

ط۔ ہاں! عجائبات علم الحدیث میں سے وہ حصہ بھی ہے جو پیشگوئیوں پر مشتمل ہے یہ مسلمہ ہے کہ علم الغیب کا مالک رب العالمین ہے اب حدیث پاک میں کسی پیشینگوئی کا پایا جانا اور پھر انہی الفاظ کے مطابق وقوع ظہور میں آنا (۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت نبوت کی بھی دلیل ہے اور (۲) الفاظ حدیث کی صحت کی بھی برہان ہے ہے۔ لہذا چند احادیث کا اس موقعہ پر ذکر کرتا ہوں۔

۶۵۴ سال پہلے کی پیشین گوئی

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی	قیامت نہیں آئے گی۔ جب تک حجاز
تَخْرُجَ نَارٌ مِّنَ الْحِجَازِ تُضِیْءُ	میں ایسی آگ ظاہر نہ ہو جس کی روشنی
اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰی	بصریٰ کے اونٹوں پر روشنی ڈالے گی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۵۶ھ میں اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۶۱ھ

میں رحلت فرمائی تھی صحیحین ان آئمہ کی زندگی ہی میں جملہ ممالک اسلامیہ میں پہنچ گئی تھیں پھر ان کی اشاعت ہر عہد ہر زمانہ میں کثیر در کثیر تعداد تک روز افزوں ہوتی رہی۔ اس پیشینگوئی کے مطابق اس نار کا ظہور جمادی الثانی ۶۵۴ھ میں ہوا [1]

یعنی شیخین الحدیث کی وفات سے چار صدیوں کے بعد

انبیاء کی پیشینگویاں اور الفاظ حقیقی

اس واقعہ سے نفس حدیث کی عظمت و وقعت بھی روشن ہو گئی اور ضمناً یہ بھی طے ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام کی پیشینگویاں اپنے اصل الفاظ کی صورت میں وقوع پذیر ہوا کرتی ہیں۔ نہ ان میں استعارہ مجاز کو دخل ہوتا ہے اور نہ وہ دور از کار تاویلات سے ثابت کی جایا کرتی ہیں

۶۵۶ سال پہلے کی پیشینگوئی

دوم۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے

---

[1] گواہان عینی نے اس آگ کے متعلق علیحدہ کتابیں لکھی ہیں شیخ صفی الدین مدرس مدرسہ بصری نے شہادت دی ہے کہ جس روز اس آگ کا ظہور ہوا اسی شب بصرے کے بدوؤں نے آگ کی روشنی میں اپنے اونٹوں کو دیکھا اور شناخت کیا تھا آگ یکم جمادی الثانی کو پھوٹ پڑی تھی دوم کو زلزلہ کی رفتار نیز محسوس ہوتی تھی سوم کو زلزلہ کی شدت بڑھ گئی تھی۔ چہارم کو زلزلہ کے ساتھ گرج کی آوازیں بھی آ رہی تھیں۔ گویا رعد فلک زور زور سے کڑک رہا ہے۔ پانچویں کو دھوئیں نے زمین اور افق کو چھپا دیا۔ آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔ چنگاریاں پھینکنے لگے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ سے نہر احمر بہہ رہی ہے اس آگ کا رخ شہر مدینہ کی جانب تھا۔ شب جمعہ تمام آبادی نے مسجد نبوی میں جمع ہو کر تضرع و زاری کے ساتھ پوری کی صبح کو دیکھا کہ آگ کا رخ پلٹ گیا ہے لعجب خیز امر یہ تھا کہ مدینہ میں اس شدت نار کے وقت بھی ٹھنڈی نسیم چل رہی تھی۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تُقَاتِلُوا	قیامت قائم نہ ہو گی (کئی باتوں کے بعد فرمایا) اور جب تک
التُّرْكَ صِغَارَ الْاَعْيُنِ حُمْرَ	تم ان ترکوں سے جنگ نہ کر لو گے جو چھوٹی آنکھوں والے
الْوُجُوْهِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ	سرخ چہرے والے پست ناک والے ہونگے۔ انکے
وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ	چہرے ڈھالوں جیسے چوڑے چوڑے ہونگے

یہ فتنہ تتر کی خبر ہے جب کہ ہلاکو خاں کی افواج نے خراسان و عراق کو تباہ کیا بغداد کو لوٹا تھا۔ اور بالآخران کو بھی ایشیائے کوچک میں شکست عظیم ہوئی تھی۔ یہ واقعہ ساتویں صدی ۶۵۶ھ کا ہے اور صحیحین میں پانچ صدی پیشتر سے یہ درج تھا۔

سوم۔ سنن نسائی و بیہقی میں غزوہ ہند کی پیشینگوئی درج ہے۔

۳۹۳ سال پہلے کی پیشینگوئی

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ دریائے اٹک کا نام "ہند" ہے اور جو ملک دریائے اٹک سے مشرق کی جانب ہے وہ سب ہند ہی کے نام سے موسوم ہے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا سن وفات ۳۰۳ھ ہے[1]

اس پیشینگوئی کا ظہور اس وقت ہوا جب سلطان محمود نے ۳۹۳ھ میں دریائے اٹک کو عبور کر کے پہلا حملہ کیا تھا یعنی اس پیشینگوئی کی اشاعت تو ۹۰ سال پیشتر بخوبی ہو چکی تھی

سات صدی پیشتر کی پیشینگوئی

طبرانی و ابو نعیم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اُتْرُكُوا التُّرْكَ مَا تَرَكُوْكُمْ	ترکوں کو نہ چھیڑنا جب تک روم سے پھیرہ نہ کمیں کیونکہ

[1] امام نسائی کی ولادت پر میرا ایک مصرعہ ہے ؎ نسائی طاہر بزاد و از جہاں فیروز رفت
۲۱۵ھ ۳۳۰ھ

فان اول من یسلب امتی — یہی وہ قوم ہے جو سب سے پہلے میری امت سے
ملکھم — ملک چھین لے گی۔

ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن حطر اللخمی الطبرانی کی ولادت ۲۶۰ھ وفات ۳۶۰ھ ہے اور ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی کی ولادت رجب ۳۶۶ھ وفات ۲۱ محرم ۴۳۰ھ ہے حدیث مذکورہ بالا ہر دو آئمہ کی کتابوں میں تین صدی سے مشتہر ہو چکی تھی اور بالآخر اسی حدیث کے مطابق ظہور ہوا کہ ساتویں صدی میں انہی ترکوں نے سلطنت عباسیہ کا خاتمہ کیا۔ معتصم باللہ خلیفہ بغداد قتل ہوا۔

اس وقت ترک مسلمان نہ تھے اور یہ بات بھی پیشینگوئی میں بتادی گئی تھی۔

پنجم۔ مسند امام احمد امام اہل السنۃ والجماعۃ میں فتح قسطنطنیہ کی پیشینگوئی درج ہے

۸۵۵۔ سال پیشتر کی پیشینگوئی

صحیح مسلم میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سنن ابی داؤد میں بروایت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی فتح قسطنطنیہ کا ذکر آیا ہے امام ہمام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا انتقال ۲۴۱ھ کو ہوا اور قسطنطنیہ کو محمد فاتح نے ۸۵۵ھ ۱۴۵۳ء میں فتح کیا یعنی چھ صدیوں کے بعد مسند کی حدیث کا ظہور دنیا نے دیکھا اور نعم الامیر اور نعم الجیش کا نظارہ یورپ کو بھی نظر آیا۔

ششم۔ صحیح مسلم میں ابو مستورد قرشی رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے جو انہوں نے عمرو بن العاص فاتح مصر کو سنائی تھی (یعنی اس وقت جب کہ شہر بہ شہر ملک بہ ملک مسلمانوں کے قبضہ میں آرہے تھے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "کہ آخری زمانہ میں یورپین عیسائیوں کا زور ہو جائے گا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۲۶۱ھ میں ہوا اور ان کی زندگی میں نصاریٰ کے غلبہ و کثرت کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ مگر دنیا اس حدیث کی صداقت کو برائے العین دیکھ رہی ہے اور گذشتہ ۱۳ صدیاں اس کی صحت پر شاہد ہیں

۱۳۴۶ سال پہلے کی پیشینگوئی

ہفتم۔ فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شیبہ بن عثمان اور عثمان بن طلحہ کو کلید بیت اللہ عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔

خذ وھا خالدۃ تالدۃ لا ینزعھا یا بنی ابی طلحۃ منکم الا ظالم

لو یہ کلید سنبھالو ہمیشہ کے لیے تم سے یہ کلید کوئی نہ چھینے گا مگر وہی جو ظالم ہوگا (الاستیعاب ص ۴۹۷)

ایک بیں تین پیشینگوئیاں

ان مختصر الفاظ میں تین پیشگوئیاں مندرج ہیں۔

۱۔ خاندان ابو طلحہ کا باقی رہنا اور اس کی نسل کا منقطع نہ ہونا۔

۲۔ کلید بیت اللہ کا انہی کی حفاظت میں رہنا۔

۳۔ اس شخص کا ظالم ہونا جو ان کے قبضہ سے کلید کو نکالے۔

مورخین کہتے ہیں کہ یزید پلید نے بنو شیبہ سے یہ کلید چھین لی تھی۔ اس کے بعد کسی اور حکمران نے اپنے آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ظالم کہلانے کی جرات کا اقدام نہیں کیا۔ آج ۱۳۲۴ سال کا زمانہ ممتد اس پیشگوئی کی صحت کا شاہد عادل ہے۔

میں حوالجات کو مختصر کرتا ہوں اور ہر ایک متردد و متشکک اور ہر ایک منکر و مکذب سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر دواوین حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے الفاظ مبارکہ

نہ ہوتے تو سینکڑوں سال کی مدت مدید ان کی صحت و صداقت کا مظہر نہ بن سکتی۔

مسلمین کیلیے عمل بالحدیث کا سبق

معشر مسلمین! یہاں سے ایک سبق ان سب لوگوں کو جو اتباع محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویدار ہیں نیز ان علماء کو جو علت احکام پر بحث کرنے والے اور شرائع الہیہ کے اسرار و حکم پر غور کرنے والے ہیں بطریق احسن حاصل ہوتا ہے کہ ہم لوگوں کا کسی حکم نبوی کی علت سے درماندہ ہونا تو ممکن ہے مگر حدیث پر عمل کرنے والے کا ان فوائد سے جن کی بنیاد پر حکم دیا گیا ہے۔ متمتع ہونا یقینی ہے

علوم الحدیث

ی۔ عجائبات علم الحدیث میں سے ہے کہ اخبار مبدا و معاد، براہین ثبوت ہستی باری تعالیٰ، ثبوت نبوت، دلائل ثبوت عذاب و ثواب، مضامین زہد و توکل و تقویٰ، حقیقت انابت الی اللہ و خشیت من اللہ، براہین النفسی و آفاقی، اسرار آیات کلام اللہ، رموز قصص الانبیاء، اصلیت شفاعت حقہ، حقیقت اخوت ایمانیہ، کیفیت محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ماہیت محبت الٰہی، بیان مدارج وحی، توضیح و تصحیح واردات قلبی کے جس قدر بھرپور خزانے احادیث رسول رب العالمین میں موجود ہیں وہ یقیناً کسی غیر جگہ میں ہرگز ہرگز نہیں ملتے

فقہ اور حدیث

ک۔ بایں ہمہ خصوصیات حدیث ان جملہ مسائل حقوق و معاملات پر بھی مشتمل ہے جو علم الفقہ کا خمیر مایہ ہیں۔ آئمہ دین اور مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ارشاد نبویہ پر ہی استنباط مسائل کی بنیاد کو قائم کیا ہے اور جملہ فتاویٰ میں ان کی اولین سعی یہ ہی ہوتی رہی۔ کہ

رسول پاک کے ارشاد سے رشد و ہدایت حاصل کریں اسی سعی و اجتہاد نے ان کو جلیل القدر اور محترم بالشان بنا دیا ہے ہاں ایسے مسائل میں بھی احادیث پاک کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ دلیل و تمثیل کے ساتھ بیان میں شگفتگی و دل بستگی کو بھی شامل کر دیا گیا ہے۔

معشر المسلمین! میرا یہ طویل بیان صرف اس بدگمانی کے ازالہ کے تحت میں ہے جو عوام میں حدیث کے متعلق پائی جاتی ہے

مقصد پنجم

اب میں کانفرس کے مقصد پنجم کے متعلق عرض کرونگا۔ یہ مقصد ان الفاظ میں ظاہر فرمایا گیا ہے "اہلحدیث کے باہمی اختلاف کا ازالہ" ہم ان الفاظ سے یہ سمجھتے ہیں کہ اہل حدیث میں بھی اختلاف ہو سکتا ہے اور اس اختلاف کے زائل کرنے میں سعی و کوشش کرنا کانفرس کے مقصد میں سے ہے

ثنائیہ اور غزنویہ اختلاف کا ازالہ ضروری ہے

یہ اختلافات اس وقت بھی موجود ہونگے جب مولینا مرحوم حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری مدراس کانفرس میں ان الفاظ کو زبان سے ادا کر رہے ہونگے مگر آج ہمارے سامنے یہ اختلافات شدید افتراق کی صورت میں رونما ہو گئے ہیں میری مراد جماعت ثنائیہ اور جماعت غزنویہ کے اختلافات سے ہے اور میں اکابر کانفرس سے اور ان سب علماء سے جو کانفرس میں موجود ہیں یا جو کانفرس کے مقاصد سے متحد ہیں یہ گذارش کرنا ہوں کہ ان اختلافات کے زائل کرنے میں بھی سعی موفور فرمائیں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کی کوششوں کو سعی مشکور کی صورت میں قبول فرمائے۔ آمین۔

مقصد ششم

اس کانفرس کا حکومت کی وفاداری کے ساتھ ساتھ دینی و دنیوی ترقی کا انتظام کرنا ہے مجھے امید ہے کہ کوئی مسلمان بھی بغاوت یا مجرمانہ سازش یا معاندت سلطنت کا روادار نہیں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ یاد رہے اور ہمیشہ یاد رہنا چاہیے۔

دنیوی و دینی ترقی

دینی و دنیوی ترقی کے الفاظ ضرور صراحت طلب ہیں میرے سامنے کانفرس کے گذشتہ پندرہ سالوں کی رپورٹیں موجود نہیں ہیں امید کرتا ہوں کہ اس مقصد کے متعلق بھی عملی طور پر ہمیشہ کچھ نہ کچھ ہوتا رہا ہوگا لیکن آج کل ہم ایسے وقت میں سانس لے رہے ہیں جبکہ اس مقصد عظمیٰ کے انتظام کے متعلق ہم کو ایک ایک سانس قیمتی سمجھنا چاہیے

بیروزگاری و بے ہنری

مسلمانوں کیلیے دنیا کی تباہی کے اسباب بہت سے ہیں اور میرے خیال میں افلاس قومی ان سب میں سب سے بڑا ہے مسلمانوں کی دین و دنیا کو بیروزگاری اور بے ہنری نے بہت زیادہ تباہ کیا ہے۔ آل انڈیا اہلحدیث کانفرس کا صدر دفتر دہلی میں ہے۔ اور دہلی تجارت کا مشہور مرکز ہے اگر اسی جگہ سے مسلمان بچوں کو ہنر سکھلانے اور روٹی کمانے کا ذریعہ سکھلانے کی ابتدا ہو جائے تو نہایت موزوں ہے۔

دہلی کے مدارس دینیہ

دہلی میں جس قدر مدارس ہیں ان سب کے مربی اور معاونین اور اساتذہ مل کر ایسا

طریق اختیار کریں کہ طلبار کو صرف و نحو اور فقہ و حدیث کے اسباق کے ساتھ کوئی ہنر بھی سکھلایا جائے۔

امید ہے کہ دہلی کی نظیر دوسرے مقامات کیلئے بہترین دلیل بن جائے گی۔

سود کا ادا کرنا

ہاں مسلمانوں کی دینی و دنیوی تباہی کا موجب ان کا سود ادا کرنا ہے۔ اگر مسلمانوں کو سود ادا کرنے کی حرمت سے آگاہ کر دیا جائے اس کی برائی ان کے دلوں میں کالنقش فی الحجر بنا دی جائے اور وہ سود ادا کرنے سے اتنا ہی اجتناب و احتراز کرنے لگیں جتنا اجتناب و احتراز اب تک سود کھانے سے چلا آتا ہے تو امید ہے کہ سینکڑوں خاندان تباہی و ہلاکت سے بچ سکیں۔

مسلمات و ارتداد

ہاں مسلمانوں کی دینی و دنیوی تباہی کا باعث اپنی ازواج کے ساتھ عدل و انصاف اور سلوک و محبت کا برتاؤ نہ کرنا ہے اگر آپ کسی مسلمہ کے ارتداد کا واقعہ سنیں تو تحقیق کر کے دیکھیں کہ اس کے تحت میں مسلمان شوہر کا ظلم ضرور موجود ہوگا۔ تمام خاندانوں کو، اور برادریوں کو فوراً اس تباہی کے تدارک کی طرف متوجہ ہو جانا ضروری ہے۔

واعظین کا محدود دائرہ

ہاں مسلمانوں کی دینی و دنیوی تباہی کا باعث تبلیغ کا بند ہو جانا ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں اور ان مقامات پر جہاں ریل جاری ہے ہمارے واعظین تعداد کثیر موجود پائے جاتے ہیں زیادہ سے زیادہ ان مقامات میں بھی پہنچ جاتے ہیں جہاں یکہ ٹانگہ پہنچ سکتا ہے مگر سینکڑوں دیہات ہیں جہاں دس، دس، بیس بیس سال میں کوئی واعظ نہیں پہنچا اس

تباہی کا انسداد بھی ضروری ہے۔

لائحہ عمل جس قدر مختصر ہو اسی قدر اچھا ہے۔ کانفرس امسال اگر اتنی ہی باتوں پر عمل کرنا چاہے تو بہت کافی بلکہ کافی سے زیادہ ہے۔

عہد و پیمان کے لیے التماس

میری دلی تمنا یہ ہے کہ آج اس اجلاس میں رونق افروز ہونے والے بھائی کسی ایک بات پر عمل کرنے کا عہد کر کے اٹھیں۔

پہلا عہد

مبارک ہے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اس امر کا عہد کرے کہ وہ خود کما کر کھائے گا۔ بے ہنری اور بیروزگاری سے نفور رہے گا۔ وہ ہر ایک ذریعہ معاش کو جس سے حلال روزی میسر آسکتی ہو اختیار کرنے کے لیے آمادہ رہے گا سوال اور گداگری کو انسانی لعنت اور محنت اور مشقت کو رحمت اور برکت سمجھا کرے گا۔

اپنی کمائی کی فضیلت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

مَا اَكَلَ اَحَدٌ طعامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَ اِنَّ نَبِيَّ اللهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ صحیح بخاری عن مقدام بن معدیکرب رض	اس سے بہتر اور کسی نے کبھی نہ کھایا ہوگا جیسا کہ اپنے ہاتھوں کی محنت کر کے کھانے والا کھاتا ہے اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام بھی ہاتھوں کی محنت کر کے کھاتے تھے۔

تجارت

مبارک ہے وہ مسلم جو تجارت سے اپنی معاش حاصل کرتا ہے۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلتَّاجِرُ الْاَمِيْنُ الصَّدُوْقُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ (ترمذی عن ابی سعید)	تاجر جو امانت و صدق کے ساتھ تجارت کرے وہ انبیاء اور صدیقوں اور شہیدوں، اور صالحین کے ساتھ ہوگا

نساء المسلمین

مبارک ہے وہ باایمان جو بیوی کے حقوق کو پہچانتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلنِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ (ابوداود و ترمذی عن عائشہ)	عورتیں مردوں کا حصہ ہیں۔
فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا (سنجان عن ابی ہریرۃ)	عورتوں کے ساتھ خیرخواہی کرتے رہو۔

نیز ارشاد فرمایا۔

اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ (ابوداود عن ابن عمرؓ)	وہ چیز جو حلال ہے مگر اللہ کو اس سے بہت بغض ہے وہ طلاق دینا ہے

نیز فرمایا

خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِاَهْلِهٖ (ابوداود و ترمذی عن ابی ہریرہؓ)	تم میں سے اچھا وہ ہے نیک وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا ہے

دوسرا عہد قرض نہ لینا

مبارک ہے وہ باایمان جو قرض سے بچنے کی کوشش کرتا ہے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا:-

يُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ كُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّيْنُ (مسلم، عن ابن عمرو بن العاص) شہید کا ہر ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے مگر قرض معاف نہیں ہوتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ یہ تھی کہ جب کوئی جنازہ حضور کے سامنے نماز کے لیے لایا جاتا تو حضور دریافت کر لیتے کہ یہ مقروض ہو کر تو نہیں مرا اگر معلوم ہوتا کہ اس کے سر قرض ہے تو اس کے جنازے کی نماز خود نہیں پڑھا کرتے تھے اس واقعہ سے مسلمان عبرت حاصل کریں جو قرض بھی لیتے ہیں اور سود پر لیتے ہیں آعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْہُ

عہد سوم سود ادا کرنے سے بچنا

میں اپنے خبط میں بہت کچھ کہہ گیا ہوں کہاں تک سمع خراشی کروں گا ؎

بریں صحبت ارباب دانشم که درو ٭ دقیقه هائے سخن بر اشاره میگذرد

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خاتمہ

ثُمَّ الصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ فَاِنَّهٗ ٭ يُبْدَاءُ بِهِ الذِّكْرُ الْجَمِيْلُ وَيُخْتَمُ

۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

القاضی محمد سلیمان سلمان

منصور پوری (پٹیالہ)

تعریفِ مسلم

یہ مضمون بھی درحقیقت قاضی صاحب مرحوم کا خطبہ صدارت ہی ہے۔ جو آپ نے انجمن خادم المسلمین دالحدیث بٹالہ کے پہلے سالانہ جلسہ منعقدہ ۷ ردسمبر ۱۹۲۸ء میں بیان فرمایا تھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ خَالِقِ الْحَبِّ وَالنَّوٰی، وَبَاهِنُ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ الَّذِیْ خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِهٖ وَاَمَرَهُمْ بِاَحْکَامِهٖ وَاَکْرَمَهُمْ بِنَبِیِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ اَجْمَعِیْنَ، اَرْسَلَهُ اللّٰهُ بِالْحَقِّ وَالْهُدٰی وَاَعْطَاهُ مَقَامَ الْکَرَامَةِ وَاَنْزَلَ الْعُلٰی فِیْ شَانِهٖ "مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ"

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط اما بعد

اے بانیانِ جلسہ! اور اے بزرگانِ بٹالہ! میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ نے اپنی سعی جمیلہ سے اس انجمن کو قائم فرمایا اور تہنیت دیتا ہوں کہ انجمن کے اولین جلسہ کا انتظام مکمل کیا اور بیرونجات سے آنے والے اکابر کو اپنی ملاقات کا موقع دیا۔

آپ کی پیاری انجمن کا نام "خادم المسلمین" ہے۔ یہ نام ہی آپ کے جذباتِ محبت کی ترجمانی کر رہا ہے۔

پیارے دوستو! میں چاہتا ہوں کہ لفظ "خادم" اور "المسلم" کے معانی کی نسبت

آپ کی خدمت میں کچھ عرض کر دوں۔

خدمت اپنے بھائی کی اس اعانت و امداد کو کہتے ہیں جو اس کے کام کو ہلکا۔ اس کی دشواری کو آسان اور اس کی گرانی کو سبک بنا دے۔

ہر ایک وہ حرکت یا فعل جس کا نتیجہ مندرجہ بالا صورت ہو داخل خدمت ہے خدمت کا معاوضہ کبھی روپیہ کی شکل میں کبھی تحسین و آفرین کی شکل میں اور کبھی مسرت روحانی کی شکل میں حاصل کیا جاتا ہے۔

انجمن کے نام میں لفظ "خادم" کو "المسلمین" کیطرف مضاف کیا گیا ہے۔ لہذا بالبداہت ہویدا ہے کہ انجمن ہذا کے بانی اور ارا کین اپنی خدمت کا معاوضہ روپیہ یا تعریف کی شکل میں حاصل کرنے کے خواستگار نہیں

یاد رکھیے! جب ایسا ہو تب لفظ "خدمت" اپنے مفہوم میں ایک خاص عزت اور منزلت پر محتوی ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے

مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ	جو کوئی شخص اپنے بھائی کی ضرورت پورا کرنے میں لگ جاتا ہے
كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ	اللہ تعالیٰ خود اسکی ضروریات کے انصرام پر توجہ فرماتا ہے

فارسی کا مشہور مصرعہ ہے ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

یہ مصرعہ خدمت کا نتیجہ یہ بتلاتا ہے کہ خادم بھی حسن خدمت کے طفیل مخدوم کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے بیشک تاریخ ایسے نظائر پیش کر سکتی ہے

البتگین خدمت کرتے کرتے بادشاہ ہو گیا اور سبکتگین اس کی خدمت کرتے بادشاہ کا داماد و جانشین ٹھہرا۔

قطب الدین ایبک اپنے آقا شہاب الدین غوری کا خادم ہی تھا حسن خدمت نے اسے ہندوستان کا پہلا بادشاہ بنایا۔

مگر کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور کلام شاعر میں زمین و آسمان کا فرق ہے شاعر کا تخیل اسے صرف اس قدر بلند اٹھا سکا کہ خادم بھی مخدوم ہو جایا کرتا ہے

لیکن ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حقیقت عالیہ کا بروز ہوتا ہے۔ اور منصب برترین کا اعلام "تم اپنے بھائی کے کام کرو اللہ عز و جل تمہارے کام بنا دیگا۔

ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے بھائی کا کام اپنی منشاء اور اس کے مقصود کے موافق سرانجام نہ دے سکیں اور باوجود تمہاری حسن نیت اور صحت عمل کے بھی بعض ایسے بیرونی موانع اور علل سامنے آجائیں کہ تمہارا کیا کرایا کام ذرا بھی مفید نہ ہو سکے مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص کی حاجت و مرام کا انجام رب الارض و السموات فرمانا چاہتا ہے۔ وہ رب جس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا وہ رب جس کے افعال سلسلہ اسباب و مسببات سے بالاتر ہیں وہ رب جس کے دو حروف "کن" کا نتیجہ بہر دو عالم و ما فیہن ہے بھلا اس کی ضرورت کیوں پوری نہ ہو اور اس کا مدعا کیوں نہ بر آئے اس کے شجر تمنا کو کیوں نہ ثمر آرزو لگے۔ الغرض یہی ایک حدیث کاشف حقیقت بھی ہے اور مبلغ بشارت بھی۔ طوبیٰ لمن ھی۔ مبارک ہے وہ جس کا عمل اس حدیث کے مطابق ہو اور مبارک ہے وہ جس پر اس بشارت کا اطلاق ہو۔

صاحبان! اَلْمُسْلِمُ کے معنی حدیث پاک میں بھی ہیں اور قرآن مجید میں بھی اور ہر دو جگہ ایک جداگانہ حقیقت کا انکشاف فرمایا گیا ہے۔ صحیحین میں ہے۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مسلم وہ ہے جس کے دست و زبان سے

مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ سے مسلمان بچے رہیں

حدیث بالا میں لفظ بالا کی یہ تعریف بلحاظ اس تعلق کے بتلائی گئی ہے جو ایک مسلم کو سب مسلمانوں کے ساتھ ہے اور ہونا چاہیے

مسلمان نہ مسلمان کو گالی دے نہ بد کہے نہ اس پر جھوٹ باندھے نہ بہتان لگائے نہ غیبت کرے اور مظلوم کے سوا ہر شخص جہر بالسوء سے رکا رہے اور کسی کے عیوب و نقائص کو بیان میں اپنی زبان کو جنبش نہ دے مسلم مسلمان پر حملہ نہ کرے۔ تحریر و تقریر میں اس کی حرمت کو ملحوظ رکھے

اب قرآن مجید کی طرف آیئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ ۞

اس جگہ مسلمان کے لیے دو اوصاف کا لزوم بیان فرمایا گیا ہے

اعمال میں سے کہ اپنا چہرہ اپنا رخ اللہ ہی کی جانب کر لے اپنی نیت اور مقصد کو اسی کے لیے خالص بنائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بستر استراحت پر لیٹ کر یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ اِلَیْكَ وَوَجَّهْتُ	میں اپنی جان تجھے سپرد کرتا ہوں۔ اور اپنا رخ
وَجْهِیْ اِلَیْكَ وَوَجَّهْتُ اِلَیْكَ وَ	تیری ہی جانب سیدھا کرتا ہوں اپنا معاملہ
اَلْجَأْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَةً	تجھے ہی سونپتا ہوں اپنی پیٹھ تیرے ہی اعتماد
وَرَهْبَةً اِلَیْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا	پر لگاتا ہوں رغبت بھی ہے اور دہشت بھی
مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ اٰمَنْتُ	ہے تجھ سے تیرے سوا اور ٹھکانہ کہاں؟ دوسرا
بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَ	آسرا کدھر میرا اس کتاب پر ایمان ہے۔ جو تو

وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ — نے نازل فرمائی اور اس نبی پر بھی جسے تو نے رسول بنایا۔

معشر مسلمین! لفظ احسان جو آیت بالا میں ہے معمولی لفظ نہیں لغت عرب اس کا مفہوم شرعی نہیں بتا سکتا اور کوئی شخص یہاں قرینہ صارفہ سے بھی کام نہیں لے سکتا۔ صحیحین کی حدیث جسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ نیز اسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔ اور یہ حدیث غایت شہرت اور رفعت صحت کے اعتبار سے متواترت میں محدود ہے۔ بیان ہوا ہے کہ سردار ملائک جبرئیل امین علیہ السلام نے لفظ احسان کے معنی سید المرسلین، امام الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیے تھے۔ اور اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا

أَلْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ وَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ — احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس یقین کے ساتھ کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے لیکن اگر یہ کیفیت نہ ہو تو اس یقین سے کہ وہ تجھے ضرور دیکھ رہا ہے۔

معشر مسلمین! یہ مختصر خطبہ اس حدیث کے اسرار و رموز کا متحمل نہیں اس لیے اس کی شرح چھوڑ دیتا ہوں۔

آپ لفظ "مسلمان" کا مفہوم سمجھنے کیلئے ذرا آیت ذیل پر غور فرمایئے۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ — کہہ دے کہ میری نماز، میری قربانی (میری بدنی عبادتیں اور مالی نذور) میرا جینا، میرا مرنا سب اللہ کیلیے ہے جو سب جہانوں کا پروردگار ہے جس کی ذات و صفات میں کوئی بھی شریک نہیں و ساجھی نہیں کہہ دے کہ مجھے

اَلْمُسْلِمِیْنَ ط یہی حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

مسلمانو! غور بھی فرمایا۔ یہ سب سے آخری بات ہے کہ میں مسلمان ہوں اور اس آخری جملہ کہنے سے پیشتر کس طرح جملہ اعمال و افعال میں خلوص کا ہونا اور زندگی و موت کا کلیتہً صدق پر مبنی ہونا اور اس حالت کے لیے اپنا مامور ہونا ظاہر فرمایا گیا ہے آیت بالا سے مستفاد یہ ہوا کہ مسلمان ہونے کا اعلان کرو تو اپنی زندگی کو فرمانبردار بناؤ خلوص کو رفیق راہ پکڑو اور صدق کو مشعل طریق سمجھو!

ہاں! اے بزرگان بٹالہ! آپ نے انجمن "خادم المسلمین" کے ساتھ لقب "اہل حدیث" بھی شامل کیا ہے اور یہ مبارک لفظ بتاتا ہے کہ کہ آپ نے اپنی دنیاوی معیشت اور اخروی معاشرت کیلیے اس طریق ہدیٰ کو پسند کر لیا ہے جو حبیب رب العلمین کا ہے۔

وہ پیارا جس کے قامت زیبا پر شفاعت کبریٰ کا لباس موزوں ہے۔

وہ ہادی امم جس کے فرق اقدس پر ختم نبوت کا تاج زیبا ہے۔

وہ معلم جس کی تعلیم بیضا ناخفیہ ہے

وہ استاد کل جس کی تدریس نے عالم ظلمات کو نیشنہ کہ کتھا دھا سے تبدیل فرما دیا تھا۔

وہ نبی جس کا امتی بننے کی آرزو موسیٰ علیہ السلام نے کی۔

وہ رسول جس کے منہ میں اللہ کا کلام رکھا گیا۔

وہ مصطفیٰ جس کی بلند شان پر یہ مصرعہ موزوں ہے ؎

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

صاحبان! جب آپ کی انجمن ایسے مبارک نام سے اور ایسے پسندیدہ مرام سے

منعقد ہو رہی ہے تو کچھ شک نہیں کہ اس کی بنیادیں مستحکم ہوں گی اور اس کا فیض عام ہوگا

مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ

پاک تعلیم کی مثال اس تناور درخت کی سی ہے جس کی جڑ پاتال میں ہے اور جس

کی شاخیں ساری فضا میں پھیلی ہوئی ہیں۔

وہ زمین کے چشموں سے بھی خوراک لیتا ہے اور آسمان کی نوازش سے بھی شادابی

پاتا ہے ارضی و سماوی برکات اسے مستحکم کرتی ہیں اور پھیلاتی ہیں اس کا سایہ مسافروں

کے لیے جو دھوپ کی تپش میں جل گئے ہوں راحت ہے۔ اور اس کا پھل ان بھوکوں کے

لیے جو آج تک شیریں ثمر کی تلاش میں تھے مسرت وفرحت بخشتا ہے۔

پیارو! کام کرو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر کام کرو ہمارا کام نہ کسی سے

جھگڑنا ہے اور نہ شورش کرنا ہے بلکہ اللہ کی بخشی ہوئی نعمت کا دستر خوان عام بچھا دینا ہے

بھوکے پیاسے کی امداد کرنا ہے وہ بھوکے اور پیاسے جن کو مرغوب غذاؤں کی ہوس نہیں

جن کو نیل اور گنگا کے پانی کی تلاش نہیں۔

ان کی روح بھوکی ہے ان کا قلب تشنہ ہے اللہ ہی کا ذکر دلوں میں اطمینان بخش سکتا

ہے اور اللہ ہی کی یاد روح کے لئے روح و ریحان بن سکتی ہے۔

لازم ہے کہ اسلام اسی رنگ میں ظاہر کرو جس رنگ میں اسے ہادی اسلام صلی

اللہ علیہ وسلم نے دکھلایا تھا بپتسمہ کے رنگین پانی میں غوطہ لگانا ختم ہو چکا ہے اور اب یہ

رسوم کا مذہب یا دہرم ہونا اب عقلاء کے نزدیک بالکل کھیل تماشہ ہو گیا ہے۔

اسلام رسوم سے بلند ہے اور قیود وہمی سے بڑتر ہے۔ اسلام کا پیغام ہر ایک سننے

والے کے لیے یہ ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ — اللہ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا۔ اللہ تو تمہارے دلوں کو دیکھ رہا ہے

دوسری آیت میں فرمایا:۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط — اللہ کے ہاں قربانی کا خون یا گوشت نہیں پہنچتا وہاں تو تمہاری اطاعت پہنچتی ہے

ایک تیسری آیت ہے:۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ط — اللہ کی آیتیں اور اللہ کی آیتوں سے بڑھ کر اور کہاں اچھا رنگ ہوگا

آپ کو سمجھ لینا چاہیے کہ "تبلیغ" اور "اسلام" دو لفظ ہیں لیکن معناً یہ دونوں ایک ہیں اسلام ہی دنیا کا واحد تبلیغی مذہب ہے اور اسلام ہی ہر ایک فرزند اسلام کو تبلیغ کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔

تبلیغ کی ابتدا خود اپنے نفس سے کرو۔ نواہی سے کلیتہً اجتناب کرو اور اوامر ربانی پر بقدر استطاعت کاربند رہو۔

پھر اس سلسلہ کو اپنی بیوی اپنے بچوں اور اپنے بزرگ و اقارب تک وسیع کر دو حقوق ہمسایہ سمجھو اور اپنے حقوق میں سے تعلیم اسلام کو بھی جزو لاینفک قرار دو۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سراج منیر فرمایا ہے اس آفتاب عالمتاب کی روشنی سب جگہ پہنچاؤ۔ دریافت سے معلوم ہو جائے گا کہ بعض گھر اب تک بالکل تیرہ و تاریک ہیں۔ ان میں نہ کوئی روشندان ہے اور نہ دریچہ ہے اس لئے وہاں آفتاب رسالت کی روشنی پہنچتی ہی نہیں۔ وہاں مہلک جراثیم کا دور ہے اور ابو البشر کی نسل جہل و غفلت

کی ظلمات میں ہلاک ہو رہی ہے۔

اسلام کی اشاعت صرف اُس سادہ رنگ میں ہو سکتی ہے جو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اور آئمۃ العظام کی تعلیم کا تھا۔ اگر اسلام کا مبلغ فلسفہ قدیم و حال سے بے خبر ہے اگر وہ سائنس کی سحر کاریوں سے ناآگاہ ہے اگر وہ مصطلحات منطق کا استعمال اپنی گفتگو میں نہیں کر سکتا اگر وہ اپنی تقریر میں نظائر و امثال بیان نہیں کر سکتا تب بھی وہ صحیح طور پر مبلغ اسلام بن سکتا ہے بشرطیکہ صحیح اسلام کی تبلیغ کرے

اسلام کا اولین مسئلہ سب سے بلند تر مسئلہ توحید ہے اور شکر ہے کہ مسلمانوں کی چودہ صدیوں کی لگاتار کوششوں نے اب اس مسئلہ کی اہمیت اور صداقت کو اتنا منوا دیا ہے کہ یزداں اور اہرمن کو برابر ماننے والے، خدا، روح القدس اور بیٹا کو اقالیم ثلثہ بنانے والے پھر ایک اقنوم کو مستقل خدا کہنے والے اور ہزاروں لاکھوں بتوں میں الٰہی شکتی تسلیم کرنے والے اور راسی اصول پر ان کی پوجا کرنے والے بھی اب توحید کے مخالف نہیں رہے بلکہ اب ان کے براہین و دلائل کا زور وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت ثابت کرنے میں صرف ہو رہا ہے۔

جب حالات اس قدر موافق ہیں تو آپ کا فرض ہے کہ وحدت عددی سے آگے بڑھ کر دنیا کو توحید فی الذات و فی الصفات کا سبق پڑھائیں اور توحید فی العبادت و استعانت کا بھی ان کو راز دار بنائیں۔ دنیا کی حالت دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ انکے اعمال ایاک نعبد سے کتنے دور ہیں اور ان کے احوال ایاک نستعین سے کس قدر متناقض ہیں۔

ہماری تبلیغ کا پہلا مرحلہ اسی آیت کی تفسیر ہے اس سے آگے بڑھ کر تبلیغ کا جزو دوم سیدنا و مولینا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ محبت

کا قائم کر لینا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور اطاعت فرض عین ہے اور اتباع اور اطاعت جو روحانیت میں معتبر اور ایمانیات میں مسلم ہے وہ وہی اتباع و اطاعت ہے جس کی بنیاد محبت پر ہو۔

برکات و کرامات کے خزائن کی کنجی محبت ہے اور اگر یہ کنجی تمہارے پاس نہیں تو جو اقفال قلوب پر پڑے ہوئے ہیں ان کا کھلنا دشوار ہے

معشر مسلمین! یہ بات میں نہیں کہتا اور مجھے اتنی اونچی بات کے کہنے کا کوئی اختیار بھی نہیں۔ یہ بات وہی کہتا ہے جو محبوب قلب ہو اور جس کی محبت کا دعوی ہر ایک کلمہ خواں اسلام کو ہے

لَا یَکُوْنُ اَحَدُکُمْ مُؤْمِنًا حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ط

"تم میں سے کوئی شخص مومن بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ اسے محمد صلی علیہ وسلم اپنے باپ بیٹے اور سب لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائیں

میں اہلحدیث سے بلکہ سب اہل اسلام سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا ان کی دعاؤں اور تمناؤں میں یہ فقرہ بھی شامل ہے یا نہیں

وَمُرَافَقَۃَ نَبِیِّكَ فِی الْجَنَّۃِ جنت میں تیرے نبی کی رفاقت حاصل ہو۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس سوال کا جواب ہر ایک مسلم یہی دیگا۔ ہاں ہاں ضرور ضرور۔

پس اگر ان کی یہی تمنا ہے یہی آرزو ہے اور یہی دعا ہے تو آؤ کہ میں نہیں اس کامیابی کی شاہراہ بتا دوں۔

استغفراللہ! میں بتانے والا کون؟ اس راہ میں تو گردن چھری پر رکھی جاتی

ہے۔ یہاں انانیت کا وجود نہیں رہتا۔

آؤ! تمہیں تمہارے ہادیِ عالم کی بتائی ہوئی اور بنائی ہوئی شاہراہ کا نشان دکھا دوں۔

حدیث پاک میں ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک صحابی حضور میں آتے اور حضور کے رخِ پرنور پر نظریں جما کے اس قدر محو ہو جاتے کہ پلکوں کا جھپکنا بھی بند ہو جاتا یہ نظارہ حیرت کا نظارہ نہ تھا کیونکہ حیرت تو درک ماہیت سے قاصر ہے بلکہ یہ نظارہ اقتباسِ انوار کا تھا۔ اجتماعِ اسرار کا تھا۔ یہ نظارہ بصارت افروز اور بصیرت افزا تھا۔ ایک بار اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا۔ اور دریافت فرمایا کہ تیرا کیا حال ہے عرض کیا کہ میں جب یاد کرتا ہوں کہ حضور فردوس بریں کے بلند ترین مقام میں ہوں گے جہاں مجھ جیسے حقیر کی رسائی نہ ہو گی تب یقیناً ہم دیدار پُرانوار سے محروم رہ جائیں گے میں اپنے دل کو کہتا اور اپنی آنکھوں کو بتاتا ہوں کہ جمال باکمال کا نظارہ اسی عالم میں جس قدر کیا جا سکتا ہے کر لو! بہار انوار لوٹ لو! پھر تم کہاں؟ اور یہ موقعہ کہاں؟

تمتع بشمیم عرار نجد فما بعد العشیۃ من عرار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا: او! تم کیا سمجھے ہو! میں تمہیں ایک راز بتاتا ہوں۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ — انسان اسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرے گا۔

یہ ارشاد نبوی سن کر یہ خستہ جان حیات تازہ سے بہرہ یاب ہوا۔ دربار سے نکلا۔ تو یہی ارشاد زبان پر تھا صحابہ سنتے تھے اور شاداں ہوتے تھے۔ ابن مسعود کہتے تھے ایک وہ مسرت تھی جو داخل اسلام کے وقت ہوئی تھی یا آج یہ ایک مسرت

ہے جو اس کے برابر ملی ہے

برادرانِ دین! اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ سب سے مقدم تر حب النبی ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہی وہ چیز ہے جو اہل حدیث و اہل ایمان کا طغرائے امتیاز ہونا چاہیے۔

مجھے یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ اگر آپ کی طرف سے "حب النبیؐ کی دعوت دی جائے تو آپ کو کس قدر کامیابی حاصل ہو سکے جو مناظرات و مجادلات سے ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی

صاحبان! مجھے اس قدر کہنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ آپ کی انجمن ابھی قائم ہوئی ہے اور اُس کے قیام کے پہلے یا دوسرے مہینے کے بعد ہی یہ جلسہ منعقد کیا جاتا ہے میں چاہتا ہوں کہ انجمن کی عمارت کو صحیح بنیادوں پر بلند کیا جائے۔ کیا عجیب شعر ہے ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج　　　تا ثریا مے رود دیوار کج

اب میں آپ سے صرف ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں اور اس کے بعد اپنے خطبہ افتتاحیہ کو ختم کروں گا۔

دوستو! رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں سے کم از کم ایک گھنٹہ ایسا نکالو! جب کہ تم اپنے احساسات کو مادیات سے بلند کر سکو۔ جب کہ روحانیت کا دروازہ کھٹکھٹا سکو!

لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ کا ارشاد سچ ہے مگر ساتھ ساتھ یہ فرمان واجب الاذعان بھی موجود ہے

وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا — سب سے توڑ و اللہ سے جوڑو۔

آپ پوچھیں گے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے ؟

میں کہتا ہوں کہ سوال میری حیثیت سے بہت بڑھ کر ہے۔ مجھ جیسا ہیچ کارہ دنیا دار، گنہ گار جسے اپنے ذنوب پر سو، سو اعتراف و اقرار ہے۔ اس کا جواب کیا دے گا۔

اس کا جواب تو وہی ہے جو اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھلایا اور پیارے رسول نے اسے اللہ ہی کے الفاظ میں ہم کو پہنچا دیا

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ الخ (آل عمران) — اے رسول! ان کو بتا دیجئے کہ اگر تم اللہ کے محب ہو تو آؤ آگے بڑھو، میری راہ پر چلو، میرے نقش قدم کو ہادی راہ بناؤ۔ ایسا کرو گے تو تمہارا درجہ بڑھ جائے گا۔ اب تم محب تو پھر محبوب بن جاؤ گے

دادیم ترا ز گنج توفیق نشان — گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ؕ — الٰہی قرآن پر ہمارا ایمان ہے الٰہی تیرے رسول کی پیروی ہمارا نشان ہے۔ اب ہمارا نام بھی تیرے پاک دفتر میں لکھ دیا جائے۔

ثم الصلوٰۃ علی النبی فانہ — یبدی بہ الذکر الجمیل و یختم

محمد سلیمان ابن سلمان منصور پوری

۱۷ دسمبر ۱۹۲۸ء (پٹیالہ)

خطبات سلیمانی

قاضی محمد سلیمانؒ

المکتبۃ الاثریہ - سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ